

مختصر فضائلِ جہاد

المستفاد من

مشارع الأشواق

للإمام الشهيد ابن النحاس رحمه الله

مرتب: مولانا محمد خبیب حجازی



ادارۂ حطّین

مختصر فضائلِ جہاد

[مستفاد من مشارع الأشواق
للإمام الشهيد ابن النحاس رحمه الله]

ترتیب و تخریج

محمد خبیب حجازی

ادارۂ حطین

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

عرضِ مرتّب ۱

مقدمہ: عصرِ حاضر میں مسلمانوں پر جہاد کی فرضیت ۵

پہلا باب: جہاد میں اخلاصِ نیت کا بیان ۱۲

فوائد ۱۶

فصل: جہاد میں پیش آنے والی مختلف نیتوں کا بیان ۱۷

پہلی نیت؛ خالص اللہ کی بندگی بجالانے کی نیت ۱۷

دوسری نیت؛ اللہ کا کلمہ سربلند کرنے اور کفر کا کلمہ نیچا کرنے کی نیت ۱۹

تیسری نیت؛ جنت اور اس کی نعمتوں کے حصول کی نیت ۱۹

چوتھی نیت؛ کفار سے اپنے دفاع کی نیت ۲۱

پانچویں نیت؛ مجاہدین کی تکثیرِ سواد کی نیت ۲۲

چھٹی نیت؛ رضائے الٰہی کے ساتھ ساتھ غنیمت حاصل کرنے کی نیت ۲۲

ساتویں نیت؛ محض مال و دنیا کمانے کی نیت ۲۷

آٹھویں نیت؛ ریاکاری اور فخر و شہرت کی نیت ۲۸

نویں نیت؛ اجر کے ساتھ ساتھ شہرت کی نیت ۲۹

دسویں نیت؛ دنیوی مشکلات سے تنگ آکر جہاد میں شرکت کی نیت ۳۰

فوائد ۳۰

دوسرا باب: کفار کے خلاف جہاد کرنے کا حکم اور ان لوگوں کیلئے سخت وعیدوں کا بیان جو جہاد چھوڑ دیں یا بغیر جہاد کیے مر جائیں ۳۲

فصل: ان لوگوں کیلئے سخت وعیدوں کا بیان جو جہاد کو چھوڑ دیں، اس سے پہلو تہی کریں یا بغیر جہاد کئے مر جائیں ۳۷

تیسرا باب: جہاد اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے فضائل ۴۰

فوائد ۴۴

فصل: ایمان، فرض نماز اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کے بعد جہاد سب سے افضل ہے ۴۵

فصل: جہاد فی سبیل اللہ ایمان کے بعد سب سے افضل ترین عمل ہے ۴۶

فصل: ایمان، جہاد اور حج، تمام اعمال سے افضل ہیں ۴۸

فصل: جہاد اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اعمال سے زیادہ محبوب ہے ۴۹

فصل: مجاہد لوگوں میں سب سے افضل انسان ہے ۵۰

فصل: مجاہد لوگوں میں سب سے بہترین اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے معزز ہے ۵۲

فصل: مجاہد کے سونے اور کھانے پینے کی فضیلت ۵۳

فصل: روزے، نوافل اور ذکر میں لگے رہنے والا، مجاہد کے مقام کے دسویں حصے کو بھی نہیں پا سکتا ۵۵

فصل: مجاہد کے لئے جنت کے سو درجات ۵۶

فصل: مجاہد کے لئے اللہ تعالیٰ کی ضمانت ۵۸

چوتھا باب: دعوتِ جہاد کی فضیلت ۶۰

امام شمس الدین سبط ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیبِ جہاد ۶۲

سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کا واقعہ ۶۳

امّ ابراہیم ہاشمیہ کا واقعہ ۶۳

فوائد ۶۶

پانچواں باب: جہاد کی طرف سبقت کرنے کی فضیلت ٦٧
فوائد ٧٠
چھٹا باب: جہاد میں ایک صبح اور ایک شام نکلنے کی فضیلت ٧١
ساتواں باب: اللہ کے راستے کے غبار اور اس راستے میں چلنے کی فضیلت ٧٧
فوائد ٨٢
آٹھواں باب: جہاد میں خرچ کرنے کے فضائل کا بیان ٨٤
امام ابو قدامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ٨٨
نواں باب: اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنے پر سخت وعیدوں کا بیان ٩٣
فوائد ٩٦
دسواں باب: مجاہدین کو سامان فراہم کرنے اور ان کے گھر والوں کی دیکھ بھال کرنے کی فضیلت ٩٩
فصل: جس شخص نے کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کے ساتھ خیانت کی تو اس کا انجامِ بد ١٠٢
فوائد ١٠٢
گیارہواں باب: مجاہدین کی مدد و اعانت، ان کی خدمت اور ان کو رخصت کرنے کی فضیلت ١٠٤
معرکہ یرموک کا ایک عجیب واقعہ ١٠٧
فصل: مجاہدین کو رخصت کرنے اور ان کے ساتھ چند قدم چلنے وغیرہ کے فضائل ١٠٨
فوائد ١١٠
بارہواں باب: جہاد کے لئے گھوڑے باندھنے اور اس پر خرچ کرنے کی فضیلت ١١٢
١۔ اجر ہی اجر ١١٢
٢۔ گھوڑا باندھنا دن رات اللہ کے راستے میں خرچ کے برابر ہے ١١٥
٣۔ گھوڑے پر خرچ کرنا سخاوت کے ساتھ صدقہ کرنا جیسا ہے ١١٥

۴۔ جہادی گھوڑے کی خدمت گاروں کے لئے اللہ کی مدد ۱۱۶

۵۔ گھوڑوں کی پیشانی میں خیر و بھلائی ۱۱۶

۶۔ گھوڑے حضورِ اکرم ﷺ کو محبوب تھے ۱۱۷

۷۔ گھوڑوں کا دعا کرنا ۱۱۷

فوائد ۱۱۸

تیرہواں باب: مجاہد کی نماز، روزے اور ذکر وغیرہ کی فضیلت ۱۲۰

فوائد ۱۲۳

چودھواں باب: اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لئے رباط (پہرہ دینے) کے فضائل ۱۲۵

۱۔ ایک دن کا رباط دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے ۱۲۶

۲۔ ایک دن رات کی پہرہ داری ایک مہینے کے روزوں سے افضل ہے اور ایک مہینے کی پہرہ داری ساری زندگی کے روزوں سے افضل ہے ۱۲۶

۳۔ قیامت کے دن تک اجر کا جاری رہنا ۱۲۷

۴۔ قبر میں منکر نکیر سے حفاظت ۱۲۹

۵۔ قیامت کے بڑے خوف سے حفاظت ۱۲۹

۶)موت کی صورت میں شہادت کا اجر ۱۳۰

۷۔ پُلِ صراط پر سے ہوا کی طرح گزرنا ۱۳۱

فوائد ۱۳۱

پندرہواں باب: اللہ کے راستے کے خوف اور خطرے کے فضائل ۱۳۵

سولہواں باب: جہاد میں تیر اندازی کے فضائل اور تیر اندازی سیکھ کر چھوڑنے والے کے گناہ گار ہونے کا بیان ۱۳۸

۱۔ تیر اندازی اللہ تعالیٰ کا حکم ۱۳۸

۲۔ ایک تیر کی بدولت تین آدمی جنت میں ۱۳۹
۳۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور حضورِ اکرم ﷺ، دونوں تیر انداز تھے ۱۴۱
۴۔ تیر اندازی بہترین کھیل ہے ۱۴۲
۵۔ تیر اندازی کھیل ہونے کے باوجود حق ہے ۱۴۲
۶۔ ہر قدم پر نیکی ۱۴۳
۷۔ دشمن تک پہنچنے والے تیر کا اجر ۱۴۳
۸۔ تیر پہنچے یا نہ پہنچے اسے چلانا ہی باعثِ اجر ہے ۱۴۴
۹۔ تیر چلانے سے جنت واجب ۱۴۴
فصل: تیر اندازی سیکھ کر چھوڑنے والے کے گناہ گار ہونے کا بیان ۱۴۵
فوائد ۱۴۶
سترہواں باب: جہاد میں زخمی ہونے کی فضیلت ۱۴۸
اٹھارواں باب: اللہ کے راستے میں کافروں کو قتل کرنے کی فضیلت ۱۵۴
فوائد ۱۵۷
انیسواں باب: اکیلے مجاہد یا مختصر جماعت کا دشمن کے بڑے لشکر پر حملہ، اس کی فضیلت اور احکام ۱۵۹
سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا واقعہ ۱۵۹
سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا واقعہ ۱۶۰
جنگِ یرموک کے گمنام شہید کا واقعہ ۱۶۱
سیدنا بسر بن اَرطاۃ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ۱۶۲
شرحبیل حمیری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ۱۶۳
سلطان الپ ارسلان رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ۱۶۴

فصل: دشمن پر اکیلے حملہ کرنے سے متعلق فقہائے کرام کے اقوال ۱۶۵
بیسواں باب: میدانِ جہاد سے فرار کے سخت گناہ ہونے کا بیان ۱۶۸
فصل: میدانِ جہاد سے فرار کے متعلق بعض احکام ۱۶۹
فصل: غلبے اور ثابت قدمی کا راز ۱۷۰
اکیسواں باب: شہادت کی خواہش، شہادت کے لئے دعا کرنے کی ترغیب، اور شہداء کرام کے فضائل کا بیان ۱۷۵
فصل: شہدائے کرام کے فضائل کا بیان ۱۷۷
۱۔ شہداء زندہ ہیں ۱۷۷
۲۔ جنت سے نکل کر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا ۱۷۸
۳۔ تمام گناہوں کا کفارہ ۱۷۹
۴۔ خالص اللہ کی راہ میں شہادت پر جنت میں داخلے کی پکی ضمانت ہے ۱۸۰
۵۔ قبر کے فتنے اور قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے نجات، اور گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت ۱۸۰
فصل: بعض شہادت پانے والوں کے واقعات ۱۸۲
سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا واقعہ ۱۸۲
سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ۱۸۳
سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ۱۸۳
امیر جراح بن عبد اللہ حکمی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے وزراء کا واقعہ ۱۸۴
حضرت اسود بن کلثوم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ۱۸۴
سیدنا ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ کا واقعہ ۱۸۵
سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا واقعہ ۱۸۵
فوائد ۱۸۶

خاتمۃ الأبواب: جہاد میں اخلاصِ نیت میں خلل واقع ہونے سے متعلق بعض مسائل ۱۸۸
فصل: اخلاص کے بعد ریا میں مبتلا ہونے والے کا حکم ۱۸۸
فصل: اخلاصِ نیت سے جہاد کرنے کے بعد اپنے عملِ جہاد کا اظہار کرنے کی خواہش کا حکم ۱۸۹
امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ۱۹۰
امیر مسلمہ بن عبد الملک کے لشکر کے ایک گمنام سپاہی کا واقعہ ۱۹۱
آخری فصل: مجاہدین کے لیے ضروری نصائح ۱۹۱
مراجع و مصادر ۱۹۴

عرضِ مرتّب

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد:

"**مَشَارِعُ الأَشْوَاقِ إِلَى مَصَارِعِ العُشَّاق، وَمُثِيرُ الغَرَامِ إِلَى دَارِ السَّلَام**" جہاد فی سبیل اللہ کے فضائل پر لکھی گئی وہ مشہور و معروف کتاب ہے، جس کے مصنف نے اسی راہ میں شہادت پا کر اپنے خون سے اس کی گواہی ثبت کی۔ شہید امام ابن النَّحاس رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب کی تقریظ امام حافظ ولی الدین العراقی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مایہ ناز محدث نے لکھی ہے۔ اسلامی تاریخ میں جہاد فی سبیل اللہ کے فضائل پر اس سے زیادہ جامع تصنیف کی مثال نہیں ملتی۔ بعد ازاں علماء نے جب بھی فضائلِ جہاد پر قلم اٹھایا تو اس کتاب کو ہی بنیاد بنایا۔

جہاد سے دوری کے اس زمانے میں جہاں مسلمانوں کے اندر دین کے چوٹی کے فریضے سے غفلت اور بیزاری در آئی ہے، وہاں اہلِ علم پر یہ ذمہ داری بھی بڑھ گئی ہے کہ وہ اس عمل پر لوگوں کو ابھاریں اور مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی عزت اور سربلندی کے اس راستے کی اہمیت بیان کریں۔ اس کا بہترین طریقہ کار یہ ہے کہ آیاتِ کریمہ اور سیرت واحادیثِ مبارکہ اور پھر اسلافِ کرام کے جہاد سے رہنمائی لی جائے اور شوقِ جہاد کو تازگی بخشی جائے۔ جہاد کا حقیقی جذبہ وہی ہے جو اخلاص اور اتباعِ سنتِ نبوی ﷺ اور دردِ امت سے مزین ہو، بر خلاف اس جذبہ کے جو قومی غیرت، کسی جماعت کی عصبیت، ذاتی انتقام یا دیگر دنیاوی اور غیر شرعی مقاصد کی خاطر ہو، کیونکہ معاذ اللہ، اس جذبے کے حامل فرد کا اجر ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔

اس کتاب میں قرآنِ پاک کی آیات اور نبی کریم ﷺ کی احادیثِ مبارکہ سے لے کر صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ اور اسلاف کے جہاد کی رخشندہ مثالیں موجود ہیں، جن کو پڑھ کر ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ہمارے اسلاف رضوان اللہ علیہم نے جہاد کن مبادی پر کیا؟ اور ان کی ترجیحات کیا تھیں؟

اس کتاب کی اہمیت کا ادراک کرتے ہوئے اور اس کی ضخامت کے پیشِ نظر ہم نے یہ 'مختصر' مرتب کرنے کا ارادہ کیا، تاکہ اس کتاب کا ایسا خلاصہ ہمارے سامنے ہو، جس کو پڑھنا آسان ہو، جو مجاہد ساتھیوں کی تعلیم اور یاد دہانی کے لیے بھی موزوں ہو، اس کے ذریعے جہاد کی فضیلت اور اس کی طرف رغبت ومحبت دلوں میں راسخ کی جائے، اور مجاہد اپنے

جہاد میں ان فضائل کو پانے کی نیت اور ہر ممکن سعی کر کے اللہ کے ہاں اجر وثواب کا امیدوار ہو۔

ان امور کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم نے اس کتاب میں سے کچھ ابواب اور پھر ان ابواب میں سے احادیث اور احکام وفوائد اور واقعات کا انتخاب کیا۔ آیاتِ کریمہ کا ترجمہ ہم نے آسان ترجمہ قرآن از حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی سے لیا، اور احادیثِ مبارکہ اور ان سے متعلقہ فوائد کے ترجمے کے لیے مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ کی مشہور تالیف 'فضائل جہاد' سے استفادہ کیا، جوکہ دراصل 'مشارع الاشواق' کی ہی اردو تلخیص وتشریح ہے۔

نیز احادیث وآثار کی تخریج کرنے کا بھی اہتمام کیا گیا، تخریج کا عمل دو امور پر مشتمل تھا: احادیث وآثار کے حوالہ جات ذکر کرنا، اور ان کا حکم بیان کرنا۔

جہاں صحاح ستہ میں یا دیگر مشہور صحاح ومسانید میں سے کسی ایک کے اندر حدیث آئی تو اس کتاب کے مصنف کے نام کے ساتھ حدیث کا نمبر درج کر دیا۔ نمبر لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ حدیث کی طرف رجوع کرنے میں آسانی ہو۔ اور جلد، صفحہ نمبر اور باب وغیرہ ذکر نہ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ طوالت سے اجتناب ہو۔

اسی طرح حدیث کی مشہور ومعروف کتب میں سے کسی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے اس کے مصنف کا نام لکھ کر فقط ساتھ حدیث نمبر درج کر دیا، تو جہاں کسی مصنف کے نام کے ساتھ کتاب کا نام مذکور نہیں تو وہاں اس کی مشہور ترین کتاب ہی مراد ہے، اور جہاں اس مصنف کی کوئی اور کتاب کا حوالہ دینا مقصد تھا تو وہاں اس کتاب کا نام درج کر دیا۔ مثلاً: أخرجه البخاري (...)، أخرجه البخاري في الأدب المفرد (...).

جہاں تک مرفوع احادیث کا تعلق ہے تو ان کا حکم بیان کرنے کا اہتمام کیا، سوائے ان احادیث کے جو صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں موجود ہوں۔ موقوفات میں یہ اصول رکھا کہ اسناد کے ساتھ مذکور ہو اور اس کے عدم ثبوت پر ائمہ میں سے کسی کا کلام موجود نہ ہو، اور جہاں کسی عالم نے موقوف کے متعلق یہ کہا کہ "له حكم الرفع" تو وہ بھی ذکر کر دیا۔

امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ کے اس عظیم الشان ذخیرۂ احادیث کی تخریج کرنے میں سب سے نازک مرحلہ احادیث پر حکم لگانے کا ہی تھا، اگرچہ امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام کا ذمہ خود لیا اور احادیث کو ان معتبر کتابوں کی طرف منسوب کیا جن میں وہ اسانید کے ساتھ موجود تھیں۔ بہت سے متون یا اسانید پر انہوں نے خود حکم لگایا۔ کئی مقامات ایسے تھے جہاں انہوں نے امام ترمذی، امام حاکم، امام منذری، امام ہیثمی اور دیگر محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے حوالے سے یہ احکام بیان کیے، اور بہت سی احادیث پر انہوں نے سکوت اختیار کیا۔

چونکہ حدیث پر حکم لگانا ہر کس وناکس کا کام نہیں، اور ہم اپنے اندر یہ صلاحیت وجرات بھی نہیں پاتے کہ کسی حدیث پر خود سے کوئی ایسا حکم لگائیں جو محدثین نے نہ لگایا ہو، لہٰذا جو احکام محدثین اور تصحیح وتضعیف کا اہتمام کرنے والے محقق حضرات نے (صراحتاً یا ضمناً) ذکر کیے تو ہم نے وہ احکام باحوالہ نقل کر دیے۔ اور جہاں کوئی کمی بیشی رہ گئی ہو تو وہ نادانستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائیں اور انھیں کسی دوسرے کے لیے خطا کا سبب نہ بنائیں، آمین۔

محدثین احادیث کی تخریج کرنے میں کتنی باریک بینی سے کام لیتے ہیں، اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ کئی محدثین کرام کا یہ طریقہ بھی رہا کہ انہوں نے ایک کتاب (فقہی یا دیگر) میں موجود تمام احادیث کی تخریج کرنے کی خاطر علیحدہ کتاب تصنیف کی، اگر کسی نے مفصل تخریج کی تو اس نے پھر خلاصے کے طور پر ایک اور کتاب بھی مرتب کر دی، بسا اوقات ایک حدیث کی تخریج پر محدث کا کلام کئی صفحات پر مشتمل ہوتا ہے، اور بعض اوقات تو ایک حدیث کی تخریج پر پورا رسالہ بھی لکھ دیا جاتا ہے۔

اور چونکہ اس سارے عمل میں ہمارے پیشِ نظر اختصار تھا اور اپنی بے بضاعتی کا بخوبی اندازہ اور مکمل اعتراف تھا، لہٰذا تفصیل ذکر کرنے سے اجتناب کرتے ہوئے صرف اشارات پر اکتفا کیا، کہ جس کو تفصیل مطلوب ہو وہ ذکر کردہ کتب کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

اس کتاب کو مرتب کرتے ہوئے ہم نے احادیث کی صحت اور ضعف کو مدنظر رکھا ہے، تاکہ اس سے استفادہ کرنا آسان ہو، اور ہر حدیث کی تحقیق کرنے کی ضرورت نہ پڑے کہ آیا یہ صحیح ہے یا نہیں۔ لہٰذا اس بات کا اہتمام کیا کہ صحیح اور حسن احادیث ہی ذکر کی جائیں، اس مختصر کی بیشتر احادیث اسی قبیل سے ہیں، ضعیف احادیث کو ذکر کرنے میں ان شرائط کو مدِنظر رکھا گیا ہے جو اہل علم نے ضعیف احادیث کی قبولیت کے لیے بیان کی ہیں، نیز ان میں جو علت یا ضعف تھا تو اس کو بھی حتی الامکان مختصراً بیان کرنے کا اہتمام کیا۔ ایسی احادیث کے شامل کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے جن کے بارے میں محدثین نے شدید ضعف کا حکم لگایا ہے۔

اصل کتاب میں ان مصادر سے بھی استفادہ کیا گیا تھا جو کہ آج مفقود ہیں۔ مثال کے طور پر امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ نے جابجا اپنی کتاب میں امام ابن السبع السبتی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'شفاء الصدور'... جو کہ فضائل پر لکھی گئی ایک ضخیم کتاب ہے... سے احادیث نقل کی ہیں، مگر یہ کتاب آج مفقود ہے سوائے کچھ حصے کے جو کہ تاحال مخطوط ہے۔ لہٰذا بعض احادیث ہمیں بادلِ نخواستہ صرف اس لیے حذف کرنی پڑیں کہ وہ ہمیں تلاشِ بسیار کے باوجود اصلِ کتاب کے سوا کہیں

اور نہیں ملیں اور جس کے سبب ان کی صحت وضعف کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہی معاملہ امام قاسم بن عساکر... یعنی امام ابو القاسم بن عساکر کے بیٹے رحمۃ اللہ علیہما... کی کتاب الجہاد کا بھی ہوا، جس سے امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی احادیث روایت کیں اور وہ کتاب بھی آج مفقود ہے۔ اسی طرح وہ احادیث بھی بدرجہ اولی اس مختصر میں ذکر نہیں کی گئیں جن کے موضوع ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔

میں ہر اس فرد کا مشکور ہوں جس نے اس کتاب کی تیاری اور مراجعہ کرنے میں حصہ لیا۔ اور ناسپاسی ہوگی اگر میں محترم مولانا مثنیٰ حسان حفظہ اللہ کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے احادیث کے انتخاب سے لے کر اس کتاب کو حتمی شکل دینے تک بھرپور معاونت اور رہنمائی کی۔ اللہ رب العزت ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، ان کی مساعی قبول فرمائے، اور ان کو دنیا و آخرت کی برکتوں سے نوازے، آمین۔

اللہ عزوجل کا بہت احسان ہے جس نے یہ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس کی توفیق شاملِ حال نہ ہوتی تو ناممکن تھا کہ یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچتا، فللّه الحمد أولا وآخرا، ظاهرا وباطنا.

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس کتاب کو قبول فرمائے، بندہ اور اس کے والدین کی مغفرت کا ذریعہ اور امت کی بیداری اور سربلندی کا سبب بنادے، ہمیں حق کے راستے پر استقامت دے، سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت نصیب فرمائے، اور ہمارا حشر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ فرمائے، آمین یارب العالمین۔

محمد خبیب حجازی

رجب ۱۴۴۷ھ

مقدمہ

عصرِ حاضر میں مسلمانوں پر جہاد کی فرضیت

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وقائد المجاهدين نبينا محمد وعلى آله وصحبه الغر الميامين ومن سن بسنتهم وجاهد على منهاجهم وتبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد

بلاشبہ جہاد دینِ اسلام کی چوٹی اور ارکانِ اسلام کا سر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کے قیام اور اس کی حفاظت کا ذریعہ جہاد فی سبیل اللہ کو قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کو ختم کرنے اور اسلام کو مکمل کرنے کا فیصلہ فرمایا تو قیامت تک کے لیے دین کو قائم رکھنے اور اسلام کا بول بالا کرنے کے لیے پیغمبرِ اسلام کو تلوار دے کر مبعوث فرمایا۔ پیغمبرِ اسلام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ بِالسَّيْفِ حَتَّى يُعْبَدَ اللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ.[1]

"مجھے قیامت تک کے لیے تلوار دے کر مبعوث فرمایا گیا ہے، تاکہ ایک اکیلے اللہ کی عبادت کی جانے لگے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے"۔

اسلام اور اس کے ماننے والوں کی عزت و شوکت کو فریضہ جہاد سے جوڑا گیا، جبکہ ترکِ جہاد کو اسلام اور مسلمانوں کی کمزوری اور مغلوبیت کا بنیادی سبب قرار دیا گیا۔ پیغمبرِ اسلام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ.[2]

"جب تم عینہ یعنی سود کا کاروبار کرنے لگو گے، اور بیلوں کی دمیں پکڑ لو گے اور کھیتی باڑی میں ہی لگ جاؤ گے، اور جہاد ترک کر دو گے، تو اللہ تم پر ذلت مسلط فرما دیں گے، جو اس وقت تک تم سے نہیں ہٹائیں گے جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف نہ لوٹ آؤ"۔ یعنی جب تک دوبارہ دین پر مکمل عمل نہ کرو گے اور جہاد شروع نہ کرو گے تو ذلت سے نہ بچ سکو گے۔

یہی وہ تعلیم تھی جو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے خلفاء اور اصحاب رضی اللہ عنہم نے حاصل کی اور اسے آگے نقل کیا، اور اسلام کے غلبے کے لیے جہاد فی سبیل اللہ انجام دیتے رہے، اور مسلمانوں کی حفاظت و دفاع کا سامان بھی کرتے رہے۔ تاہم رفتہ رفتہ مسلمان دنیا کی محبت میں گرفتار ہو کر موت سے بھاگنے لگے اور اسی سبب سے جہاد کے فریضے کو ترک کر کے بیٹھ

---

[1] أخرجه ابن أبي شيبة (١٩٤٠١) وأحمد (٥١١٥) والحديث حسن

[2] أخرجه أبو داود (٣٤٦٢) والحديث حسن

گئے۔ نتیجہ وہ ہو گیا جس سے ڈرایا گیا تھا؛ اسلام مغلوب ہو گیا اور مسلمان ذلت میں گرفتار ہو گئے۔

ہمارے اسلاف ایک مسلمان فرد اور چپہ بھر دار الاسلام کے لیے بھی جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکل کھڑے ہوتے تھے، مگر رفتہ رفتہ مسلمانوں کی زمینیں کفار کے قبضے میں جانے لگیں اور مسلمان کفار کے ہاتھوں مغلوب و مقہور ہوتے گئے، لیکن وہ بحیثیتِ امت جہاد کے تارک بن گئے۔

ہمارے علمائے کرام نے ابتداء سے یہ فتوی دیا اور اس فتوی پر شرق و غرب، ہر صدی اور ہر مذہبِ فقہی کے علمائے کرام نے دستخط کیے کہ اگر کفار مسلمانوں کی کسی زمین پر بھی حملہ آور ہو جائیں تو اس زمین کو کفار کے قبضے سے چھڑانے کے لیے ابتداءً جہاد اس زمین میں بسنے والے مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے، اگر وہ ناکافی ہوں یا سستی کریں تو ان سے قریب بسنے والے مسلمانوں پر مذکورہ حملے کو روکنے اور اپنی زمین کو آزاد کرنے کے لیے جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ یہ سلسلہ آگے بڑھتے بڑھتے شرق وغرب کے مسلمانوں تک پہنچ جاتا ہے۔ اور ایک ٹکڑاے زمین کو کفار سے چھڑانے کے لیے تمام مسلمانوں پر جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے۔

چوتھی صدی ہجری میں امام ابو بکر جصاص عراقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَمَعْلُومٌ فِي اعْتِقَادِ جَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ أَنَّهُ إِذَا خَافَ أَهْلُ الثُّغُورِمِنْ الْعَدُوِّوَلَمْ تَكُنْ فِيهِمْ مُقَاوِمَةٌ لَهُمْ فَخَافُوا عَلَى بِلَادِهِمْ وَ أَنْفُسِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ أَنَّ الْفَرْضَ عَلَى كَافَّةِ الْأُمَّةِ أَنْ يَنْفِرُوا إِلَيْهِمْ مَنْ يَكُفُّ عَادِيَتَهُمْ عَنْ الْمُسْلِمِينَ، وَهَذَا لَا خِلَافَ فِيهِ بَيْنَ الْأُمَّةِ، إذ لَيْسَ مِنْ قَوْلِ أَحَدٍ مِنْ الْمُسْلِمِينَ إبَاحَةُ القعود عنهم حين يَسْتَبِيحُوا دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ وَسَبْيَ ذَرَارِيِّهِمْ.[1]

"یہ بات تمام مسلمانوں کو معلوم ہے کہ جب مسلمانوں کے کسی سرحدی علاقے کے مجاہدین کو کفار کے حملے کا خطرہ محسوس ہو اور ان میں مقابلے کی طاقت نہ ہو جس کے سبب وہ اپنے علاقوں، جانوں اور بچوں کے حوالے سے خوف زدہ ہوں کہ سب پر کفار قابض ہو جائیں گے تو ایسی حالت میں تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان مجاہدین کی طرف نکلیں، یہاں تک کہ کفار کے حملے کو روک دیں۔ اس صورت میں (جہاد کی فرضیت کے حوالے سے) امت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ایسی حالت میں جب مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہو اور مسلمانوں کے بچے قید کیے جا رہے ہوں تو مسلمانوں میں سے کسی ایک عالم کا قول بھی نہیں کہ اس وقت مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ جہاد سے پیچھے بیٹھ رہے"۔

پانچویں صدی ہجری میں امام الحرمین ابو المعالی خراسانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[1] أحكام القرآن (٣١٢/٤)

فَأَمَّا إِذَا وَطِئَ الْكُفَّارُ دِيَارَ الْإِسْلَامِ، فَقَدِ اتَّفَقَ حَمَلَةُ الشَّرِيعَةِ قَاطِبَةً عَلَى أَنَّهُ يَتَعَيَّنُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَخِفُّوا وَيَطِيرُوا إِلَى مُدَافَعَتِهِمْ زَرَافَاتٍ وَوِحْدَانًا، حَتَّى انْتَهَوْا إِلَى أَنَّ الْعَبِيدَ يَنْسَلُّونَ عَنْ رِبْقَةِ طَاعَةِ السَّادَةِ، وَيُبَادِرُونَ الْجِهَادَ عَلَى الِاسْتِبْدَادِ.[1]

”جب کفار دار الاسلام کے کسی علاقے پر حملہ آور ہو جائیں تو اس بات پر علمائے شریعت کا قطعی اتفاق ہے کہ اس وقت تمام مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ٹولیوں میں یا اکیلے اکیلے حملے کی زمین کی طرف نکلیں اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے پہنچیں، یہاں تک کہ ایسی حالت میں غلاموں پر بھی فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے آقاوں کی قید سے آزاد ہو کر جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوں“۔

ساتویں صدی ہجری میں امام ابو عبد اللہ قرطبی اندلسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تَعَيَّنَ الْجِهَادُ بِغَلَبَةِ الْعَدُوِّ عَلَى قُطْرٍ مِنَ الْأَقْطَارِ، أَوْ بِحُلُولِهِ بِالْعُقْرِ، فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ وَجَبَ عَلَى جَمِيعِ أَهْلِ تِلْكَ الدَّارِ أَنْ يَنْفِرُوا وَيَخْرُجُوا إِلَيْهِ خِفَافًا وَثِقَالًا، شَبَابًا وَشُيُوخًا، ... فَإِنْ عَجَزَ أَهْلُ تِلْكَ الْبَلْدَةِ عَنِ القيام بعدوهم كان على من قاربهم وجاورهم أَنْ يَخْرُجُوا عَلَى حَسَبِ مَا لَزِمَ أَهْلَ تِلْكَ الْبَلْدَةِ، حَتَّى يَعْلَمُوا أَنَّ فِيهِمْ طَاقَةً عَلَى الْقِيَامِ بِهِمْ وَمُدَافَعَتِهِمْ. وَكَذَلِكَ كُلُّ مَنْ علم بضعفهم عن عدوهم وَعَلِمَ أَنَّهُ يُدْرِكُهُمْ وَيُمْكِنُهُ غِيَاثُهُمْ لَزِمَهُ أَيْضًا الْخُرُوجُ إِلَيْهِمْ، فَالْمُسْلِمُونَ كُلُّهُمْ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ، ... وَلَوْ قَارَبَ الْعَدُوُّ دَارَ الْإِسْلَامِ وَلَمْ يَدْخُلُوهَا لَزِمَهُمْ أَيْضًا الْخُرُوجُ إِلَيْهِ، حَتَّى يَظْهَرَ دِينُ اللَّهِ وَتُحْمَى الْبَيْضَةُ وَتُحْفَظُ الْحَوْزَةُ وَيُخْزَى الْعَدُوُّ. وَلَا خِلَافَ فِي هَذَا.[2]

”اگر کفار مسلمانوں کے کسی علاقے پر قابض ہو جائیں یا دار الاسلام کے مرکزی علاقے میں اتر جائیں، تو جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ یعنی جب یہ حالت ہو جائے تو اس علاقے کے تمام مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ جہاد کے لیے نکلیں، ہلکے ہوں یا بوجھل، بوڑھے ہوں یا جوان۔... اگر اس علاقے کے لوگ کفار کے مقابلے میں عاجز پڑ جائیں تو ان کے قریب کے علاقے کے مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ جہاد کے لیے نکلیں کہ حملہ آور کفار کے مقابلے میں اور مسلمانوں کے دفاع میں کفایت کر سکیں۔ اسی طرح ہر وہ مسلمان جسے حملے کے مقابلے میں مسلمانوں کی کمزوری کا علم ہو جائے اور اس کے لیے مدد کو پہنچنا ممکن ہو تو اس پر بھی جہاد کے لیے نکلنا فرض ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تمام مسلمان اپنے مقابل کفار کے مقابلے میں ایک ہاتھ کی مانند ہیں۔... اور اگر کفار دار الاسلام پر حملے کی نیت سے آ جائیں، اگرچہ وہ دار الاسلام میں داخل نہ ہوئے ہوں تو اس وقت بھی مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ان کے مقابلے میں جہاد کے لیے

[1] غياث الأمم في التياث الظلم (٢٥٨) مكتبة إمام الحرمين

[2] الجامع لأحكام القرآن (١٥١/٨)

نکل کھڑے ہوں، یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہو جائے اور مسلمانوں کے علاقے محفوظ ہو جائیں اور کفار ناکام ورسوا ہو جائیں۔ اس مسئلے میں (مسلمانوں میں) کوئی اختلاف نہیں ہے"۔

آٹھویں صدی ہجری میں امام ابن تیمیہ حرانی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَأَمَّا قِتَالُ الدَّفْعِ فَهُوَ أَشَدُّ أَنْوَاعِ دَفْعِ الصَّائِلِ عَنْ الْحُرْمَةِ وَالدِّينِ فَوَاجِبٌ إجْمَاعًا فَالْعَدُوُّ الصَّائِلُ الَّذِي يُفْسِدُ الدِّينَ وَالدُّنْيَا لَا شَيْءَ أَوْجَبَ بَعْدَ الْإِيمَانِ مِنْ دَفْعِهِ فَلَا يُشْتَرَطُ لَهُ شَرْطٌ بَلْ يُدْفَعُ بِحَسَبِ الْإِمْكَانِ.[1]

"جہاں تک کفار کے حملے کے دفاع میں قتال کا مسئلہ ہے تو یہ دفاع کی سب سے شدید صورت ہے کہ یہ مسلمانوں کی ناموس اور دین پر حملہ آور دشمن سے دفاع ہے۔ اس کے فرض ہونے پر اجماع ہے۔ پس وہ حملہ آور دشمن جو دین اور دنیا، دونوں کی تباہی کا سبب ہو، اس کا مقابلہ کرنا ایمان کے بعد اہم ترین فرض ہے۔ اس کی فرضیت میں کوئی شرط نہیں، بلکہ اسے حسبِ استطاعت ادا کیا جائے گا"۔

یہ مسئلہ ہمیشہ سے تمام مسلمانوں پر واضح رہا تھا، لیکن خلافت کے سقوط کے بعد اور دورِ استعمار کی مغلوبیت کے بعد یہ مسئلہ بھی رفتہ رفتہ مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل ہوتا گیا۔ دار الاسلام کے بعض علاقوں میں مسلمانوں نے حملہ آور کافروں کا تسلط مکمل ہو جانے کے بعد انھیں اپنا حاکم مان لیا اور ان سے امن کا معاہدہ کر کے اس علاقے کو دار الامن قرار دے دیا اور حملہ آور کفار کے خلاف جہاد کو معطل کر دیا۔ حالانکہ جو فقہائے کرام حملہ کے وقت جہاد کی فرضیت کا فتویٰ بالاتفاق دے رہے تھے تو کیا ان کے یہاں اس بات کی کوئی گنجائش بنتی تھی کہ جب کفار قبضہ مکمل کر لیں، وہاں حاکم بن بیٹھیں اور ان علاقوں کو دار الکفر بنا دیں تو پھر جہاد ختم اور ان کی حکومت تسلیم کر لی جائے۔ حاکم و محکوم اور قاہر و مقہور کے درمیان ایسے کسی معاہدے کی بھلا اسلام میں کیا گنجائش ہونی تھی۔

دوسری طرف دار الاسلام کے بعض علاقوں پر کفار نے قبضہ مکمل کرنے اور وہاں اپنا کفری نظام اور کفری قوانین جاری کرنے کے بعد انھیں اپنے وفادار نام نہاد مسلمانوں کے حوالے کر دیا، اور وہاں بھی جہاد اس لیے معطل ہو گیا کہ اب حکمران نام نہاد مسلمان تھے، حالانکہ وہ اسلام کی بجائے کفر سے وفادار اور کفار کے قوانین (یعنی سیکولر نظام اور قوانین) کے محافظ تھے۔ تو امت کے تمام فقہائے کرام نے کفار کے حملہ آور ہونے کے وقت جہاد کی فرضیت کا جو فتویٰ دیا تھا، تو کیا وہ محض اس لیے تھا کہ دار الاسلام سے کفار بے دخل ہو جائیں اور وہاں کفار کے قوانین جاری کر کے انھیں دار الکفر بنا دیا جائے اور پھر رہنے دیا جائے۔ حاشا وکلا! ایسا قطعاً نہیں تھا۔ جہاد کی فرضیت کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ وہاں مسلمانوں کی جان ومال محفوظ ہو جائے اور وہاں اسلام کی سرکوبی کا جو خطرہ ہے وہ رفع ہو جائے اور اسلام کا کلمہ بلند ہو جائے، اسلامی احکام نافذ ہو جائیں اور مسلمانوں کے لیے اپنے دین پر

[1] الفتاوى الكبرى (٥/٥٣٨) دار الكتب العلمية

مکمل عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: {وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ} [الأنفال: ٣٩] فَإِذَا كَانَ بَعْضُ الدِّينِ لِلَّهِ وَبَعْضُهُ لِغَيْرِاللَّهِ وَجَبَ الْقِتَالُ حَتَّى يَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ۔[1]

"اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: [اور ان کے خلاف قتال کرو، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ کا دین پورا کا پورا نافذ ہو جائے] پس جب کچھ دین اللہ کا نافذ ہو اور کچھ دین غیر اللہ کا نافذ ہو، تو اس وقت بھی قتال فرض ہے، یہاں تک کہ دین پورا اللہ کا نافذ ہو جائے"۔

آج کے دور میں، خصوصاً فلسطین میں اسرائیل کی جارحیت اور مسلمانوں پر مظالم کو دیکھ کر، ہر مسلمان یہ جان گیا ہے کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کھلی صلیبی وصہیونی جنگ ہے۔ ہر طرف مسلمانوں کے علاقے جو کفار نے اپنے قبضے میں لے رکھے ہیں، یہ سب اسی جنگ کا حصہ ہیں۔ پس مسلمانوں پر آج کے دور میں صلیبی وصہیونی کفار کے خلاف جہاد فرضِ عین ہے، یہاں تک کہ مسلمانوں کے تمام مقبوضہ مقدسات اور علاقے واپس مسلمانوں کے ہاتھ نہ آجائیں اور وہاں اسلام غالب ونافذ نہ ہو جائے۔

اور یہ بھی ہر مسلمان دیکھ رہا ہے کہ مسلمانوں پر مسلط اکثر نام نہاد حکمران اور افواج اس صلیبی صہیونی جنگ میں کفار کی صف میں کھڑے ہیں۔ ایک طرف وہ براہ راست کفر کے تعاون کے لیے اپنی جانی ومالی خدمات فراہم کرتے ہیں، جیسا کہ اس وقت غزہ میں مجاہدین کی سرکوبی اور اسرائیل کے دفاع کے لیے مسلم ممالک کی افواج کو بھیجا جا رہا ہے، اور دوسری طرف یہ مسلم ملکوں میں کفری، لادین، نظامِ حکومت وقوانین کو اپنی قوت سے نافذ کرتے ہیں۔

لہٰذا آج کی پندرہویں صدی ہجری میں مسلمانوں پر جہاد فرضِ عین ہے، یہاں تک کہ اندلس واقصیٰ وہندوستان کفار کے تسلط سے آزاد نہ ہو جائیں، اور یہاں تک کہ اوزبکستان، تاجکستان، ترکی وسعودیہ، پاکستان وبنگلہ دیش ودیگر مسلم ممالک میں اسلام غالب ونافذ نہ ہو جائے۔

اس دور میں دینِ اسلام کا تقاضا ہے کہ اس عالمی صلیبی وصہیونی جنگ میں مسلمان بطورِ امت مقابلے میں کھڑے ہوں۔ اور ہر مسلمان دوسرے مسلمان کی تقویت کا باعث بنے۔ اس موقع پر ہم جہاد سے وابستہ ان افراد اور جماعتوں سے عرض کرتے ہیں... جو دنیا کے ائمہ کفر کے خلاف جہاد کرنا چاہتے ہیں، لیکن وہ یہ جہاد مقامی لادین حکمرانوں اور افواج کی مدد سے کرنا چاہتے ہیں... کہ جب ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اس دور کی صلیبی وصہیونی جنگ میں ہماری گردنوں پر مسلط حکمران اور افواج اسلام اور مسلمانوں کی نہیں، بلکہ اپنے مغربی صلیبی آقاؤں کی غلام وایجنٹ ہیں اور یہ اسلام کے مقابل صلیبی صف میں کھڑی ہیں، تو کیا یہ معقول بات ہے کہ صلیبی وصہیونی دشمن سے لڑنے کے لیے ان کا سہارا لیا جائے۔ ہرگز نہیں! جاننا چاہیے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو

[1] الفتاوى الكبرى (٣/٥٣٥)

صلیبی آقاؤں کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کے دفاع میں اپنی جانیں قربان کرتے ہیں۔ آج صلیبی و صہیونی دشمنوں کے مقابلے میں جہاد اس وقت تک ہو نہیں سکتا جب تک انھیں راستے سے ہٹانہ دیا جائے۔

اسی طرح ہم جہاد سے وابستہ ان افراد اور جماعتوں سے بھی عرض کرنا چاہتے ہیں... جو مقامی طواغیت کے خلاف جہاد کرنا چاہتے ہیں، مگر اس کے لیے عالمی کفری طاقتوں سے مدد و تعاون کے خواہاں ہیں... کہ برادرانِ عزیز! کیا یہ بات قابلِ فہم ہے کہ جو برائی کی اصل جڑ ہیں ان کے خلاف جہاد سے روگردانی کی جائے، جن کے خلاف اول جہاد فرض ہے ان سے تعاون لینے کا راستہ اپنایا جائے، اور ان کے تعاون سے مقامی طواغیت کے خلاف جہاد کیا جائے۔ یہ تو خود عالمی طاقتوں کی سازش اور چال ہے کہ وہ مسلمانوں کو جنگوں میں ایسی جگہ اتاریں جہاں ان کے اپنے مفادات وابستہ ہوں، تاکہ ایک طرف وہ جہاد کے ثمرات کو ضائع کر کے اپنے مفادات پورے کریں اور دوسری طرف اپنے آپ کو مسلمانوں کی جہادی ضربوں سے محفوظ رکھ سکیں۔

سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آج عالمی صلیبی صہیونی جنگ کا مقابلہ مسلمان اسی صورت میں کر سکتے ہیں جب تمام مسلمانوں کی قوت کو جمع کیا جائے، اور عالمی کفری طاقتوں کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ وہ مسلمانوں میں تفریق پیدا کریں اور مسلمانوں کے جہاد کے ثمرات اپنے مفاد میں استعمال کر لیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جہاد کی فرضیت کی ادائیگی حسبِ استطاعت ہے، اور عقل و فہم اور شریعت کا علم رکھنے والا کوئی بھی شخص یہ نہیں کہتا کہ کوئی مجاہد ایک وقت میں ہر جگہ لڑنے نکل کھڑا ہو اور ایک وقت میں ہر ایک دشمن سے لڑنے لگے، اور نہ ہی یہ کہ ہر وقت ہی کوئی لڑے اور کبھی کسی سے... اسلام اور جہاد کی مصلحت میں... جنگ بندی یا صلح نہ کرے۔ بلکہ چاہیے کہ مجاہدین کا کوئی بھی گروہ یا جماعت جس علاقے میں استطاعت رکھتی ہو، وہاں جہاد فی سبیل اللہ و علی منہاج النبوۃ کے لیے برسرِ عمل ہو جائے۔ اور دنیا کے مختلف خطوں میں برسرِ جہاد جماعتیں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کو بڑھائیں اور ایک دوسرے کی تقویت کا باعث بنیں۔ یوں امت کی سطح پر مجاہدین کی قوت بنے گی، اور وہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ اس زمانے میں جہاد کی فرضیت کی ادائیگی، مظلوم مسلمانوں کی نصرت اور اسلام کے غلبے کا عائد فرض ادا کر سکیں۔

آخر میں یہ نکتہ بھی ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ عام مسلمان پر اس دور میں جو جہاد فرضِ عین ہے... جیسا کہ ہم نے اوپر واضح کر دیا... اس کی ادائیگی اور اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کا راستہ یہ ہے کہ یا تو وہ دنیا بھر میں سجے جہادی میدانوں کی طرف نکل کھڑا ہو اور وہاں بنفسِ نفیس جہاد میں شریک ہو جائے، اور یا وہ کسی بھی جہادی جماعت سے وابستہ ہو جائے اور انھیں اپنا آپ سپرد کر دے، کہ وہ مصلحتِ جہاد کے مطابق اس مسلمان سے کام لے سکیں[1]۔ ان دو صورتوں کے علاوہ کوئی صورت ایسی نظر نہیں آتی

[1] یہ حکم استاد احمد فاروق شہید رحمۃ اللہ علیہ بیان فرمایا کرتے تھے اور آپ شیخ ابو یحییٰ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا کرتے تھے۔ البتہ خود استاد احمد فاروق

کہ امت کا درد رکھنے والا کوئی بھی مسلمان، جس کے گلے میں جہاد کی فرضیت کا طوق ہے، اس فرض سے سبکدوش ہو سکے اور خود کو تارکینِ جہاد کی صف سے نکال سکے۔

یہ آسان معاملہ نہیں ہے۔ یقیناً جہاد فی سبیل اللہ اسلام کے سر کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ ہر مسلمان سے قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کا شوق نصیب فرمائیں، دنیا کی محبت ہمارے دلوں سے نکال دیں، شہادت کی خواہش دلوں میں زندہ کر دیں، اور ہمیں جہاد فی سبیل اللہ میں نکلنے اور نکلنے کے بعد ثابت قدم رہنے کی توفیق نصیب فرمائیں، آمین۔ اللہ تعالیٰ اسلام اور اہلِ اسلام کو معزز فرمائیں، اور کفر اور اہلِ کفر و نفاق کو ذلیل و رسوا فرمائیں، آمین۔

یہ کتاب 'مختصر فضائلِ جہاد'... جو درحقیقت امام ابن النحاس شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **'مشارع الأشواق'** میں سے انتخاب ہے... اس کی ترتیب کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ اردو پڑھنے والے مسلمانوں میں... جو اس وقت مسلم امت کا ایک بڑا حصہ ہیں... شوقِ شہادت اور جذبہ جہاد کو زندہ کیا جائے، اور انھیں موجودہ صلیبی و صہیونی جنگ میں اسلامی صف کا ہراول حصہ بنا دیا جائے۔

کتاب کو نشر کی اس حالت تک پہنچانے میں جتنے احباب نے بھی شرکت کی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین اجر و ثواب عطا فرمائیں اور دنیا و آخرت کی کامرانی نصیب فرمائیں، آمین۔ برادرِ عزیز مولانا محمد خبیب حجازی صاحب... جنھوں نے کتاب کو ترتیب دیا ہے... اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے میزانِ حسنات میں شامل فرمائیں، ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائیں، اس کتاب کو ان کے حق میں اور امت کے حق میں نافع بنائیں، آمین۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان اعمال کی توفیق نصیب فرمائیں جو اسے راضی کر دیں، اور ہمیں اخلاصِ نیت کے ساتھ اور شریعت کے احکامات کے مطابق جہاد کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور اسی راستے میں مقبول شہادت... **مقبلاً غير مدبر**... نصیب فرمائیں، آمین۔ **وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله تعالى على نبينا الأمين۔**

مثنیؒ حسان

شعبان ۱۴۴۷ھ

شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بندہ سے فرمایا تھا کہ اس میں شیخ عطیۃ اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ یہ استثناء بیان کرتے تھے کہ امت کی سطح پر موجود کبار علمائے کرام کو کسی خاص جماعت میں شامل ہونے کا پابند نہیں کیا جا سکتا، جنھیں امت کے عوام و خواص اور مجاہدین کی رہنمائی کی مسند پر اللہ تعالیٰ نے فائز کیا ہو اور جو خود جہادی جماعتوں میں بھی قربت و وحدت لانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ ایسے کبار علمائے کرام بہتر سمجھتے ہیں کہ ان کے لیے جہاد کے حوالے سے کیا کام کرنا اہم ہے اور وہ یہ کام کس طریقے سے کر سکتے ہیں، تو یہ ان کے حق میں فرضیت کی ادائیگی کے لیے کافی ہے۔ واللہ اعلم!

پہلا باب

جہاد میں اخلاصِ نیت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ [الزمر:٣]

ترجمہ: ”یاد رکھو کہ خالص بندگی اللہ ہی کا حق ہے“۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [البينة:٥]

ترجمہ: ”اور انھیں اس کے سوا کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ بندگی کو اس کے لیے بالکل خالص کرکے“۔

عن عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ -وفي رواية: بالنيات-، وَإِنَّمَا لامْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَنكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ".[1]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور آدمی کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی اس نے نیت کی۔ پس جس کی ہجرت اپنی نیت کے اعتبار سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی تو وہ (اجر اور قبولیت کے اعتبار سے بھی) اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہی ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی طرف ہوگی جس کی اس نے نیت کی“۔

عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ، أَنَّ أَبَا مُحَمَّدٍ أَخْبَرَهُ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه- حَدَّثَهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهُ الشُّهَدَاءُ، فَقَالَ: "إِنَّ أَكْثَرَ شُهَدَاءِ أُمَّتِي أَصْحَابُ الْفُرُشِ، وَرُبَّ قَتِيلٍ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ، اللَّهُ أَعْلَمُ بِنِيَّتِهِ".[2]

---

[1] أخرجه البخاري (١) ومسلم (١٩٠٧).

[2] أخرجه أحمد (٣٧٧٢)، وابن أبي شيبة في مسنده (٤٠٣)، ورجح ابن النحاس والهيثمي أنه مرسل، لكن ذهب ابن حجر إلى أنه متصل وجوّد إسناده كذلك، راجع: مجمع الزوائد (٥/ ٣٠٢)، فتح الباري (١٠/ ١٩٤)، بذل الماعون (١٨٨).

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میری امت کے اکثر شہداء بستر والے ہوں گے اور بہت سے میدان جنگ میں قتل ہونے والوں کی نیت کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے"۔

فائدہ: اس حدیثِ مبارکہ میں بتایا گیا کہ بہت سے اہلِ اخلاص ایسے ہیں جو شہادت کی طلب کی نیت میں سچے ہوتے ہیں تو انھیں میدانِ جنگ کے علاوہ اپنے بستر پر بھی موت آجائے تو وہ شہادت کا اجر پالیتے ہیں۔ جبکہ میدانِ جنگ میں حقیقت میں قتل ہو جانے والے لوگوں میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے شہادت کے اجر سے محروم ہوتے ہیں، والعیاذ باللہ۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ فَدَنَا مِنَ المَدِينَةِ، فَقَالَ: "إِنَّ بِالْمَدِينَةِ أَقْوَامًا، مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا، وَلاَ قَطَعْتُمْ وَادِيًا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ"، قَالُوا: "يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ"؟ قَالَ: "وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ، حَبَسَهُمُ العُذْرُ".[1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب غزوۂ تبوک سے واپسی پر مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو آپ نے ارشاد فرمایا: "تم لوگ جتنا بھی (جہاد میں) چلے ہو اور تم نے جتنی وادیاں عبور کی ہیں، مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو (اس سب کے اجر میں) تمہارے ساتھ تھے"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! کیا مدینہ میں رہنے کے باوجود (وہ اجر میں شریک تھے)؟"۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مدینہ میں رہنے کے باوجود (وہ اجر میں شریک ہیں کیونکہ) انہیں عذر نے روک لیا تھا (یعنی وہ جہاد میں نکلنے کی سچی نیت رکھتے تھے مگر عذر کی وجہ سے نہیں نکل سکے)"۔

فائدہ: امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے کو مجاہد جیسا اجر ملتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بالکل مجاہد کے برابر اجر ملتا ہے۔ جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ اسے مجاہد کا اجر ملتا ہے لیکن بڑھا چڑھا کر نہیں۔ جبکہ مجاہد کو اس کا اجر جہاد کی عملی شرکت اور مشقتیں اٹھانے کے سبب بڑھا چڑھا کر ملتا ہے"۔[2]

یہ اجر میں برابری بھی اس صورت میں ہے کہ معذور شخص جہاد کرنے کی پختہ نیت رکھتا ہو۔ امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"جو شخص عذر کی وجہ سے جہاد سے پیچھے رہ گیا ہو وہ اجر میں جہاد کرنے والے کے ساتھ اس وقت برابر ہے جب اس کی نیت ہو کہ اگر وہ قادر ہوا تو ضرور جہاد کے لیے نکلے گا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو آیت میں مذکور استثناء کا کوئی معنی نہیں

[1] أخرجه البخاري (٤٤٢٣).

[2] تفسير القرطبي (٥/ ٣٤٢).

بنا''[1]۔

عن أبي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: أنَّ أَعْرابِيًّا أتى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقال: يا رسولَ الله الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ، وَيُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ، فمَنْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ فَقَالَ: "مَنْ قَاتَلَ، لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ العُلْيَا، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ".

وفي لفظ آخر: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ شَجَاعَةً، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، وَيُقَاتِلُ رِيَاءً، أَيُّ ذَلِكَ فِي سَبِيلِ اللهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا، فَهُوَ فِي سَبِيلِ الله".

وفي لفظ آخر: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الْقِتَالِ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ، فَقَالَ: الرَّجُلُ يُقَاتِلُ غَضَبًا، وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً، قَالَ: فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيْهِ، وَمَا رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيْهِ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ قَائِمًا، فَقَالَ: "مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ".[2]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! ایک آدمی مالِ غنیمت کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی لوگوں میں اپنا تذکرہ چھوڑنے کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی اپنی حیثیت دکھانے کے لئے لڑتا ہے ان میں سے اللہ کے راستے میں کون ہے؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے لڑتا ہے وہی اللہ کے راستے میں ہے''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو (طبعی) بہادری کی وجہ سے یا غیرت کی وجہ سے یا ریاکاری کے لئے لڑتا ہے کہ ان میں سے اللہ کے راستے میں کون ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اس لئے لڑے تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو جائے، بس وہی اللہ کے راستے میں ہے''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے جہاد کے بارے میں پوچھا اور کہنے لگا: ''ایک شخص اپنا غصہ نکالنے کے لئے لڑتا ہے اور ایک شخص (قومی) غیرت کی وجہ سے لڑتا ہے''۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف سر مبارک اٹھایا کیونکہ وہ کھڑا ہوا تھا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اس لئے لڑے تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو جائے بس وہی اللہ کے راستے میں ہے''۔

فائدہ: اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مال کے لیے لڑنا، اپنی شہرت اور چرچے کے لیے لڑنا، بہادری دکھانے اور ریا کے لیے لڑنا، غصے، عصبیت، اور دنیوی غیرت میں لڑنا، یہ تمام امور اخلاص کے منافی ہیں۔ اور ان نیتوں پر لڑنے والا شخص جہاد فی سبیل

[1] تأويلات أهل السنة (٣/ ٣٣٤).

[2] أخرج هذه الروايات البخاري (١٢٣ و ٢٨١٠ و ٣١٢٦ و ٧٤٥٨)، ومسلم (١٩٠٤).

اللہ کرنے والا مجاہد نہیں ہے۔

عن عَبْد اللَّهِ بْن عمْرٍو رضي الله عنهما أنه قال: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخْبِرْنِي عَنِ الْجِهَادِ وَالْغَزْوِ؟ فَقَالَ: «يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، إِنْ قَاتَلْتَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، بَعَثَكَ اللَّهُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، وَإِنْ قَاتَلْتَ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا بَعَثَكَ اللَّهُ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا، يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، عَلَى أَيِّ حَالٍ قَاتَلْتَ، أَوْ قُتِلْتَ بَعَثَكَ اللَّهُ عَلَى تِيكَ الْحَالِ".[1]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! مجھے جہاد اور قتال کے بارے میں بتایئے“۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے عبد اللہ بن عمرو! اگر تم نے ڈٹ کر اللہ کی رضا کی نیت سے جہاد کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا اور اگر تم نے جہاد کیا ریاکاری یا مال بڑھانے کے لئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا۔ اے عبد اللہ بن عمرو! تم نے جس حال (یعنی نیت) پر قتال کیا یا مارے گئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حالت (اور نیت) پر اٹھائے گا“۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، رَجُلٌ يُرِيدُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَهُوَ يَبْتَغِي عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا أَجْرَ لَهُ". فَأَعْظَمَ ذَلِكَ النَّاسُ، وَقَالُوا لِلرَّجُلِ: عُدْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَعَلَّكَ لَمْ تُفَهِّمْهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، رَجُلٌ يُرِيدُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَهُوَ يَبْتَغِي عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا، فَقَالَ: "لَا أَجْرَ لَهُ". فَقَالُوا: لِلرَّجُلِ عُدْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ الثَّالِثَةَ. فَقَالَ لَهُ: "لَا أَجْرَ لَهُ".[2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کا کچھ مال بھی چاہتا ہے (یعنی اس کی نیت جہاد کی بھی ہے اور مال کی بھی)“۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے“۔ لوگوں پر یہ بات بڑی بھاری گزری اور انہوں نے اس (سوال کرنے والے) شخص سے کہا: ”جاؤ دوبارہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھو، شاید تم انہیں اپنی بات (صحیح طرح سے) سمجھا نہیں سکے“۔ اس شخص نے (حاضرِ خدمت ہو کر) عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کا کچھ مال بھی چاہتا ہے“۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے“۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا: ”تم رسول اللہ ﷺ سے پھر پوچھو“۔ اس نے تیسری بار پوچھا تو

---

[1] أخرجه أبو داود (٢٥١٩) وسكت عنه، وأبو داود الطيالسي في مسنده (٦٢٨) مطولا، والحاكم في المستدرك (٢٤٣٧) وصحح إسناده، ولم يتعقبه الذهبي، وأخرجه البيهقي في السنن الكبير (١٨٥٨٨).

[2] أخرجه ابن المبارك في الجهاد (١/ ١٨٦)، وأبو داود (٢٥١٦) وسكت عنه، وأحمد في مسنده (٧٩٠٠ و ٨٧٩٣)، وابن حبان في صحيحه (٤٦٣٧)، والحاكم في المستدرك (٢٤٣٦) وصحح إسناده، وأخرجه البيهقي في السنن الكبير (١٨٥٩١).

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے“۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رضي الله عنه، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَرَأَيْتَ رَجُلًا غَزَا يَلْتَمِسُ الْأَجْرَ وَالذِّكْرَ، مَالَهُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا شَيْءَ لَهُ» فَأَعَادَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، يَقُولُ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا شَيْءَ لَهُ» ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا، وَ ابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ».[1]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا: ”(یارسول اللہ!) آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو جہاد میں اجر کی بھی نیت رکھتا ہے اور اس بات کی بھی کہ لوگوں میں اس کا تذکرہ کیا جائے۔ ایسے شخص کو کیا اجر ملے گا؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ایسے شخص کے لئے کچھ (بھی اجر) نہیں“۔ اس شخص نے آپ ﷺ سے تین مرتبہ پوچھا اور آپ ﷺ نے تینوں مرتبہ فرمایا: ایسے شخص کے لیے کچھ (بھی اجر) نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ صرف ایسے خالص عمل کو قبول فرماتا ہے جو محض اس کی رضاجوئی کے لئے کیا جائے“۔

فوائد

ان احادیثِ مبارکہ سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں جہاد کی قبولیت کے لیے اخلاص شرط ہے، اور اللہ تعالیٰ جہاد سمیت کوئی بھی عمل قبول نہیں فرماتے جو خالص اللہ کی رضاجوئی کے لیے نہ کیا گیا ہو۔ جہاد فی سبیل اللہ کے جس قدر فضائل قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں اور جن کا ذکر آگے کتاب میں آئے گا، وہ تمام اخلاصِ نیت سے جہاد کرنے والوں کو ملیں گے۔

۲۔ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی دنیوی غرض سے مجاہد کی نیت پاک ہو۔ نہ وہ لوگوں کو دکھانے اور ریا کے لیے لڑے، نہ وہ اپنی بہادری کے اعلان اور لوگوں میں نام بنانے کے لیے لڑے، نہ اس کی لڑائی کا محرک قومی غیرت یا قبائلی عصبیت ہو۔ یہ تمام چیزیں اس کے عمل کو ضائع واکارت کرنے والی ہیں۔

۳۔ اخلاص میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مجاہد صرف اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے ہدف پر لڑے۔ اس کا ہدف کوئی قومیت ووطنیت کا نعرہ نہ ہو اور نہ ہی کسی جماعت یا گروہ کی عصبیت وسربلندی اس کا مقصد ہو اور نہ ہی کرسی واقتدار اس کا مطمحِ نظر ہو۔ اس کا مقصدِ جہاد یہ ہو کہ وہ دشمنانِ اسلام کے خلاف لڑکر اسلام کو غالب ونافذ کرے گا۔ ایسا مجاہد اللہ کے راستے میں لڑنے والا

---

[1] أخرجه النسائي في المجتبى (٣١٤٠) وفي الكبرى (٤٣٣٣)، وجوّد إسناده ابن رجب في جامع العلوم والحكم (١/ ٨١)، وابن حجر في الفتح (٦/ ٢٨)، والعراقي في تخريج الإحياء (ص: ١٧٥٤)، وقد عزا هذا الحديث ابن حجر وابن النحاس إلى سنن أبي داود لكن لم أجده في المطبوع.

مجاہد ہے۔

لہٰذا راہِ جہاد میں نکلنے والے ہر مجاہد کو اللہ کا خوف اور تقویٰ اختیار کرنا چاہیے، اپنی نیت کو اللہ کی رضا اور اسلام کی سربلندی کے لیے خالص کر لینا چاہیے اور ہر قسم کی دنیوی اغراض اور خواہشات کو اپنے دل سے نکال دینا چاہیے۔ اسی میں دنیا میں بھی کامیابی اور فتح ونصرت ملنے کی امید ہے اور یہی آخرت میں ابدی کامیابیوں اور فضائل کا راستہ ہے۔

فصل

جہاد میں پیش آنے والی مختلف نیتوں کا بیان

ہم نے پڑھ لیا ہے کہ عبادات کے قبول ہونے اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لئے اخلاصِ نیت شرط ہے۔ پھر وہ عبادت جس میں ریاکاری اور نفاق شامل ہو، ضائع ہو جاتی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ دوسری عبادات میں اگر ایک بار ریاکاری ہو گئی تو اگلی بار انسان مکمل اخلاص کے ساتھ اس عمل کو سرانجام دے کر پچھلی غلطی کی بھی تلافی کر سکتا ہے۔ لیکن جہاد میں اگر ریاکاری یا نفاق شامل ہو گیا اور انسان کی جان چلی گئی تو اب تلافی کا بھی موقع نہیں ملے گا۔

اس لئے جہاد میں خصوصی طور پر نیت کو درست اور خالص رکھنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اگر خدانخواستہ اس میں کوئی نقصان ہو گیا تو پھر وہ نقصان ہمیشہ کا عذاب اور وبال بن جائے گا۔ یہاں ہم جہاد کی مختلف نیتوں اور ان کے احکامات کو مختصراً بیان کرتے ہیں۔

جہاد کی نیتیں بہت زیادہ ہیں، کیونکہ لوگ مختلف نیتوں اور مختلف مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں۔ ان سب نیتوں کو ذکر کرنا تو ممکن نہیں ہے، البتہ وہ نیتیں اور مقاصد جو عام طور پر لوگوں میں پائے جاتے ہیں ہم انہی کو ان کے احکام کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

پہلی نیت؛ خالص اللہ کی بندگی بجالانے کی نیت

جو شخص اس لئے جہاد کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور بندہ ہونے کی حیثیت سے مجھ پر اس کا حکم ماننا لازم ہے۔ یعنی یہ شخص بندگی وعبادت کے لئے جہاد کو ضروری سمجھتا ہے، حتیٰ کہ اس کے ذہن کی توجہ آخرت میں ملنے والے اجر و ثواب یا عذاب کی طرف سرے سے نہیں جاتی۔ یہ نیت بہت اعلیٰ درجہ کی ہے، مگر یہ بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔

واقعہ

اس نیت سے جہاد کرنے کا ایک واقعہ امام ابو المظفر سبط ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے 'جوہرۃ الزمان' میں عباس بن یوسف رحمۃ

اللہ علیہ سے نقل فرمایا ہے[1]۔ وہ کہتے ہیں کہ: میسرۃ الخادم نے ہمیں بتایا ہے کہ ہم جہاد میں مشغول تھے، ہم نے صفوں کے درمیان ایک نوجوان کو دیکھا جس نے دشمن کے میمنہ (لشکر کے دائیں بازو) پر حملہ کیا اور اسے پیس ڈالا، پھر اس نے میسرہ (یعنی لشکر کے بائیں جانب) پر حملہ کیا اور اسے بھی کچل دیا۔ اس نوجوان نے سر پر لوہے کا خود پہن رکھا تھا۔ پھر اس نے لشکر کے قلب پر حملہ کیا اور اسے بھی الٹ دیا۔ پھر اس نے اشعار پڑھے۔

أَحْسِنْ بِمَوْلاَكَ سَعِيدُ ظَنَّا　　هَذا الَّذِي كُنْتَ لَهُ تَمَنَّى

تَنَحَّ يَا حُورَ الْجِنَانِ عَنَّا　　لَا فيكِ قَاتَلْنَا ولا قتلْنَا

لكنْ إِلى سَيِّدِنا اشْتَقْنَا　　قَدْ عَلِمَ السِّرَّ وَمَا أَعْلَنَّا

(اے سعید! تو اپنے رب سے اچھا گمان کر
یہ وہ ہے جس کی تو اس کے لئے تمنا کرتا ہے۔
اے جنت کی حورو! ہم سے دور ہٹ جاؤ،
ہم نے نہ تمہارے لئے جہاد کیا ہے اور نہ تمہارے لئے کسی کو قتل کیا ہے۔
ہم تو بس اپنے مولیٰ کے مشتاق ہیں،
جو ہمارے ظاہر کو بھی جانتا ہے اور پوشیدہ کو بھی)

پھر اس نے دشمنوں پر حملہ کیا اور اشعار پڑھے:

قَد كُنْتُ أَرْجُو ورَجَائِي لَمْ يَخِبْ　　أَلاَّ يَضِيعَ الْيَوْمَ كَدِّي وَالطَّلَبْ

يَا مَنْ مَلاَ تِلْكَ الْقُصُورَ باللُّعَبْ　　لَوْلاَكَ مَا طَابَتْ وَلا طَابَ الطَّرَبْ

(میں امید رکھتا ہوں اور میری امید ناکام نہیں ہوئی
کہ آج کے دن کی محنت اور تھکاوٹ ضائع نہ ہو۔
اے وہ (اللہ) جس نے جنت کے محلات کو خوبصورت حوروں سے بھر دیا،
آپ نہ ہوں تو نہ یہ سب مرغوب ہے اور نہ کسی عیش والی چیز میں لطف ہے)

پھر اس نے حملہ کیا اور کافی تعداد میں کافروں کو قتل کرکے پھینک دیا۔ پھر اس نے اشعار پڑھے:

يَا لُعْبَةَ الخُلْدِ قِفِي ثُمَّ اسمَعِي　　لا فِيكِ قَاتَلْنَا فَكُفِّيْ وَارْجِعِيْ

ثُمَّ ارْجِعِيْ إِلَى الجِنَانِ واسْرِعِيْ　　لَا تَطْمَعِيْ لَا تَطْمَعِيْ لَا تَطْمَعِيْ

---

[1] نقل المصنف هذه القصة عن كتاب جوهرة الزمان في تذكرة السلطان لسبط ابن الجوزي، وهذا كتاب له آخر غير كتابه مرآة الزمان، وهو مفقود الآن، لكني وجدت الإمام أبا نعيم الأصبهاني قد أسندها إلى عباس بن يوسف كما في حلية الأولياء (١٠/ ١٦٥).

(اے جنت کی حور! رک جا اور سن

ہم نے تیری خاطر جہاد نہیں کیا، تو واپس لوٹ جا

تو جلدی جنت کی طرف لوٹ جا اور

(ہماری) خواہش نہ کر، خواہش نہ کر، خواہش نہ کر۔)

اس کے بعد اس نے پھر حملہ کیا اور (اللہ کا یہ سچا عاشق) لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔

دوسری نیت؛ اللہ کا کلمہ سربلند کرنے اور کفر کا کلمہ نیچا کرنے کی نیت

بعض لوگ اسلام کے لیے غیرت اور اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے اور کفر اور اہلِ کفر کو نیچا کرنے کے لیے جہاد کرتے ہیں۔ یہ دونوں نیتیں (یعنی پہلی اور دوسری) بلاشبہ بہت اعلیٰ درجے کی نیتیں ہیں اور ان کے درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور یہ دونوں نیتیں اللہ کے ہاں بڑی کامیابی کا ذریعہ ہیں۔ کسی مجاہد کی اگر یہ نیت ہو تو اس کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ اپنے عمل کو چھپانے کی انتہائی کوشش کرے گا اور اپنے عمل پر فخر نہ کرے گا اور خواہش کرے گا کہ کوئی اس کے اعمال کا تذکرہ نہ کرے۔ اور دنیا میں اس کے کسی بھی عمل کے اظہار کی بجائے اس پر خوش ہوگا کہ اس کے ہر عمل کو صرف اللہ جانتے ہوں اور وہ اللہ کے یہاں محفوظ ہو۔

تیسری نیت؛ جنت اور اس کی نعمتوں کے حصول کی نیت

بعض لوگ صرف جنت، اس کی حوریں اور وہاں کی نعمتیں پانے اور دوزخ اور اس کے عذاب سے بچنے کے لئے جہاد کرتے ہیں اور ان کے دل و دماغ میں اس کے علاوہ اور کوئی ارادہ یا نیت نہیں ہوتی۔ یہ نیت عام طور پر مجاہدین میں پائی جاتی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صرف اتنی نیت شہادت کا مقام پانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ نیت بھی بالکل درست ہے اور اس نیت سے جہاد کرنے والے بے شک کامیاب ہیں۔ امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس مسئلے کے بارے میں ۷۹۵ھ میں اپنے بعض مشائخ سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ یہ نیت بلاشبہ درست ہے۔ ویسے بھی اگر دلائل پر غور کیا جائے تو خود اللہ تعالیٰ نے جنت کا تذکرہ فرما کر جہاد کی ترغیب دی ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ [التوبہ:۱۱۱]

ترجمہ: ”بیشک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات کے بدلے خرید لیے ہیں کہ جنت انہی کی ہے“۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾[الصف:۱۰۔۱۲]

ترجمہ: ”اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کا پتہ دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا دے؟ (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیے بہترین بات ہے، اگر تم سمجھو۔ اس کے نتیجے میں اللہ تمہاری خاطر تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں ان باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور ایسے عمدہ گھروں میں بسائے گا جو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں واقع ہوں گے۔ یہی زبردست کامیابی ہے“۔

اس طرح کی آیات بہت زیادہ ہیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے جنت کا تذکرہ فرما کر جہاد کی ترغیب دی ہے۔ امام تقی الدین ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مسئلے میں بطور دلیل وہ روایت پیش فرمائی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قُومُوا إِلَى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ[1]. ”اٹھو اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین جیسی ہے“ تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ہاتھ سے کھجوریں پھینک دیں اور لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ ظاہر سی بات ہے کہ وہ جنت پانے کے لئے آگے بڑھے تھے۔

امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”شریعت نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ جنت کی خاطر کئے جانے والے اعمال بلاشبہ اللہ کے نزدیک مقبول ہوتے ہیں، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے جنت اور نیک اعمال کرنے والوں کے لیے جو نعمتیں وہاں تیار کر رکھی ہیں، سب کا تذکرہ لوگوں کو عمل کی ترغیب دینے کے لیے فرمایا ہے۔ اور یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ خود کسی چیز کی ترغیب دیں اور وہ چیز (یعنی نیت) ٹھیک نہ ہو۔ ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ بعض نیتیں اس سے افضل درجے کی ہیں تو یہ بات مانی جاسکتی ہے، لیکن اس نیت کو عمل میں خرابی کا سبب کہا جائے، تو یہ درست نہیں ہے“۔[2]

جاننا چاہیے کہ یہ تینوں نیتیں مقصد حاصل کرنے کے لیے کافی ہیں اور آخرت میں کامیابی کی ضامن ہیں۔ البتہ اتنا ہے کہ تیسری نیت کی مثال پہلی دونوں نیتوں کی نسبت کسی بھی چیز کی بیرونی کھال کی طرح ہے۔

---

[1] أخرجه مسلم (۱۹۰۱).

[2] إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام (۴/ ۲۴۸).

چوتھی نیت؛ کفار سے اپنے دفاع کی نیت

کچھ لوگ وہ ہیں جن پر اگر جنگ مسلط ہو جائے تو پھر وہ سینہ تان کر لڑتے ہیں اور پیٹھ نہیں پھیرتے اور ان کی نیت اپنا دفاع کرنے کی ہوتی ہے۔ یہ سابقہ تینوں نیتوں والے مجاہدین کے قریب ہے، اگرچہ ان جیسا نہیں ہے۔ یہ شخص بھی اگر مارا گیا تو شہید ہو گا، کیونکہ جب ڈاکوؤں سے اپنا دفاع کرتے ہوئے مارا جانے والا شہید ہے تو اس کے شہید ہونے میں کیا شبہہ ہے جسے دشمنانِ اسلام نے قتل کیا ہو۔

ان میں سے وہ آدمی جو جانتا ہو کہ گرفتار ہونے کی صورت میں وہ قتل نہیں کیا جائے گا، اس کے باوجود وہ لڑنے کو ترجیح دے، اس لڑنے والے آدمی سے افضل ہے جسے معلوم ہو کہ گرفتاری کی صورت میں وہ مارا جائے گا۔ البتہ وہ آدمی جس کے لئے میدان سے فرار جائز نہ تھا، اگر فرار ہوتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید نہیں ہے، اگرچہ دنیاوی طور پر شہید کے احکام اس پر جاری ہوں گے (یعنی غسل وغیرہ نہیں دیا جائے گا)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میدانِ جنگ سے بھاگنا کبیرہ گناہ ہے اور اس سے حضورِ اکرم ﷺ پناہ مانگا کرتے تھے، لہٰذا جو اس کا مرتکب ہو گا وہ شہادت کا مقام نہیں پائے گا۔

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رضي الله عنه، يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَامَ فِيهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَالْإِيمَانَ بِاللهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ، تُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ، إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ"، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَيْفَ قُلْتَ؟" قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَتُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ، وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ، إِلَّا الدَّيْنَ، فَإِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِي ذَلِكَ".[1]

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ خطاب کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ افضل ترین اعمال ہیں۔ پس ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ”اے اللہ کے رسول! آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا میرے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے؟“ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”کیوں نہیں! اگر تم اللہ کی راہ میں مارے گئے، اس حال میں کہ تم صبر کرتے ہوئے، اللہ سے اجر کی امید رکھتے ہوئے، آگے بڑھتے ہوئے، نہ کہ پیٹھ پھیرتے ہوئے مارے جاؤ“۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے کیا سوال کیا تھا؟“ اس شخص نے کہا: ”آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا میرے

[1] أخرجه مسلم (١٨٨٥).

تمام گناہ معاف ہو جائیں گے ؟'' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! اگر تم اللہ کی راہ میں مارے گئے، اس حال میں کہ تم صبر کرتے ہوئے، اللہ سے اجر کی امید رکھتے ہوئے، آگے بڑھتے ہوئے، نہ کہ پیٹھ پھیرتے ہوئے مارے جاؤ۔ ہاں، ماسوائے قرض کے، کہ جبریلِ امین علیہ السلام نے مجھے ابھی ایسا فرمایا ہے''۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص پیٹھ پھیرتے ہوئے مارا جائے، ایسی حالت میں کہ شرعاً اس کے لیے فرار جائز نہ تھا، تو وہ شہید نہیں ہے، والعیاذ باللہ۔ رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے:

وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أَمُوتَ فِي سَبِيلِكَ مُدْبِرًا.[1]

''(اے اللہ!) میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ پیٹھ پھیرتے ہوئے مارا جاؤں''۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرحِ مسلم میں فرمایا:

''شہید تین طرح کے ہیں؛

ایک وہ جو دنیا میں بھی شہید کے حکم میں ہے اور آخرت میں بھی شہید کے حکم میں ہے، اور یہ وہ مقتول ہے جو کفار سے لڑتے ہوئے مارا جائے۔

دوسرا وہ جو آخرت میں شہید کے حکم میں ہے، لیکن دنیا میں اس پر شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے، اور یہ وہ ہیں جن کا یہاں حدیث میں ذکر ہوا ہے (یعنی طاعون میں، پیٹ کے مرض میں اور ڈوب کر فوت ہونے والا)۔

تیسرا وہ جو دنیا میں شہید کے حکم میں ہے، لیکن آخرت میں شہید نہیں کہلائے گا، اور یہ وہ ہے جو اس حال میں مارا جائے کہ اس نے غنیمت میں چوری کی تھی یا وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ رہا تھا''۔[2]

پانچویں نیت: مجاہدین کی تکثیرِ سواد کی نیت

کچھ لوگ جہاد میں صرف مجاہدین کی تعداد بڑھانے کی نیت سے نکلتے ہیں، ان کی نیت قتل ہونے یا قتل کرنے کی نہیں ہوتی۔ ایسا شخص بھی اگر مارا جائے تو شہید ہو گا، کیونکہ جو کسی قوم کی تعداد بڑھاتا ہے وہ انہی میں سے ہوتا ہے۔

چھٹی نیت: رضائے الٰہی کے ساتھ ساتھ غنیمت حاصل کرنے کی نیت

کوئی شخص ایسا بھی ہوتا ہے جو جہاد کرتا ہے اور اس کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ہوتی ہے اور غنیمت حاصل کرنا بھی۔ اور اگر کہیں صرف جہاد کے لئے نکلنا پڑے اور غنیمت ملنے کا امکان نہ ہو تو اس صورت میں بھی وہ گھر نہیں بیٹھتا بلکہ جہاد میں نکل کھڑا

---

[1] جزء من حديث أبي اليسر السلمي رضي الله عنه، أخرجه أبو داود (١٥٥٢) وسكت عنه، والنسائي (٥٥٣١ - ٥٥٣٣)، وأحمد (١٥٥٢٣)، وصحح إسناده الحاكم (١٩٤٨)، لكن تعقبه الذهبي في التلخيص على علة في سنده، ويُنظر: علل ابن أبي حاتم (٥/ ٤٢٠).

[2] شرح النووي على مسلم (١٣/ ٦٣).

ہوتا ہے۔ البتہ اگر اسے ایسی دو جگہوں پر جہاد کا اختیار دیا جائے جن میں سے ایک جگہ زیادہ مالِ غنیمت ملتا ہے تو وہ زیادہ مالِ غنیمت والی جگہ کو اختیار کرتا ہے۔ اس طرح کی نیت کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک یہ نیت غلط اور فاسد ہے اور ایسی نیت رکھنے والا سزا کا مستحق ہے، کیونکہ اس نے آخرت کے عمل میں دنیا کی نیت شامل کرلی ہے۔

جبکہ دیگر حضرات کے نزدیک یہ نیت درست ہے، اور یہی قول صحیح ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی قول اختیار فرمایا ہے۔ وہ اپنی کتاب 'احیاء علوم الدین' میں لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک یہ ہے کہ عام طور پر مجاہدین اپنے دلوں میں ایسی جنگ جس میں بہت غنیمت ملتی ہو اور ایسی جنگ جس میں غنیمت نہ ہو، ان دو کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ اور یہ کہنا بھی درست نہیں کہ اگر کوئی یہ فرق اپنے دل میں رکھے تو اس سے مجاہدین کے جہاد کا ثواب مکمل ضائع ہو جاتا ہے۔ بلکہ درست اور برحق بات یہ ہے کہ اگر اصلی مقصد اور قوی محرک اعلائے کلمۃ اللہ ہو اور غنیمت کی رغبت اس اصلی مقصد کے تابع ہو تو اس سے جہاد کا ثواب ضائع نہیں ہوتا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ایسے آدمی کا ثواب اس آدمی سے کم ہوتا ہے جو بالکل غنیمت کی طرف التفات نہیں کرتا، کیونکہ غنیمت کی طرف تھوڑا سا دھیان جانا بھی بہر حال اجر میں نقصان و کمی (کا باعث) ہے"۔[1]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے یہی ثابت ہوا کہ یہ نیت بھی درست ہے اور جو اس نیت کے ساتھ مارا جائے، وہ شہید ہوگا، لیکن اس کا رتبہ پہلی تین نیتوں والوں سے کم ہوگا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس نیت کو درست قرار دیا ہے۔ آپ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کا (بدر کے موقع پر) قافلے کے پیچھے نکلنا غنیمت حاصل کرنے کے لیے نکلنے کے جواز پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ غنیمت حلال کمائی ہے۔ اور یہ بات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو رد کرتی ہے، انھوں نے اسے مکروہ خیال کیا اور کہا کہ ایسا کرنا دنیاداری کے لیے جنگ کرنا ہے۔ اور حدیث میں وارد ہوا کہ فی سبیل اللہ مجاہد وہی ہے جو اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے جنگ کرے، نہ کہ وہ جو غنیمت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرے، تو اس سے مراد وہ شخص ہے جس کی واحد نیت مال حاصل کرنا ہو اور دین (کی سربلندی) کی کوئی نیت اس کی نہ ہو"۔[2]

امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل بہت اچھی ہے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو قریش کے ایک قافلے پر حملے کے لئے بھیجا تھا۔ اس قافلے میں سفیان بن امیہ، حاطب بن

---

[1] إحياء علوم الدين (٤/ ٣٨٥).

[2] تفسير القرطبي (٧/ ٣٧٦).

عبد العزی اور عبد اللہ بن ابو ربیعہ تھے اور ان کے ساتھ بہت زیادہ مال اور تیس ہزار درہم کی مقدار کی چاندی تھی اور ان کا رہبر فرات بن حیان تھا۔ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے 'نجد' میں 'قردہ' نامی مقام پر اس قافلے پر حملہ فرمایا۔ آپ اس قافلے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے، لیکن دشمن کے بڑے بھاگ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مالِ غنیمت لے کر حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس میں سے آپ ﷺ نے بیس ہزار درہم خمس نکالا اور باقی مال مجاہدین میں تقسیم فرما دیا، فرات بن حیان جو گرفتار ہوئے تھے وہ مسلمان ہوگئے۔[1]

اسی طرح یہ بات بھی اس نیت کی درستگی کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ پر ایمان والوں کو خود مالِ غنیمت کی ترغیب دی ہے، مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا﴾[الفتح:۲۰]

ترجمہ: "اللہ نے تم سے بہت سے مالِ غنیمت کا وعدہ کر رکھا ہے جو تم حاصل کروگے"۔

امام ابو داوٗد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب 'سنن ابی داوٗد' میں باب باندھا ہے؛ 'باب اس شخص کے بارے میں جو اجر اور غنیمت دونوں کی نیت سے جہاد کرتا ہے'۔ اس کے بعد انھوں نے یہ روایت ذکر فرمائی ہے۔

عَنْ عَبدِاللهِ بْنِ حَوالَةَ رضي الله عنه قال: "بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَغْنَمَ عَلَى أَقْدَامِنَا فَرَجَعْنَا، فَلَمْ نَغْنَمْ شَيْئًا، وعَرَف الجَهد في وُجُوهِنا".[2]

سیدنا عبد اللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: "حضور اکرم ﷺ نے ہمیں روانہ فرمایا، تاکہ ہم مالِ غنیمت حاصل کریں، (مگر) ہم بغیر غنیمت حاصل کئے واپس آگئے اور مشقت کے آثار ہمارے چہروں پر نظر آرہے تھے"۔

اس حدیث شریف میں یہ الفاظ کہ 'ہمیں غنیمت پانے کے لئے بھیجا' ہمارے موقف کی دلیل بنتے ہیں۔ جہاں تک سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت کا تعلق ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کے لئے جو جہاد میں دنیا کمانے کی نیت سے نکلے، ارشاد فرمایا: "لا اجر لہ" (اس کے لئے کوئی اجر نہیں)۔ امام ابو داوٗد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ارشاد سیدنا عبد اللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے پہلے ذکر فرمایا ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو جہاد میں صرف دنیا کمانے کی نیت سے نکلتا ہے اور وہ اللہ کی رضا کی نیت نہیں کرتا۔ اس کے بعد سیدنا عبد اللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لاکر یہ ثابت کر دیا کہ جو شخص اللہ کی رضا کی نیت بھی رکھے اور غنیمت بھی چاہتا ہو تو یہ نیت درست اور عند اللہ مقبول ہے۔

---

[1] الطبقات الكبرى لابن سعد (٢/ ٦٣).

[2] أخرجه أبو داود (٢٥٣٥) وسكت عنه، وأحمد (٢٢٤٨٧)، وأبو يعلى في مسنده (٦٨٦٧)، والحاكم في المستدرك (٨٣٠٩)، والضياء في المختارة (٩/ ٢٧٥) برقم: (٢٣٨)، وحسنه ابن حجر في فتح الباري (٦/ ٢٩).

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طریقے سے ان دونوں احادیث کو ذکر فرمایا ہے اور اس سے بھی ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أَظَلَّتْكُمْ فِتَنٌ، كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، أَنْجَى النَّاسِ مِنْهَا صَاحِبُ شَاهِقَةٍ يَأْكُلُ مِنْ رِسْلِ غَنَمِهِ، أَوْ رَجُلٌ مِنْ وَرَاءِ الدُّرُوبِ آخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ يَأْكُلُ مِنْ فَيْءِ سَيْفِهِ".[1]

"تم پر تاریکی کے ٹکڑے کی طرح فتنے چھا جائیں گے اور لوگوں میں سے سب سے زیادہ ان فتنوں سے بچنے والا وہ شخص ہو گا جو پہاڑ کی چوٹی پر اپنے مویشیوں سے حاصل شدہ روزی کھائے گا، اور وہ شخص ہو گا جو (دشمن کے) راستوں پر اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہو گا اور اپنی تلوار کی روزی (یعنی مالِ غنیمت) میں سے کھاتا ہو گا"۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اغْزُوا تَصِحُّوا وَتَغْنَمُوا".[2]

سیدنا زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم جہاد کرو، صحت اور غنیمت پاؤ گے"۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللَّهُ جَعَلَ رِزْقَ هَذِهِ الْأُمَّةِ فِي سَنَابِكِ خَيْلِهَا وَأَزْجَةِ رِمَاحِهَا مَا لَمْ يَزْرَعُوا، فَإِذَا زَرَعُوا صَارُوا مِنَ النَّاسِ".[3]

"اللہ تعالیٰ نے اس امت کی روزی ان کے گھوڑوں کے سموں اور نیزوں کے سروں میں رکھی ہے جب تک وہ کھیتی باڑی میں مشغول نہیں ہو جائیں گے اور جب کھیتی باڑی میں مشغول ہو جائیں گے تو عام لوگوں کی طرح ہو جائیں گے"۔

---

[1] أخرجه الحاكم في المستدرك مرفوعا (٢٤٦٠ و ٨٥٦٩) وصححه، ولم يتعقبه الذهبي، وأخرجه ابن بطة في الإبانة الكبرى (٧٥٩) مرفوعا، وأخرجه ابن أبي شيبة (٣٧٢٦٣)، وأخرجه عبد الرزاق في مصنفه (وهو في الملحق الذي في آخر المصنف باسم جامع معمر بن راشد) برقم (٢٠٧٣١ و ٢٠٧٦٢) كلاهما عن أبي هريرة موقوفا، ومن طريق عبدالرزاق أخرجه الحاكم في المستدرك موقوفا (٨٣٣١) كذلك وصححه، ولم يتعقبه الذهبي على تصحيح الموقوف، وقد صحح المحقق الألباني المرفوع في السلسلة الصحيحة (١٤٧٨ و ١٩٨٨)، وحكم عليه المحقق محمد عوامة بأن له حكم الرفع، كما في تحقيقه لمصنف ابن أبي شيبة (٣٨٤١٨).

[2] أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٥٤٨) مرسلا، إلا أن فيه ضعيفا كما ذكر ابن النحاس، والألباني، ووثَّق سائر رجاله في السلسلة الصحيحة (٣٣٥٢)، وأخرج أحمد (٨٩٤٥) عن أبي هريرة مرفوعا: (سافروا تصحوا، واغزوا تستغنوا)، وقد أورده السخاوي في المقاصد الحسنة (ص: ٣٨١) وتبعه غيره، إلا أنَّ المناوي صحَّحَ إسناده في التيسير (٢/ ٥١)، وحسّنه الشيخ عوامة في تحقيقه للمصنف (١٩٥٤٨)، وفي الحديث ورواياته كلام عند المحدثين لا يسع المقام لذكره.

[3] أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٤٨٧)، ويحيى بن آدم في الخراج (ص: ٧٦) برقم: (٢٥٥) عن مكحول مرسلا، وجوّد إسناده ابن النحّاس، وكذلك وثق رجال المرسل الشيخ محمد عوامة وذكر أن الشطر الأول منه يشهد له حديث: وجُعل رزقي تحت ظل رمحي، راجع: مصنف ابن أبي شيبة بتحقيقه (١٩٨٣٥)، وضعّف الشيخ الألباني الحديث لإرساله، واستنكر الشطر الثاني منه، وهو قوله: "ما لم يزرعوا" إلخ، وذكر في الشطر الأول نحو ما ذكره الشيخ عوامة. راجع: السلسلة الصحيحة برقم: (١٦٩٤).

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"اجر کی نفی والی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی دو طرح سے تفسیر ہے۔ ایک یہ کہ وہ شخص اپنے بارے میں یہ سوچے کہ وہ جہاد کے لیے نکلا ہے، لیکن در حقیقت وہ مال حاصل کرنے کے لیے نکلا ہو، تو یہ اس زمانے کے منافقین کا عام حال تھا، اور ایسے شخص کے لیے کوئی اجر نہیں۔ دوسری یہ کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو جہاد کی نیت سے نکلا ہے، البتہ اس کی زیادہ نیت دنیوی مال حاصل کرنا ہے، نہ کہ آخرت کا ثواب حاصل کرنا۔ اس کی حالت کی مثال رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں ہے: "جس کسی کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے تھی، تو اس کی ہجرت وہی ہے جو اس کی نیت تھی"۔ اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے کہا تھا جو دو دینار کی اجرت کے لیے جہاد میں نکلا تھا: "بے شک تمہارے لیے دنیا و آخرت میں یہ دو دینار ہی ہیں"۔ البتہ وہ شخص جس کی زیادہ نیت جہاد ہی ہے اور وہ جہاد میں غنیمت بھی حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں شامل ہے: [تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اللہ کا فضل یعنی رزق تلاش کرو] یعنی حج کے راستے میں تجارت کر لو۔ جیسے وہاں حج کا ثواب ضائع نہیں ہوتا تو یہاں جہاد کا ثواب ضائع نہیں ہوتا"۔[1]

ان روایات سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ اگر جہاد میں مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور اس کے ساتھ غنیمت کا بھی ارادہ ہو تو یہ نیت درست ہے، لیکن یہ بات بھی ثابت ہے کہ غنیمت کو پانے یا اس کا ارادہ رکھنے سے جہاد کے اجر میں کمی آجاتی ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ جسے مالِ غنیمت مل جاتا ہے، اسے اپنے اجر کا دو تہائی حصہ دنیا میں مل جاتا ہے اور جن کو مالِ غنیمت نہیں ملتا وہ اپنا پورا اجر پا لیتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ماضی میں ہمارے اسلاف میں سے کئی حضرات مالِ غنیمت سے بچنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان میں حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ وہ جہاد کرتے تھے مگر مالِ غنیمت نہیں لیتے تھے۔ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ کیا آپ کو اس کے حلال ہونے میں کوئی شک ہے تو فرماتے تھے کہ زہد تو حلال میں ہی ہوتا ہے۔

امام ابن النَّحّاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ مالِ غنیمت کو دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا اجر پانے کے لئے چھوڑ دینا ایک افضل عمل ہے۔ اسی طرح اپنے دل سے مال کی لالچ نکالنے کے لئے مالِ غنیمت سے بچنا بھی اچھا ہے۔ البتہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بعض اوقات بعض افراد کے لئے مالِ غنیمت نہ لینا افضل ہوتا ہے تو بعض اوقات بعض افراد کے لئے غنیمت لے لینا زیادہ افضل ہوتا ہے۔ چونکہ اس مسئلے کی تفصیلات بہت زیادہ ہیں اور حالات اور افراد کے اعتبار سے یہ مسئلہ بدلتا رہتا ہے،

---

[1] شرح السير الكبير (١/ ٢٦).

اس لئے ہم اسے ذکر نہیں کر رہے۔ اسی طرح یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض اوقات مالِ غنیمت نہ لینے کے پیچھے دکھاوے اور ریاکاری کا وسوسہ چھپا ہوتا ہے، اس لئے اپنی نیت کو اچھی طرح جانچنے اور درست کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

ساتویں نیت؛ محض مال ودنیا کمانے کی نیت

بعض لوگ جہاد کرتے ہیں اور ان کی نیت صرف دنیا کمانا ہوتا ہے اور عبادت کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔ اگر انھیں ایسی جگہ جہاد کے لئے بلایا جائے جہاں مالِ غنیمت ملنے کا امکان نہ ہو تو وہ تیار نہیں ہوتے۔ ایسا شخص اگر جہاد میں مارا جائے تو وہ شہید نہیں ہوتا اور اسے جہاد کا اجر بالکل نہیں ملے گا۔ یہ فاسد نیت ہے۔

عَن عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضي الله عنه قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ غَزَا فِي سَبِيلِ اللهِ وَلَمْ يَنْوِ إِلَّا عِقَالًا فَلَهُ مَا نَوَى".[1]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلا اور اس نے (جانور باندھنے والی) رسی کی نیت رکھی، تو اسے وہی ملا جس کی اس نے نیت کی“۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ، أَنَّ يَعْلَى ابْنَ مُنْيَةَ رضي الله عنه، قَالَ: آذَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْغَزْوِ وَأَنَا شَيْخٌ كَبِيرٌ لَيْسَ لِي خَادِمٌ فَالْتَمَسْتُ أَجِيرًا يَكْفِينِي، وَأُجْرِي لَهُ سَهْمَهُ، فَوَجَدْتُ رَجُلًا، فَلَمَّا دَنَا الرَّحِيلُ أَتَانِي، فَقَالَ: مَا أَدْرِي مَا السُّهْمَانِ، وَمَا يَبْلُغُ سَهْمِي؟ فَسَمِّ لِي شَيْئًا كَانَ السَّهْمُ أَوْ لَمْ يَكُنْ، فَسَمَّيْتُ لَهُ ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ. فَلَمَّا حَضَرَتْ غَنِيمَتُهُ أَرَدْتُ أَنْ أُجْرِيَ لَهُ سَهْمَهُ، فَذَكَرْتُ الدَّنَانِيرَ، فَجِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ لَهُ أَمْرَهُ، فَقَالَ: "مَا أَجِدُ لَهُ فِي غَزْوَتِهِ هَذِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا دَنَانِيرَهُ الَّتِي سَمَّى".[2]

سیدنا یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ کا اعلان کیا، میں بوڑھا تھا، میرے پاس کوئی خادم نہیں تھا، تو میں نے چاہا کہ ایک خادم تلاش کرلوں اور اس کے لیے بعد میں اس کا حصہ بطور اجرت دے دوں۔ پس مجھے ایک شخص مل گیا۔ جب کوچ کا وقت قریب آیا تو وہ شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا: میں کیا جانوں کہ کتنے حصے ہوں گے اور میرا حصہ کتنا بنے گا؟ میرے لیے اجرت مقرر کردو، خواہ (غنیمت کا حصہ) ملے یا نہ ملے۔ تو میں نے اس کے لیے تین دینار متعین کردیے۔ پس جب غنیمت میں سے اس کا حصہ سامنے آیا تو مجھے تین دینار والی بات یاد

[1] أخرجه النسائي (٣١٣٨ و ٣١٣٩)، وأحمد (٢٢٦٩٢)، والدارمي (٢٤٦٠)، وابن أبي عاصم في الجهاد (٢٦٠)، وصححه ابن حبان (٤٦٣٨)، والحاكم (٢٥٢٢)، ومال إلى عدم ثبوته ابن المنذر في الأوسط (١١/ ١٧٣)، وصححه عبدالحق في الأحكام الوسطى (٣٥٧/٢)، وتعقّبه ابن عبدالقطان في بيان الوهم والإيهام (٤/ ٣٣٩) بأن فيه من لا يُعرف حاله، وحسنه الضياء في المختارة (٤٣٥)، وصححه ابن حجر في فتح الباري (١/ ١١).

[2] أخرجه أبو داود بلفظه (٢٥٢٧) وسكت عنه، وصححه الحاكم (٢٥٣٠)، وأخرجه بنحوه أحمد (١٧٩٥٧) وغيره.

آگئی۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں دنیا و آخرت میں اس کی جنگ میں اس کا حصہ وہی دینار پاتا ہوں جو متعین ہوئے تھے"۔

یہاں یہ سوال آیا کہ آیا ایسی نیت والے شخص کو آخرت میں عذاب ہو گا یا نہیں؟ امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احادیثِ مبارکہ کی بنیاد پر جو بات درست معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ نہ اسے اس عمل پر ثواب ملے گا اور نہ ہی سزا ملے گی۔

آٹھویں نیت؛ ریاکاری اور فخر و شہرت کی نیت

بعض لوگ ریاکاری اور فخر کے لئے لڑتے ہیں اور ان کے دل میں عبادت اور اللہ تعالیٰ سے اجر کا خیال نہیں ہوتا، بلکہ وہ صرف مجاہد یا بہادر کہلانے کے لئے جہاد میں نکلتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کی تعریف نہیں کی جائے گی تو وہ جہاد ہی چھوڑ دیں۔ ایسے لوگ اگر جہاد میں مارے جائیں تو وہ ہر گز شہید نہیں ہوں گے، بلکہ ایسا مقتول ان تین میں سے ایک ہے جن کے ذریعے سب سے پہلے دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ ایسا شخص اللہ کے غصے، اس کی ناراضگی اور دردناک عذاب کا مستحق ہے، کیونکہ وہ ایک عبادت والا کام اللہ کے لئے کرنے کے بجائے اپنی ذات کے لئے شہرت، ناموری اور فخر کے لئے کرتا ہے۔ چنانچہ وہ ایک طرح کے شرک میں مبتلا ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الْيَسِيرُ مِنَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ".[1]

"تھوڑی سی بھی ریاکاری شرک ہے"۔

جب تھوڑا سا دکھاوا شرک ہے تو پھر زیادہ دکھاوا اور وہ بھی مرتے وقت کتنا خطرناک ہو گا؟ اے اللہ! ہم تیری ناراضگی والے کاموں سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضي الله عنه، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " الْغَزْوُ غَزْوَانِ: فَأَمَّا مَنِ ابْتَغَى وَجْهَ اللَّهِ، وَأَطَاعَ الْإِمَامَ، وَ أَنْفَقَ الْكَرِيمَةَ، وَيَاسَرَ الشَّرِيكَ، وَ اتَّقَى الْفَسَادَ، فَإِنَّ نَوْمَهُ وَنَبْهَهُ أَجْرٌ كُلُّهُ، وَأَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَسُمْعَةً، وَعَصَى الْإِمَامَ، وَ أَفْسَدَ فِي الْأَرْضِ، فَإِنَّهُ لَم يَرْجِعْ بالكَفَاف".[2]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جہاد دو طرح کا ہے:۔ جس

---

[1] أخرجه ابن ماجه (٣٩٨٩)، والطبراني في المعجم الكبير (٣٢١)، والحاكم في المستدرك (٤) من حديث معاذ رضي الله عنه، وقال الحاكم: صحيح لا علة له، وضعفه العراقي في تخريج الإحياء (ص: ١١٨٥).

[2] أخرجه أبو داود (٢٥١٥) وسكت عنه، وحسن إسناده ابن النحاس، وأخرجه النسائي (٣١٨٨)، وأحمد (٢٢٠٤٢)، وصححه الحاكم (٢٤٣٥) كلهم مرفوعا، وصححه ابن العربي في عارضة الأحوذي (٧/ ١٥١)، وحسنه ابن عبد البر في الاستذكار (٥/ ١٣٤) مرفوعًا، وقد روي الحديث موقوفا على معاذ رضي الله عنه كما عند مالك في الموطأ (٣/ ٦٦٤) وغيره.

شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت کی اور امیر کی اطاعت کی اور قیمتی مال خرچ کیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا اور فساد سے بچا، تو ایسے مجاہد کا سونا اور جاگنا سب اجر ہے۔ اور جس نے فخر اور ریاکاری کے لئے جہاد کیا اور امیر کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد پھیلایا، تو وہ برابر کا حساب لے کر بھی نہیں لوٹے گا"۔

فائدہ: برابر سے مراد یہ ہے کہ اسے نہ نفع ہو نہ نقصان، نہ ثواب ملے نہ گناہ، لیکن اس شخص کو برابر کا حساب بھی نہیں ملے گا، یعنی وہ گھاٹے میں رہے گا اور گنہگار ہوگا۔

نویں نیت؛ اجر کے ساتھ ساتھ شہرت کی نیت

اور اگر جہاد میں نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سے اجر بھی ملے گا اور لوگوں میں اس کے جہاد، اس کی بہادری اور شجاعت کا تذکرہ بھی ہوگا، چنانچہ وہ ایسی جگہ جہاد نہ کرے جہاں شہرت ملنے کا امکان نہ ہو ایسا شخص بھی شہید نہیں ہے۔ اس بارے میں احادیث پہلے گزر چکی ہیں۔

بعض علمائے کرام کا کہنا ہے کہ ان دونوں نیتوں میں سے جو نیت زیادہ قوی ہوگی، اس کے مطابق اس کا معاملہ ہوگا۔ اگر اجر کی نیت قوی ہوئی تو اجر ملے گا، اور اگر شہرت وریا کی نیت قوی ہوئی، تو عمل ضائع ٹھہرے گا۔ پھر علمائے کرام کے درمیان میں اس مسئلے میں اختلاف ہوا کہ برخلاف سابق نیت کے جو مکمل ریاوالی تھی، اس اجر اور ریا کی ملی جلی نیت پر آخرت میں اس مجاہد کو سزا ملے گی یا نہیں؟ صحیح قول یہ ہے جو احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مجاہد کو سزا نہیں ملے گی، بلکہ اس کی سزا یہی ہے کہ اس کا عمل ضائع گیا اور اسے کچھ اجر نہیں ملا۔

عَنْ أَبِي سَعْدِ بْنِ أَبِي فَضَالَةَ الْأَنْصَارِيِّ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا جَمَعَ اللَّهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ، نَادَى مُنَادٍ: مَنْ كَانَ أَشْرَكَ فِي عَمَلٍ عَمِلَهُ لِلَّهِ، فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِاللَّهِ، فَإِنَّ اللَّهَ أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنْ الشِّرْكِ".[1]

سیدنا ابو سعد انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ اول وآخر تمام انسانوں کو قیامت کے دن... جس کے آنے میں کوئی شک نہیں... جمع فرمائیں گے، تو اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: جس کسی نے کسی عمل میں اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا، تو وہ اس عمل کا ثواب بھی غیر اللہ سے جا کر طلب کر لے، کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ ہونے والی شراکت کے معاملے میں شرکاء میں سے سب سے زیادہ بے پرواہ ہیں"۔

---

[1] أخرجه الترمذي (٣١٥٤)، وقال: حديث غريب، وابن ماجه (٤٢٠٣)، وأحمد في مسنده (١٥٨٣٨)، وابن حبان في صحيحه (٤٠٤ و ٧٣٤٥)، وقال ابن المديني: إسناده صالح يقبله القلب، تهذيب التهذيب (١٢/ ١٠٦)، وجوّد إسناده صاحب كشف المناهج والتناقيح (٤/ ٤١٧)، وضعف إسناده ابن حجر في المطالب العالية (١٣/ ٤٣٥).

اگر کوئی کہے کہ چاہیے تھا کہ اس شخص کو اس کی اجر کی نیت کے بقدر اجر مل جاتا اور ریا کی نیت کے بقدر سزا مل جاتی۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اس کی سزا یہ کم ہے کہ اس کا سارا عمل اکارت گیا، اور اس کا ثواب یہ کم ہے کہ اس سے آخرت کی سزا ہٹ گئی، جیسا کہ ریاکار شخص پر جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی، والعیاذ باللہ۔

دسویں نیت؛ دنیوی مشکلات سے تنگ آکر جہاد میں شرکت کی نیت

اگر کوئی شخص اس نیت سے جہاد کرے تاکہ اسے بے بسی، محتاجگی یا کسی مصیبت سے نجات مل جائے (یعنی وہ شخص کسی مصیبت، بیماری یا قرضے میں مبتلا ہے، اب وہ جہاد میں نکلتا ہے تاکہ شہید ہو کر اس کی جان چھوٹ جائے) اور اس کے دل میں اللہ کی رضا جوئی یا اس کے کلمے کو بلند کرنے کی نیت نہیں ہوتی۔ البتہ وہ شخص اس موت کی طلب میں جہاد کے راستے پر نکلتا ہے، کسی ظالم کے ہاتھ سے مرنے یا ڈاکوؤں کے ہاتھ سے مرنے کی خواہش نہیں کرتا۔ ایسے شخص کے بارے میں بحث کی گنجائش ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ اسے شہید نہ کہا جائے کیونکہ اس کا مقصد رضائے رب اور اعلائے کلمۃ اللہ نہیں ہے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اسے شہید تصور کیا جائے کیونکہ یہ شخص جہاد کے علاوہ کسی دوسرے راستے سے مرنا نہیں چاہتا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کے نہاں خانہ میں اللہ کی ناراضگی سے بچنا، اللہ پر ایمان اور اللہ و رسول کی باتوں پر یقین موجود ہے کہ کفار کے ہاتھوں مرنے والے باعثِ ثواب ہیں۔ اور یہ دوسرا احتمال راجح ہے۔ البتہ ایسا شخص مخلصین کا درجہ نہیں پاتا اور نہ ہی اس کی حالت خالص نیت والے شہداء کی ہے۔ واللہ اعلم

فوائد

اس فصل سے ہمیں معلوم ہوا کہ حکم کے اعتبار سے چار قسم کی نیتیں ہیں۔

۱۔ اول وہ نیت جو مقبول ہے اور اس پر آخرت میں جہاد کا کامل ثواب مرتب ہوگا۔ یہ وہ مجاہدین ہیں جو رضائے الٰہی کے حصول، غلبہ اسلام کے مقصد، جہنم سے نجات اور جنت کے حصول کے لیے جہاد کرتے ہیں۔ یہ وہ اعلیٰ نیت کے حاملین ہیں جو آخرت میں اعلیٰ مقام پانے کے امیدوار ہیں۔ اس نیت کے ساتھ اللہ کے راستے میں جانیں دینے والے وہ خوش نصیب ہیں جو انبیاء کے بعد والا مرتبہ پانے والے ہیں۔

۲۔ دوسری وہ نیت جو مقبول ہے، البتہ اس میں آخرت میں ثواب کامل نہ ہوگا۔ اس سے مراد مجاہد کی یہ نیت ہے کہ وہ اجر کے ساتھ ساتھ مالِ غنیمت کا بھی طلبگار ہے۔ اور اسی طرح ایسا مجاہد جو دنیا کے حالات سے تنگ ہو کر راہِ جہاد میں نکلا ہے۔

۳۔ تیسری وہ نیت جو فاسد ہے اور اس نیت کی بنیاد پر مجاہد کے جہاد کا ثواب ضائع ہو جائے گا، آخرت میں اس کے حصے میں کچھ نہ آئے گا۔ اس میں وہ مجاہد شامل ہے جو محض مالِ غنیمت کے لیے جہاد کرتا ہے، اور وہ جو اجر کے ساتھ ساتھ نام و شہرت کا بھی

طالب ہے۔ اس مجاہد کی حالت کس قدر افسوس کے قابل ہے کہ وہ دنیا میں جہاد کی سختیاں بھی برداشت کرتا ہے، لیکن آخرت میں ان سختیوں کے بدلے میں راحت وآسائش نہیں پاسکے گا۔

۴۔ چوتھی وہ نیت جو نہ صرف فاسد ہے، بلکہ اس کی وجہ سے مذکورہ مجاہد آخرت میں عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اس سے مراد وہ مجاہد ہے جس کا جہاد میں نکلنے کا مقصد رضائے الٰہی کے حصول کی بجائے ریاء وشہرت ونا موری ہے۔ ایسے شخص پر تف ہے جس نے دنیا میں بھی سختی دیکھی ہوگی اور آخرت میں بھی سختی دیکھے گا۔ بلکہ آخرت میں جہنم ہی اس پر بھڑکائی جائے گی، والعیاذ باللہ۔

لہٰذا اے مجاہدین کرام!

ضروری ہے کہ اپنی نیتوں کو ٹٹولیے، اپنا محاسبہ کیجیے اور اپنے دلوں میں آنے والے دنیاوی مقاصد سے دلوں کو پاک کرکے اپنے جہاد کا مقصد خالص اپنے رب کی رضا کے حصول کو بنائیے۔ اور اسی رضائے رب کے حصول کے لیے اپنے دین پر غیرت کیجیے اور اپنی نیت اللہ کے کلمے کی سربلندی، توحید کی بالا دستی اور شریعت کے نفاذ کے لیے درست کیجیے۔ جہنم سے نجات اور جنتوں کے حصول کو اپنا نصب العین بنائیے۔ جہاد واستشہاد کے جس قدر فضائل نصوص میں وارد ہوئے ہیں اور آگے ابواب میں ہم پڑھیں گے، وہ سب اسی اخلاصِ نیت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ جب آپ نے اپنی نیتوں کو خالص کرلیا تو یقین جانیے کہ فتحِ قریب خود آپ کو ملے گی، اور دنیا میں مال وفراوانی کے دروازے اللہ تعالیٰ خود آپ پر کھول دیں گے۔ جب جہاد کے مرحلے میں آپ نے اخلاصِ نیت پر ثابت قدمی دکھائی اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کیا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح کے مرحلے میں بھی آپ کو ثابت قدم رکھیں گے اور دنیا کے فتنوں سے محفوظ رکھیں گے۔

دوسرا باب

کفار کے خلاف جہاد کرنے کا حکم اور ان لوگوں کیلئے سخت وعیدوں کا بیان جو جہاد چھوڑ دیں یا بغیر جہاد کیے مر جائیں

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرۃ:۲۱۶]

ترجمہ: ''تم پر (دشمنوں سے) جنگ کرنا فرض کیا گیا ہے، اور وہ تم پر گراں ہے، اور یہ عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو برا سمجھو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو، حالانکہ وہ تمہارے حق میں بُری ہو، اور (اصل حقیقت تو) اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے''۔

فائدہ: حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب جہاد کی آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ گراں گزری۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا اجر و ثواب ان کی فضیلت اور شہادت کے بعد ان کی زندگی اور ان کیلئے خاص روزی کا بیان فرمایا تو پھر (اللہ تعالیٰ کے وعدں پر) یقین رکھنے والوں نے جہاد پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دی۔ پس انہوں نے جہاد کو اپنا محبوب بنالیا اور اس میں انہیں خوب رغبت ہوگئی۔ یہاں تک کہ وہ حضور اکرم ﷺ سے جہاد میں جانے کیلئے سواری مانگتے تھے۔ مگر جب اللہ کے رسول ان کے لئے سواری نہ پاتے تو وہ روتے ہوئے واپس لوٹتے تھے اس غم میں کہ ان کے پاس جہاد کیلئے خرچہ نہیں ہے۔[1]

اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ [البقرۃ:۲۵۱]

ترجمہ: ''اگر اللہ لوگوں کا ایک دوسرے کے ذریعے دفاع نہ کرے تو زمین میں فساد پھیل جائے، لیکن اللہ تمام جہانوں

---

[1] الجهاد لابن المبارك (١/ ٦٦).

پر بڑا فضل فرمانے والا ہے"۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ [التوبة:٢٩]

ترجمہ: "وہ اہل کتاب جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، نہ یوم آخرت پر اور جو اللہ اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے، اور نہ دین حق کو اپنا دین مانتے ہیں ان سے جنگ کرو، یہاں تک کہ وہ خوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں"۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ [الحج:٤٠]

ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں جنہیں صرف اتنی بات پر اپنے گھروں سے ناحق نکالا گیا ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ (کے شر) کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں اور کلیسا اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، سب مسمار کر دی جاتیں۔ اور اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کریں گے۔ بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا، بڑے اقتدار والا ہے۔"

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں امام عبد اللہ الحلیمی اپنی کتاب شعب الایمان میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں یہ بات کھول کر سمجھا دی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ [مجاہد] مسلمانوں کے ذریعے سے مشرکوں کو نہ روکیں اور مسلمانوں کو اس بات کی قوت عطانہ فرمائیں کہ وہ مشرکوں اور کافروں سے مرکزِ اسلام کا دفاع کر سکیں اور کافروں کی طاقت کو توڑ سکیں اور ان کی قوت کو پارہ پارہ کر سکیں، تو شرک زمین پر چھا جائے گا اور دین تباہ و برباد ہو جائے گا۔

پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ جہاد ہی دین کی بقا اور دینداروں کی اپنی عبادات میں آزادی کا واحد راستہ ہے۔ جب جہاد کا یہ مقام ہے تو وہ اس بات کا حقدار ہے کہ وہ ارکانِ ایمان میں سے ایک رکن ہو۔ اور مسلمانوں کو چاہیے کہ جس قدر ہو سکے وہ اپنے اندر جہاد کرنے کی حد درجہ حرص پیدا کریں"۔[1]

[1] المنهاج في شعب الإيمان (٢/ ٤٦٦).

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَمَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ، وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ".[1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ بیان فرماتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں، جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں۔ پس جو لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلے تو اس کی جان ومال... سوائے شرعی حق کے... مجھ سے محفوظ ہو جائے گی اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہو گا''۔

عَنْ بَشِيرِ بنِ الخَصاصِيَّةِ رضي الله عنه قال: أتَيتُ رسولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لأُبايِعَه على الاسلامِ فاشتَرَطَ عليَّ: "تَشهَدُ أن لا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وأَنَّ محمدًا عبدُه ورسولُه، وتُصَلِّي الخَمسَ وتَصومُ رَمَضانَ، وتُؤَدِّي الزَّكاةَ، وتَحُجُّ البَيتَ، وتُجاهِدُ في سَبيلِ اللهِ". قال: قُلتُ: يا رسولَ اللَّهِ، أمّا اثنَتانِ فلا أُطيقُهُما، أمّا الزَّكاةُ فما لي إِلَّا عَشرُ ذَودٍ هُنَّ رِسْلُ أهلِي وحَمولَتُهُم، وأَمَّا الجِهادُ فيَزعُمونَ أنَّه مَن ولَّى فقَد باءَ بغَضَبٍ مِن اللَّهِ، فأَخافُ إذا حَضَرَنِي قِتالٌ كَرِهتُ المَوتَ وجَشِعَت نَفسِي. قال: فقَبَضَ رسولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَه، ثُمَّ حَرَّكَها، ثُمَّ قال: "لا صَدَقةَ ولا جِهادَ، فبِمَ تَدخُلُ الجَنَّةَ؟!". قال: ثُمَّ قُلت: يا رسولَ اللَّهِ، أُبايِعُكَ. فبايَعَنِي عَلَيهِنَّ كُلِّهِنَّ.[2]

سیدنا بشیر بن الخصاصیہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں اسلام پر بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے میرے سامنے یہ شرطیں رکھیں کہ تم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دوگے، پانچ وقت کی نمازیں پڑھوگے، زکوٰۃ ادا کروگے، بیت اللہ شریف کا حج کروگے، اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کروگے۔ میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! ان میں سے دو چیزوں (یعنی زکوٰۃ اور جہاد) کی میں طاقت نہیں رکھتا۔ زکوٰۃ کی طاقت اس لئے نہیں رکھتا کہ میرے پاس چند اونٹ ہیں جو میرے گھر والوں کے دودھ اور سواری کے کام آتے ہیں، اور جہاد کی طاقت اس لئے نہیں رکھتا کہ لوگ کہتے ہیں جو شخص جہاد میں پیٹھ پھیر کر میدان سے بھاگ جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دے گا۔ میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میدانِ جنگ میں میں موت سے ڈر جاؤں اور میرا دل گھبرا جائے (اور میں بھاگ کھڑا ہوں)''۔ سیدنا ابن الخصاصیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (یہ بات سن کر) حضور اکرم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اسے ہلایا اور فرمایا: ''نہ صدقہ دوگے، نہ جہاد کروگے تو جنت

---

[1] أخرجه البخاري (٢٩٤٦)، ومسلم (٢١).

[2] أخرجه أحمد (٢١٩٥٢)، والطبراني في المعجم الكبير (١٢٣٣)، والبيهقي في السنن الكبير (١٧٨٥٤)، وصححه الحاكم (٢٤٢١)، ولم يتعقبه الذهبي، ووثق الهيثمي رجال أحمد، مجمع الزوائد (١/ ٤٢).

میں کیسے داخل ہوگے؟" فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ سے (تمام شرطوں کے ساتھ) بیعت کرتا ہوں۔ پس آپ ﷺ نے مجھے ان تمام چیزوں پر بیعت فرمالیا۔

فائدہ: امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے لیے جہاد اور صدقہ بھی اسی طرح شرط ہے جس طرح توحید اور نماز، روزہ اور حج شرط ہے"۔[1]

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُفَيْلٍ الْكِنْدِيِّ رضي الله عنه، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَذَالَ النَّاسُ الْخَيْلَ، وَوَضَعُوا السِّلَاحَ، وَقَالُوا: لَا جِهَادَ قَدْ وَضَعَتِ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا، فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهِ، وَقَالَ: "كَذَبُوا، الْآنَ الْآنَ جَاءَ الْقِتَالُ، وَلَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ، وَيُزِيغُ اللَّهُ لَهُمْ قُلُوبَ أَقْوَامٍ، وَيَرْزُقُهُمْ مِنْهُمْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ، وَحَتَّى يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ، وَالْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَهُوَ يُوحَى إِلَيَّ أَنِّي مَقْبُوضٌ غَيْرَ مُلَبَّثٍ، وَ أَنْتُمْ تَتَّبِعُونِي أَفْنَادًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، وَعُقْرُ دَارِ الْمُؤْمِنِينَ الشَّامُ".[2]

سیدنا سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے کہا: "یارسول اللہ! لوگوں نے گھوڑوں کو اہمیت دینا چھوڑ دی ہے۔ اور انہوں نے اسلحہ رکھ دیا ہے۔ اور یہ کہنے لگے ہیں کہ اب جہاد نہیں رہا، جنگ ختم ہوچکی ہے"۔ (یہ سن کر) حضور اکرم ﷺ نے اپنے چہرۂ انور کا رخ لوگوں کی طرف کیا، اور ارشاد فرمایا: "یہ لوگ غلط کہتے ہیں، جہاد تو ابھی شروع ہوا ہے۔ اور میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق (کو غالب کرنے) کے لیے جہاد کرتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کی خاطر کچھ لوگوں کے دل ٹیڑھے کرے گا اور ان کے ذریعے ان (مجاہدین) کو رزق عطا فرماتا رہے گا۔ یہ (مجاہدین) قیامت تک جہاد کرتے رہیں گے اور (جہاد کی نیت سے رکھے گئے) گھوڑوں کی پیشانی میں قیامت تک کیلئے خیر رکھ دی گئی ہے۔ اور مجھے وحی کی گئی ہے کہ میں دنیا میں رہنے والا نہیں، بلکہ عنقریب فوت ہوجاوں گا۔ اور تم میرے بعد گروہوں میں بٹ جاوگے اور ایک دوسرے کی گردنیں کاٹوگے۔ اور (قریبِ قیامت فتنوں کے دور میں) ایمان والوں کا اصل مرکز شام ہوگا"۔

عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ، وَ أَنْفُسِكُمْ، وَأَلْسِنَتِكُمْ ".[3]

---

[1] كلمة الإخلاص وتحقيق معناها (ص: ١٧).

[2] أخرجه النسائي (٣٥٦١) وهذا لفظه، وبنحوه أحمد (١٦٩٦٥)، والبزار في مسنده (٣٧٠٢)، والطبراني في الكبير (٦٣٦٠)، وغيرهم، وصححه عبد الحق في الأحكام الوسطى (٣/ ١٠)، وصحح سنده الطبري في مسند عمر من تهذيب الآثار (٢/ ٨٢٦).

[3] أخرجه أبو داود (٢٥٠٤) وسكت عنه، والنسائي (٣٠٩٦)، وأحمد (١٢٢٤٦)، وصححه ابن حِبّان (٤٧٠٨)، والحاكم (٢٤٢٧).

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جہاد کرو مشرکوں کے ساتھ اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے"۔

فائدہ: ألسنتکم [یعنی اپنی زبانوں سے جہاد کرو] کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کو ایسی سخت باتیں سناؤ جو انھیں بری لگیں اور انھیں ان باتوں کے سننے سے تکلیف ہو۔

حضرت نجدہ بن نفیع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قرآن مجید کی اس آیت ﴿إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ [التوبة:٣٩] یعنی [اگر تم جہاد میں نہیں نکلوگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا] کا مطلب پوچھا تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلے کو جہاد میں نکلنے کا حکم دیا تو انہوں نے سستی کی، پس اللہ تعالیٰ نے ان پر بطور عذاب کے بارش بند کر دی۔[1]

فائدہ: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا﴾ [التوبة:٤١] اس کا عام طور پر ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ جہاد میں نکل پڑو، ہلکے اور بوجھل۔ ہلکے اور بوجھل یا خفیف و ثقیل سے کیا مراد ہے؟ امام ابن النّحاس رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت کیلئے کئی آثار پیش فرمائے ہیں:

حضرت ابو راشد الحبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ کی زیارت کی، وہ حمص (نامی شہر) میں کسی صراف کے چھوٹے صندوق پر بیٹھے ہوئے تھے اور جہاد میں تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دے دیا ہے۔ پھر آپ اس بڑھاپے میں جہاد کی مشقت میں خود کو کیوں ڈال رہے ہیں۔ سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منافقوں کے راز کھولنے والی سورۃ (یعنی سورۃ توبہ) مجھے نہیں بیٹھنے دیتی۔ (اس سورۃ میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا [یعنی جس حال میں بھی ہو جہاد میں نکلو]۔[2]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بھی خفافا و ثقالا کی یہی تفسیر فرماتے ہیں، یعنی خفافاً سے مراد جوانی، ثقالاً سے مراد بڑھاپا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: چست ہو یا غیر چست (یعنی طبیعت ہشاش بشاش اور دل جہاد میں نکلنے پر راضی ہو، تب بھی نکلو۔ اور اگر طبیعت ہشاش بشاش نہ ہو اور دل نہ چاہے، تب بھی جہاد میں نکلو]۔[3]

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابو العوام رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک سال جہاد کا ناغہ

[1] تفسير ابن أبي حاتم (٦/ ١٧٩٧).

[2] أخرجه الحاكم في المستدرك (٥٤٨٧) وصححه.

[3] أخرج هذين الأثرين ابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٧١٦).

فرمایا، پھر آپ نے یہ آیت اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا پڑھی تو فوراً جہاد میں نکل کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ اس آیت میں مجھے تو کوئی چھوٹ نظر نہیں آتی۔[1]

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جہاد کے لئے ایسی حالت میں تشریف لے گئے کہ ان کی ایک آنکھ کام نہیں کر رہی تھی۔ ان سے کہا گیا کہ آپ تو بیمار ہیں۔ یہ سن کر فرمانے لگے: ''اللہ سے توبہ کرو، اللہ تعالیٰ نے ہلکے اور بھاری سب کو نکلنے کا حکم دیا ہے۔ اگر میرے لئے میدان میں جا کر لڑنا ممکن نہ بھی ہوا تو میں مجاہدین کی تعداد بڑھاؤں گا اور ان کے سامان کی بھی حفاظت کروں گا''۔[2]

فصل

ان لوگوں کیلئے سخت وعیدوں کا بیان جو جہاد کو چھوڑ دیں، اس سے پہلو تہی کریں یا بغیر جہاد کئے مر جائیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ [التوبة:۲۴]

ترجمہ: ''(اے پیغمبر! مسلمانوں سے) کہہ دو کہ: اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، اور تمہارا خاندان، اور وہ مال و دولت جو تم نے کمایا ہے اور وہ کاروبار جس کے مندا ہونے کا تمہیں اندیشہ ہے، اور وہ رہائشی مکان جو تمہیں پسند ہیں، تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے، اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں۔ تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرمادے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو منزل تک نہیں پہنچاتا۔''

فائدہ: اس آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کیلئے کافی تنبیہ، ملامت اور ڈراوا ہے جو بے رغبتی یا اہل و مال میں مگن ہونے کی وجہ سے جہاد چھوڑ دیتے ہیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ [التوبة:۳۸]

[1] أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٧١٣).

[2] تفسير البغوي (٤/ ٥٤).

ترجمہ: ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا گیا کہ اللہ کے راستے میں (جہاد کے لیے) کوچ کرو تو تم بوجھ ہو کر زمین سے لگ گئے؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیوی زندگی پر راضی ہو چکے ہو؟ (اگر ایسا ہے) تو (یاد رکھو کہ) دنیوی زندگی کا مزہ آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، مگر تھوڑا۔‘‘

فائدہ: امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جہاد چھوڑنے پر سخت وعید اور جہاد سے پیچھے رہ جانے پر سخت عتاب کا بیان ہے۔ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ زمین پر زندگی کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے میں مگن ہو کر جہاد چھوڑ دیتے ہو، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں زمین پر زندہ رہنے کا شوق جہاد سے دور رکھتا ہے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاد سے ناپسندیدگی کا اظہار کر کے اسے چھوڑ دینا ہر مسلمان پر حرام ہے۔ اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کا امیر کچھ خاص لوگوں کو جہاد میں نکلنے کا حکم دے دے تو اطاعتِ امیر کی بنا پر ان لوگوں کے ذمے جہاد فرضِ عین ہو جائے گا، اگرچہ عمومی حالات کے اعتبار سے وہ فرض نہ ہوا ہو۔ چنانچہ (اسی آیت کریمہ کے حکم کے مطابق) ان لوگوں کے لئے بھی تثاقل یعنی جہاد سے پیچھے رہ جانا جائز نہیں ہو گا۔[1]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ، وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ، مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ".[2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’جو شخص اس حال میں مر گیا کہ نہ تو اس نے جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کا شوق ابھرا تو وہ نفاق کے ایک حصے پر مرا‘‘۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ لَمْ يَغْزُ أَوْ يُجَهِّزْ غَازِيًا، أَوْ يَخْلُفْ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ أَصَابَهُ اللَّهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ".[3]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’جس شخص نے (خود بھی) جہاد نہ کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامانِ جہاد فراہم کیا اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی تو اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے اسے کسی مصیبت میں مبتلا فرما دیں گے‘‘۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ".[4]

---

[1] تفسير القرطبي (٨/ ١٤٠).

[2] أخرجه مسلم (١٩١٠).

[3] أخرجه أبو داود (٢٥٠٣) وسكت عنه، وابن ماجه (٢٧٦٢)، وصحح إسناده النووي في رياض الصالحين (ص: ٣٧٤)، وسيأتي مرة أخرى

[4] أخرجه أبو داود (٣٤٦٢) وسكت عنه، والطبراني في مسند الشاميين (٢٤١٧) كلاهما بهذا اللفظ، ورواه بنحوه أحمد (٥٠٠٧)، والبزار

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب تم خرید و فروخت میں مشغول ہو جاؤ گے، اور گائے کی دم پکڑ لو گے اور کھیتی باڑی سے دل لگا لو گے، اور جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط فرما دے گا، اور اس وقت تک تم سے اس ذلت کو نہیں ہٹائے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف نہیں لوٹ آؤ گے“۔

فائدہ: امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ لوگ جب جہاد کو چھوڑ کر کھیتی باڑی اور اس طرح کے دوسرے کاموں میں مشغول ہوں گے تو ذلت اور پستی ان کا مقدر بن جائے گی اور وہ اس ذلت سے اسی وقت چھٹکارا پا سکیں گے جب کافروں سے جہاد کریں گے، ان سے نفرت اور سختی کا برتاؤ کریں گے، دین کو نافذ کریں گے، اسلام اور مسلمانوں کی نصرت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے اور کفر اور کافروں کو مغلوب کرنے کیلئے محنت کریں گے۔ یہ سب کچھ ان کے ذمے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) لازم ہے۔

فائدہ: امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اگر سارے لوگ جہاد سے عمومی طور پر غفلت کر رہے ہوں تو اس وقت (ان وعیدوں سے بچنے کیلئے اور جہاد کے فریضے کو ادا کرنے کیلئے) اکیلا آدمی کیا کرے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس اکیلے آدمی کو چاہیے کہ وہ کسی ایک مسلمان قیدی کا فدیہ دیکر اسے کافروں سے چھڑا لے۔ اس طرح اس نے اس سے زیادہ کام کیا جتنا وہ اور لوگوں کے ساتھ مل کر کر سکتا تھا، کیونکہ اگر کئی لوگ مل کر اس قیدی کو چھڑاتے تو سب کے ذمے تھوڑا تھوڑا مال آتا، مگر اب اس شخص نے اکیلے وہ سارا مال ادا کیا [اور خوب اجر کمایا]۔ اسی طرح اسے چاہیے کہ اگر ممکن ہو تو اکیلا نکل کر لڑے یا پھر کسی مجاہد کو سامانِ جہاد اور خرچہ وغیرہ فراہم کرے۔[1] ان امور کے بغیر اس کی خلاصی نہیں ہے۔

(٥٨٨٧)، وحسّن إسناده ابن تيمية وذكر أن للحديث أصلا، كما في مجموع الفتاوى (٢٩/ ٣٠)، والفتاوى الكبرى (٦/ ٤٥)، وصححه ابن عبدالهادي في المحرر (ص: ٤٨٧)، وذكر ابن القطان في بيان الوهم والإيهام (٥/ ٢٩٦) أنه بهذا الطريق لا يصح، وصحح له طريقا آخر، وبنحو ذلك ذكر ابن حجر في الدراية (٢/ ١٥١)، وبلوغ المرام (ص: ٢٤٧)، والسخاوي في الأجوبة المرضية (١/ ٢١٣).

[1] تفسير القرطبي (٨/ ١٥٢).

تیسرا باب

جہاد اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے فضائل

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ [النساء:۹۵]

ترجمہ: ”جن مسلمانوں کو کوئی معذوری لاحق نہ ہو اور وہ (جہاد میں جانے کے بجائے گھر میں) بیٹھ رہیں، وہ اللہ کے راستے میں اپنے مال وجان سے جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں ہیں۔ جو لوگ اپنے مال وجان سے جہاد کرتے ہیں ان کو اللہ نے بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے۔ اور اللہ نے سب سے اچھائی کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اور اللہ نے مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دے کر بڑا ثواب بخشا ہے“۔

فائدہ: امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”اس آیت میں جہاد سے پیچھے بیٹھ رہنے والوں پر مجاہدین کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور مجاہدین کے لیے اجر وثواب کا ذکر کر کے جو جہاد سے پیچھے بیٹھ رہنے والوں کو نہیں ملے گا، جہاد کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور اس بات سے اللہ تعالی نے یہ بتادیا کہ جس قدر قیمتی عمل ہو گا تو اس کا بدلہ بھی اسی قدر قیمتی ہو گا، پس بتایا کہ یہ دونوں لوگ... یعنی جہاد کرنے والے اور جہاد سے پیچھے بیٹھ رہنے والے... برابر نہیں ہیں“۔[1]

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ [النساء:۷۴]

ترجمہ: ”اور جو اللہ کے راستے میں لڑے گا، پھر چاہے قتل ہو جائے یا غالب آجائے، (ہر صورت میں) ہم اس کو زبردست ثواب عطا کریں گے“۔

فائدہ: امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

---

[1] أحكام القرآن للجصاص (۳/ ۲۲۷).

''[اور جو کوئی اللہ کے راستے میں لڑے گا]، یعنی اللہ کی اطاعت میں لڑے گا، [پس وہ قتل ہو جائے] یعنی وہ شہید ہو جائے، [یا وہ غالب ہو جائے] یعنی وہ دشمن کو قتل کر دے اور دشمن کو شکست دے دے تو ہر دو صورت میں [ہم اسے زبردست ثواب دیں گے] یعنی جنت میں بہت زبردست ثواب دیں گے۔ ان دونوں صورتوں میں ایک سا ثواب بیان ہوا، یعنی چاہے وہ غالب ہو جائے یا مغلوب ہو جائے، دونوں صورتوں میں وہ ثواب کا حقدار ہے۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے تحت فرمایا کہ جس کسی نے اللہ کی راہ میں اتنی دیر جہاد کیا جتنی دیر میں اونٹنی کا دودھ (دوہنے کے درمیان میں واپس) اترتا ہے تو اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اس کے لیے جنت لکھ دی جاتی ہے''۔[1]

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ [التوبہ:۲۰،۲۱،۲۲]

ترجمہ: ''جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی ہے اور اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کیا ہے، وہ اللہ کے نزدیک درجے میں کہیں زیادہ ہیں، اور وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ ان کا پروردگار انہیں اپنی طرف سے رحمت اور خوشنودی کی، اور ایسے باغات کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے دائمی نعمتیں ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یقیناً اللہ ہی ہے جس کے پاس عظمت والا اجر موجود ہے''۔

فائدہ: امام طبری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''ایمان لانے والوں، ہجرت کرنے والوں اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کو بشارت دیتے ہیں کہ [ان کے رب کی طرف سے ان کے لیے رحمت ہے]، یعنی اللہ تعالیٰ انھیں عذاب نہ دے کر ان پر رحمت فرماتے ہیں، [اور ان کے لیے خوشنودی ہے]، یعنی اللہ تعالیٰ ان کی اطاعت گزاری سے اور جس کا انھیں اللہ نے مکلف بنایا تھا، ان کی طرف سے اس پر عملداری سے راضی ہو کر اسے قبول فرماتے ہیں، [اور ان کے لیے جنتیں ہیں] یعنی باغات ہیں جن میں ان کے لیے دائمی نعمتیں ہیں یعنی وہ نعمتیں جو نہ زوال پذیر ہوں گی اور نہ ختم ہوں گی، بلکہ ہمیشہ ہمیشہ ان کے لیے موجود ہوں گی''۔[2]

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] بحر العلوم (۱/ ۳۱۷).

[2] تفسير الطبري (۱۱/ ۳۸۲).

﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [التوبہ:۱۱۱]

ترجمہ: ”واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات کے بدلے خرید لیے ہیں کہ جنت انہی کی ہے۔ وہ اللہ کے راستے میں جنگ کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں مارتے بھی ہیں، اور مرتے بھی ہیں۔ یہ ایک سچا وعدہ ہے جس کی ذمہ داری اللہ نے تورات اور انجیل میں بھی لی ہے، اور قرآن میں بھی۔ اور کون ہے جو اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہو؟ لہٰذا اپنے اس سودے پر خوشی مناؤ جو تم نے اللہ سے کر لیا ہے۔ اور یہی بڑی زبردست کامیابی ہے“۔

فائدہ: امام حافظ الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی طرف سے ان کی جانوں اور مالوں کو کھپانے کے بدلے میں جنت عطا کرنے کی مثال خرید و فروخت سے دی ہے، اور (امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے) مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سودا کیا اور قیمت خوب بڑھا چڑھا دی۔... اور رسول اللہ ﷺ کے قریب سے ایک اعرابی گزرا جب آپ ﷺ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے تو وہ کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! بڑا نفع بخش سودا ہے، ہم نہ خود اس سودے کو توڑیں گے اور نہ تڑوائیں گے، پس وہ جہاد کے لیے نکلا اور شہید ہو گیا“۔[1]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [محمد:۷]

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارے قدم جما دے گا“۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ [الحجرات:۱۵]

ترجمہ: ”ایمان لانے والے تو وہ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو دل سے مانا ہے، پھر کسی شک میں نہیں پڑے، اور جنہوں نے اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ہے۔ وہی لوگ ہیں جو سچے ہیں“۔

---

[1] تفسير النسفي (٢/١٢٨).

فائدہ: امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اطلاع دے دی کہ یہ اعمال کرنے والے لوگ اپنے ایمان میں سچے ہیں، جبکہ تم اے اہلِ نفاق! ایمان کی مخالفت اپنے جی میں چھپائے بیٹھے ہو اور تم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد نہیں کیا تو تم لوگ اپنے ایمان میں سچے نہیں ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے جہاد کو ایمان میں سچائی کے اظہار کی دلیل قرار دیا“[1]۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ۝﴾ [الصف:١٠۔١٤]

ترجمہ: ”اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کا پتہ دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا دے؟ (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیے بہترین بات ہے، اگر تم سمجھو۔ اس کے نتیجے میں اللہ تمہاری خاطر تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں ان باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور ایسے عمدہ گھروں میں بسائے گا جو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں واقع ہوں گے۔ یہی زبردست کامیابی ہے۔ اور ایک اور چیز تمہیں دے گا جو تمہیں پسند ہے (اور وہ ہے) اللہ کی طرف سے مدد، اور ایک ایسی فتح جو عنقریب حاصل ہو گی، اور (اے پیغمبر) ایمان والوں کو (اس بات کی) خوشخبری سنا دو۔ اے ایمان والو! تم اللہ (کے دین) کے مددگار بن جاؤ، اسی طرح جیسے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے حواریوں سے کہا تھا کہ: وہ کون ہیں جو اللہ کے واسطے میرے مددگار بنیں؟ حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں۔ پھر بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لے آیا، اور ایک گروہ نے کفر اختیار کیا، چنانچہ جو لوگ ایمان لائے تھے ہم نے ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ غالب آئے“۔

[1] تأويلات أهل السنة (٩/ ٣٤٠).

فوائد

بندۂ مؤمن کے لیے دنیا میں سب سے بڑی چاہت اور سب سے بڑا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس کے رب اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائیں، اسے آخرت میں جہنم سے نجات مل جائے، اور آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں وہ کامیاب وکامران ٹھہرے اور اللہ کی جنتوں میں پہنچ جائے۔ ان آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف انداز میں بتا دیا کہ بندۂ مؤمن کے سامنے اس چاہت کو پورا کرنے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کا سب سے آسان راستہ اپنی جان اور مال سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ہے۔ قرآن مجید کی آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے بعد جنت کی بشارت اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے زیادہ جس عمل پر دی گئی ہے، وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ انجام دینے پر قرآنِ مجید میں درج ذیل انعامات کا ذکر کیا گیا ہے:

۱۔ جنتوں کا پانا

۲۔ جہنم کے دردناک عذاب سے نجات ملنا

۳۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حصول ہونا

۴۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضوان کا مل جانا

۵۔ گناہوں کا معاف ہو جانا

۶۔ تمام مؤمنین میں سب سے زیادہ فضیلت کا مقام ملنا

۷۔ دنیا میں دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی ملنا

۸۔ دنیا میں دشمن کے مقابلے میں فتح ونصرت نصیب ہونا

اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاصِ نیت کے ساتھ جہادِ فی سبیل اللہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں اور ہمیں ان تمام انعامات سے محروم نہ فرمائیں، آمین۔

فصل

ایمان، فرض نماز اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کے بعد جہاد سب سے افضل ہے

عَنِ ابْنِ مَسعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قال: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟ قَالَ: "الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا"، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: "ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ"، قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: "ثُمَّ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ".[1]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا: ”سب سے افضل عمل کون سا ہے؟“ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا“۔ میں نے عرض کیا: ”اس کے بعد کون سا (عمل افضل ہے)؟“ ارشاد فرمایا: ”والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا“۔ میں نے عرض کیا: ”اس کے بعد کون سا (عمل افضل ہے)؟“ ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا“۔

عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : "خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ الْجِهَادَ، فَلَمْ يُفَضِّلْ عَلَيْهِ شَيْئًا إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ".[2]

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ”حضور اکرم ﷺ نے خطبہ دیا اور آپ نے اس میں جہاد کا تذکرہ فرمایا، اور فرض نماز کے علاوہ کسی عمل کو جہاد سے افضل قرار نہیں دیا“۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا شَحَبَ وَجْهٌ، وَلَا اغْبَرَّتْ قَدَمٌ فِي عَمَلٍ يُبْتَغَى بِهِ دَرَجَاتُ الْجَنَّةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ الْمَفْرُوضَةِ كَجِهَادٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ".[3]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! فرض نماز کے بعد کوئی بھی ایسا عمل جس میں جنت کے درجات حاصل کرنے کے لیے چہرہ تھکے اور پاؤں خاک آلود ہوں، جہاد فی سبیل کے برابر نہیں ہے“۔

---

[1] رواه البخاري (٥٩٧٠) ومسلم (٨٥).

[2] رواه أبو داود الطيالسي في مسنده (٦٢٧)، وأبو عوانة في مستخرجه (٧٣٥٩)، ولم أجد من ذكر في إسناده مقالا.

[3] رواه ابن المبارك في كتاب الجهاد (١/ ٧٧) بإسناد حسنه ابن النحاس، وأخرجه أحمد (٢٢١٢٢) مطولا، وأورد الحديث بهذا اللفظ ابن عدي في الكامل (٧/ ٨) وذكر أن عبد الحميد بن بهرام لا بأس به وإنما عابوا عليه كثرة رواياته عن شهر بن حَوْشَب وشهر ضعيف جدا، وذكر الهيثمي في مجمع الزوائد (٥/ ٢٧٤) أن فيه شهرا، وهو ضعيف، وقد يحسَّن حديثه، وحسن الحديث محققو المسند، وقد استشهد بهذا الحديث ابن رجب والكمال ابن الهمام رحم الله الجميع.

عَنِ ابْنِ عُمَرَرَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَرَى الْجِهَادَ فِي سَبِيْلِ اللهِ أَفْضَلَ الأَعْمَالِ بَعْدَ الصَّلَاة.[1]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ وہ نماز کے بعد جہاد ہی کو سب سے افضل عمل سمجھتے تھے۔

فصل

جہاد فی سبیل اللہ ایمان کے بعد سب سے افضل ترین عمل ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قال : " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ: أَيُّ العَمَلِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ: إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ. قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: حَجٌّ مَبْرُورٌ".[2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا: ”سب سے افضل عمل کون سا ہے؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا“۔ سوال کیا گیا: ”اس کے بعد کون سا عمل (سب سے افضل ہے)“۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ کے راستے میں جہاد کرنا“۔ پھر پوچھا گیا: ”اس کے بعد کون سا عمل (سب سے افضل ہے)“۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”حج مبرور“۔

فائدہ: اس حدیث شریف میں جہاد کو دیگر تمام اعمال (مثلاً فرض نماز اور والدین کے ساتھ حسن سلوک وغیرہ) سے بھی افضل قرار دیا گیا ہے، یہ دراصل اس وقت ہے جب جہاد فرض عین ہو جائے۔ جب کہ جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی صورت میں حدیث شریف کا معنی یہ ہو گا کہ اس شخص کے لئے جہاد سب سے افضل عمل ہے جس کے والدین نہ ہوں یا وہ شخص جس کے والدین ہوں اور انہوں نے اسے جہاد میں جانے کی اجازت دے دی ہو۔

عَنْ ماعزٍرضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ سُئِلَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَحْدَهُ، ثُمَّ الْجِهَادُ، ثُمَّ حَجَّةٌ بَرَّةٌ تَفْضُلُ سَائِرَ الْعَمَلِ كَمَا بَيْنَ مَطْلَعِ الشَّمْسِ إِلَى مَغْرِبِهَا".[3]

سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: ”سب سے افضل اعمال کون سے ہیں؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ وحدہ پر ایمان لانا، پھر جہاد کرنا، پھر حج مبرور دیگر اعمال سے اس قدر افضل ہے کہ جس قدر مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ ہے“۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور جہاد کے علاوہ باقی تمام اعمال سے حج افضل ہے۔ اور فضیلت کے اظہار کے

---

[1] رواه أحمد (٤٨٧٣)، وابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٥٦٤) بلفظ: "يروي أنَّ" بدل: "يرى"، والبيهقي في السنن الكبرى (١٨٠٠٣).

[2] رواه البخاري (٢٦) ومسلم (٨٣).

[3] رواه أحمد (١٩٠١٠)، وجوّد الدمياطي إسناده (ص: ٢٩٩)، ورجاله رجال الصحيح، كما في مجمع الزوائد (٣/ ٢٠٧).

لیے مشرق ومغرب کے درمیان فاصلے کو اس لیے بیان کیا گیا، کہ فضیلت میں تفاوت سمجھ آسکے۔

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قال : سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: أَيُّ الأَعْمَالِ أَفْضَلُ ؟ قَالَ: "إيمَانٌ بِاللَّهِ وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِهِ"، قَالَ : قُلْتُ : أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ ؟ قَالَ : "أَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا وَأَغْلاَهَا ثَمَنًا ".[1]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا: ”سب سے افضل عمل کون سا ہے؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا“۔ میں نے پھر پوچھا: ”کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟“ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو اپنے مالک کو پسند ہو اور اس کی قیمت زیادہ ہو“۔

عن أبي قَتادةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ الله صلى الله عليه وسلم، أنَّه قَامَ فِيهِمْ فَذَكَرَلَهُمْ: "أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَالْإِيمَانَ بِاللّٰهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ"، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، تُكَفَّرُعَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ".[2]

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بے شک جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اعمال میں سے سب سے افضل اعمال ہیں“۔ (یہ سن کر) ایک شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! مجھے یہ بتائیے کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد) میں مارا گیا تو کیا میرے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے؟“ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہاں (تمہارے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے)“۔

فائدہ: جب جہاد فرضِ عین ہو تو اس زمانے میں بلاشبہ ایمان کے بعد سب سے زیادہ افضل عمل جہاد ہی ہے، اور جب جہاد فرض کفایہ ہو تو فرض نماز اور فرض حج جہاد سے افضل ہیں، جبکہ کسی بھی نفل عبادت سے جہاد بہر حال افضل ہے۔ جب سے صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے علاقے مسلمانوں سے چھن گئے ہیں، اس وقت سے مسلمانوں پر جہاد فرضِ عین ہوا ہے اور یہ اس وقت تک فرضِ عین رہے گا، جب تک کہ یہ تمام علاقے دوبارہ کفار سے آزاد ہو کر مسلمانوں کے قبضے میں آجائیں اور وہاں اسلام کی حکومت قائم ہو جائے۔ لہٰذا اے مسلمان بھائیو! آج ایمان کے بعد سب سے افضل عبادت یہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

[1] رواه البخاري (٢٥١٨)، ومسلم (٨٤)، وهذا لفظ ابن أبي شيبة في مصنفه (٢٧١٨١)

[2] رواه مسلم (١٨٨٥)، وسيأتي الحديث بتمامه بعد صفحات.

فصل

ایمان، جہاد اور حج، تمام اعمال سے افضل ہیں

عن أبي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ عِنْدَ اللهِ: إِيمَانٌ لَا شَكَّ فِيهِ، وَغَزْوٌ لَا غُلُولَ فِيهِ، وَحَجٌّ مَبْرُورٌ".[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ایسا ایمان جس میں شک نہ ہو، ایسا جہاد جس میں مال غنیمت کی چوری نہ ہو اور حج مبرور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال میں سب سے افضل عمل ہیں“۔

فائدہ: اس حدیث میں اس جہاد کو افضل قرار دیا جارہا ہے جس میں مالِ غنیمت میں سے چوری نہ ہو۔ دیگر احادیث میں بھی عملِ جہاد کی افضلیت اور مجاہد کی فضیلت سے متعلق جو باتیں مذکور ہیں، وہ سب اخلاصِ نیت سے اور شریعت کے احکام کی اتباع میں کیے جانے والے جہاد اور کرنے والے مجاہد کے لیے ہیں۔ غلول یعنی مالِ غنیمت میں چوری حرام ہے، اسی طرح دورانِ جہاد جو بھی کوئی حرام امور کا ارتکاب کرے گا، تو وہ فضیلت سے محروم رہے گا، والعیاذ باللہ۔

عن عُبَادَةَ بنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عنه قال : بَيْنَمَا أَنَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: "يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟" قَالَ: "إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِهِ وَحَجٌّ مَبْرُورٌ". فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ: "وَأَهْوَنُ عَلَيْكَ مِنْ ذَلِكَ إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَلِينُ الْكَلَامِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ". فَلَمَّا وَلَّى قَالَ: " وَأَهْوَنُ عَلَيْكَ مِنْ ذَلِكَ لَا تَتَّهِمِ اللَّهَ عَلَى شَيْءٍ قَضَاهُ عَلَيْكَ".[2]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور اس نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! اعمال میں سے سب سے افضل عمل کون سا ہے؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، اس کے راستے میں جہاد کرنا اور حج مبرور“۔ جب وہ شخص واپس لوٹنے لگا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تمہارے لئے اس سے زیادہ آسان اعمال یہ ہیں کھانا کھلانا، نرم گفتگو کرنا، نرم برتاؤ کرنا اور اچھے اخلاق سے پیش آنا“۔ پھر جب وہ شخص دوبارہ واپس لوٹنے لگا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[1] رواه أحمد في مسنده (٧٥١١)، (٨٥٨٠)، (٩٧٠٠) ، وفي بعض هذه الروايات بلفظ: أفضل الإيمان، ورواه أبو داود الطيالسي في مسنده (٢٦٤٠)، ورواه ابن حبان كما في صحيحه (٤٥٩٧) وهو في موارد الظمآن (١٥٩١)، وفي سنده مجهول، إلا أن له شواهد من حديث عبدالله بن حبشي عند النسائي (٢٥٢٦)، وأحمد (١٥٤٠١)، وغيره، وقد صححه ابن حبان.

[2] رواه أحمد (٢٢٧١٧) بنحوه، ورواه الطبراني كما في مجمع الزوائد (٥/ ٢٧٨) وهذا لفظه، ورواه أبو يعلى كما في إتحاف الخيرة (١/ ٦٣)، والبيهقي في شعب الإيمان (٩٦٥٣)، ولقوله: "إيمان بالله وجهاد في سبيل الله وحج مبرور" شواهد صحيحة كما عند البخاري (٢٦) ومسلم (٨٣) من حديث أبي هريرة رضي الله عنه.

''تمہارے لئے اس سے بھی زیادہ آسان بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے جس چیز کا فیصلہ فرمادے تو تم اس پر اللہ تعالیٰ سے شکوہ نہ کرو (بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہر تقدیر پر خوش رہو)''۔

فصل

جہاد اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب اعمال سے زیادہ محبوب ہے

سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''ہم رسول اللہ ﷺ کے چند صحابی بیٹھے ہوئے تھے تو آپس میں کہنے لگے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے تو ہم اسی میں لگ جائیں۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیات آخر سورت تک نازل ہوئیں۔

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ [الصف:۱-۴]

ترجمہ: ''آسمانوں اور زمین میں جو بھی کوئی چیز ہے، اس نے اللہ کی تسبیح کی ہے اور وہی ہے جو اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی قابلِ نفرت ہے کہ تم ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح صف بنا کر لڑتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں''۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ آیات پڑھ کر سنائیں''۔[1]

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپس میں بات کی کہ اگر ہمیں سب سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل معلوم ہو جاتا (تو ہم اس میں لگ جاتے)، اس پر قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [الصف:۱۰-۱۱]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کا پتہ دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا دے؟ (وہ

[1] رواه الترمذي (٣٣٠٩)، والبيهقي (١٨٥٤٠)، والحاكم (٢٣٨٤ - ٢٣٨٥) وقال: صحيح على شرطهما.

یہ ہے کہ) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیے بہترین بات ہے، اگر تم سمجھو“۔

یعنی ان آیات میں بتایا گیا کہ جہاد سب سے افضل عمل اور بہترین تجارت ہے، مگر جہاد کا یہ حکم بعض لوگوں پر گراں گزرا تو اسی سورت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ [الصف:۲۔۴]

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی قابلِ نفرت ہے کہ تم ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح صف بنا کر لڑتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں“۔[1]

یعنی یہ بات سمجھا دی گئی کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں جس محبوب عمل کی تلاش میں تھے، وہ جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے۔

فصل

مجاہد لوگوں میں سب سے افضل انسان ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [النساء:۹۵۔۹۶]

ترجمہ: ”اور اللہ نے مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دے کر بڑا ثواب بخشا ہے۔ یعنی خاص اپنے پاس سے بڑے درجے اور مغفرت اور رحمت اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے“۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قَالَ رَجُلٌ: "أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟" قَالَ: "مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ"، قَالَ: "ثُمَّ مَنْ؟" قَالَ: "رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِي شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ رَبَّهُ، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ"[2].

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک صاحب حضور کریم ﷺ سے کہنے لگے: ”(اے اللہ کے

[1] رواه ابن المبارك في كتاب الجهاد عن أبي صالح مرسلا (١/ ٦٠)، والطبري في جامع البيان (٢٢/ ٦٠٧) كذلك، ويشهد له ما قبله.

[2] رواه البخاري (٢٧٨٦)، (٦٤٩٤)، ومسلم (١٨٨٨)، وهذا اللفظ في جامع معمر بن راشد (٢٠٧٦١).

رسول) لوگوں میں سب سے افضل کون ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ مومن جو اپنی جان ومال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہو"۔ انھوں نے پوچھا: "(ان کے بعد) پھر کون سب سے افضل ہے؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وہ آدمی جو کسی گھاٹی میں الگ تھلگ رہ کر اپنے رب کی عبادت کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچائے"۔

فائدہ: امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ 'فتح الباری' میں فرماتے ہیں کہ بعض احادیث میں الفاظ وارد ہوئے ہیں [خیر الناس منزلا؟] یعنی 'انسانوں میں سب سے اچھے مقام والا کون؟'، اور بعض احادیث میں الفاظ ہیں [أي الناس أكمل إيمانا؟] یعنی 'انسانوں میں سے کامل ترین ایمان والا کون؟'۔ پھر فرماتے ہیں کہ گویا اس سے مراد وہ مومن ہے جو وہ سب انجام دے جو اللہ کی طرف سے اس پر فرض کیا گیا ہے، اس صورت میں یہ فضیلت حاصل ہوگی۔ اس سے وہ شخص مراد نہیں جو جہاد تو کرے مگر دیگر فرائضِ دینیہ میں کوتاہی کرے۔[1]

نیز اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جہاد خلوت وتنہائی میں عبادت سے زیادہ افضل ہے۔ اور خلوت وتنہائی اختیار کرنے کی فضیلت مقید ہے اس زمانے سے جب فتنے واقع ہو چکے ہوں۔ اس کی دلیل قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے۔

﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ﴾ [النساء:٩٥]

ترجمہ: "جن مسلمانوں کو کوئی معذوری لاحق نہ ہو اور وہ (جہاد میں جانے کے بجائے گھر میں) بیٹھ رہیں وہ اللہ کے راستے میں اپنے مال وجان سے جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں ہیں"۔

عَن أبي أُمَامَةَ رضي الله عنه، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قال : "ذِرْوَةُ سِنَامِ الإِسْلَامِ الجِهَادُ في سَبِيْلِ اللّهِ لا يَنَالُهُ إلّا أَفْضَلُهُمْ".[2]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اسلام کی چوٹی کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے، یہ بلندی وہی شخص پائے گا جو مسلمانوں میں سب سے افضل ہوگا"۔

---

[1] فتح الباري (٦/٦).

[2] رواه الطبراني في المعجم الكبير (٧٨٨٥) من طريق علي بن زيد عن القاسم عنه، وابن أبي عاصم في الجهاد (١/ ١٥٣) برقم: (١٥)، وضعَّفَ الأئمةُ سندَه، لكن له شاهد من حديث معاذ الطويل الصحيح الذي خرجه أحمد وأصحاب السنن، إلا جملة : "لا يناله إلا أفضلهم" فهي ليست في ذلك الشاهد، ولذلك ضعفها الألباني، لكن قال الغماري: الحديث صحيح عن معاذ بمجموع طرقه، وقد صححه السيوطي وحسنه المناوي.

فصل

مجاہد لوگوں میں سب سے بہترین اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے معزز ہے

عن ابن عباس رضي الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ جُلُوسٌ فِي مَجْلِسٍ، فَقَالَ لَنَا: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ مَنْزِلًا" ؟ قَالَ: قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: "رَجُلٌ آخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى يَمُوتَ أَوْ يُقْتَلَ" . قَالَ: "أَفَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالَّذِي يَلِيهِ"؟ قُلْنَا: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: "امْرُؤٌ مُعْتَزِلٌ فِي شِعْبٍ يُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَيَعْتَزِلُ شُرُورَ النَّاسِ"، قَالَ: "أَفَأُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ"؟ قُلْنَا: "نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ". قَالَ: "الَّذِي يُسْأَلُ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا يُعْطِي بِهِ".[١]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے اونچے مقام والا شخص کون ہے؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! ارشاد فرمایئے"۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لوگوں میں سب سے اونچے مقام والا شخص وہ ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے رکھے، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو جائے یا وہ شہید ہو جائے"۔ "اور کیا میں تم کو وہ شخص نہ بتاؤں جو اس کے بعد (کے نمبر پر) ہے؟" ہم نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! ارشاد فرمایئے"۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یہ وہ شخص ہے جو لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے کسی گھاٹی میں مقیم ہو اور نماز قائم رکھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور لوگوں کے شر سے بچتا ہو"۔ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا): "کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ لوگوں میں سب سے برا شخص کون ہے؟" ہم نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! ارشاد فرمایئے"۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یہ وہ شخص ہے جو دوسروں سے تو اللہ کا واسطہ دے کر مانگتا ہے۔ لیکن جب خود اس سے اللہ کا واسطہ دے کر کچھ مانگا جاتا ہے تو وہ نہیں دیتا۔ (یا اس کا مطلب یہ ہے کہ سب سے برا شخص وہ ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر مانگتا ہے لیکن اسے دیا نہیں جاتا یعنی اس نے اللہ کا نام بھی استعمال کیا اور کچھ پایا بھی نہیں)"۔

عن أبي سَعِيدٍ الخُدريّ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ تَبُوكَ يَخْطُبُ النَّاسَ وَهُوَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلَى رَاحِلَتِهِ، فَقَالَ: "أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ وَشَرِّ النَّاسِ؟ إِنَّ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ: رَجُلًا عَمِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَلَى ظَهْرِ فَرَسِهِ، أَوْعَلَى ظَهْرِ بَعِيرِهِ، أَوْ عَلَى قَدَمِهِ، حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمَوْتُ،

[١] أخرجه ابن المبارك (١/ ١٥٩)، وأحمد (٢٩٢٧)، والترمذي (١٦٥٢) وحسنه، والنسائي (٢٥٦٩)، وابن حبان في صحيحه (٦٠٤).

وَإِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ: رَجُلًا فَاجِرًا، يَقْرَأُ كِتَابَ اللَّهِ لَا يَرْعَوِي إِلَى شَيْءٍ مِنْهُ".[1]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے تبوک والے سال لوگوں کو خطبہ دیا، اس وقت آپ ایک کھجور کے درخت سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے (دورانِ خطبہ) ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ لوگوں میں اچھا شخص کون ہے اور برا شخص کون؟ بلاشبہ لوگوں میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھوڑے یا اونٹ کی پیٹھ پر یا پیدل جہاد میں مرتے دم تک لگا رہے، اور لوگوں میں سے بدترین شخص وہ ہے جو قرآن مجید پڑھتا ہے مگر گناہوں میں سے کسی گناہ سے باز نہیں آتا''۔

فصل

مجاہد کے سونے اور کھانے پینے کی فضیلت

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، أَنَّ رَجُلًا كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ مَالٌ كَثِيرٌ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ أُدْرِكُ بِهِ عَمَلَ الْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَقَالَ: "كَمْ مَالُكَ"؟ قَالَ: "سِتَّةُ آلَافِ دِينَارٍ"، فَقَالَ: "لَوْ أَنْفَقْتَهَا فِي طَاعَةِ اللَّهِ لَمْ تَبْلُغْ غُبَارَ شِرَاكِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ"، وَ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: "يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ أُدْرِكُ بِهِ عَمَلَ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ"، فَقَالَ: "لَوْ قُمْتَ اللَّيْلَ وَصُمْتَ النَّهَارَ لَمْ تَبْلُغْ نَوْمَ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ".[2]

سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک مالدار شخص تھا، اس نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کے ذریعے میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے مقام کو پہنچ سکوں؟'' حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: ''تیرے پاس کتنا مال ہے؟'' اس نے کہا: ''چھ ہزار دینار''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم یہ سارا مال بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کاموں میں خرچ کر دو تب بھی مجاہد کے جوتے کے تسمے کے غبار تک نہیں پہنچ سکتے''۔ (اسی طرح) ایک اور شخص نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کے ذریعے میں مجاہدین فی سبیل اللہ کے عمل تک پہنچ سکوں؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم رات کو قیام کرو اور دن کو روزے رکھو تب بھی مجاہد کی نیند کے مقام کو نہیں پا سکتے''۔

---

[1] رواه أحمد (١١٣١٩)، والنسائي (٣١٠٦)، والبيهقي (١٨٥٤٢)، والحاكم (٢٣٨٠)، وصححه الذهبي.

[2] رواه سعيد بن منصور في سننه (٢٣٠٥)، وهو وإن كان مرسلا إلا أنه تشهد له الصحاح، وقال ابن النحاس: وقد خرج الحديث الأول ابن عساكر من طريق عثمان بن عطاء، عن أبيه، عن أبي هريرة مرفوعا بنحوه.

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! دوسرے لوگ جہاد کر رہے ہیں جب کہ مجھے کسی چیز (یعنی عذر) نے روک رکھا ہے، آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جسے ادا کر کے میں بھی ان جہاد کرنے والوں کے مقام کو پالوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم رات بھر قیام کی طاقت رکھتے ہو؟'' اس نے کہا: ''میں مشقت کے ساتھ یہ کرلوں گا''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم دن میں روزہ رکھنے کی استطاعت رکھتے ہو؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"فإنَّ إِحْيَاءكَ لَيْلَكَ وَصِيَامَكَ نَهارَكَ كَنَوْمَةِ أَحَدِهِمْ".[1]

''تمہارا پوری رات نماز پڑھنا اور دن کو روزہ رکھنا ایک مجاہد کی نیند کے برابر ہے''۔

عَن صَفْوانَ بنِ سُلَيمٍ أن أبا هريرة رضي الله عنه قال : "أيَستَطِيعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقُومَ فَلَا يَفْتُر وَيَصُومَ فَلا يُفْطِرُ مَا كَانَ حَيًّا"؟ فَقِيْل: "يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَمَنْ يُطِيْقُ هَذَا؟" قَالَ: "وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِه! إِنَّ نَوْمَ -وَفِي رِوَايَةٍ: يَوْمَ- المُجَاهِدِ فِي سَبِيْلِ اللهِ أَفْضَلُ مِنْه".[2]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: ''کیا تم اس بات کی قوت رکھتے ہو کہ پوری زندگی نماز پڑھتے رہو اور نہ تھکو، روزے رکھتے رہو اور ناغہ نہ کرو؟'' لوگوں نے جواب دیا کہ: ''اے ابوہریرہ! اس بات کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟'' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! مجاہد کا اللہ کی راہ میں نیند کرنا۔ اور ایک روایت کے مطابق: مجاہد کا اللہ کی راہ میں ایک دن گزارنا۔ اس سے بھی افضل ہے''۔

فائدہ: (غور کیجئے) جب مجاہدین میں سے سونے والوں کا یہ مقام ہے تو ان کے راتوں کو قیام کرنے والے کا مقام کیا ہو گا۔ جب ان کے غافل کا یہ رتبہ ہے تو ان کے عامل کا رتبہ کیا ہو گا۔ جب ان کے جوتے کے تسمے کی یہ قدر و قیمت ہے تو ان کے بڑے اعمال کا اجر کتنا ہو گا۔ بے شک یہ سب اللہ تعالیٰ کا کھلم کھلا فضل ہے اور اسے حاصل کرنے کے لئے محنتی لوگوں کو کمر کس لینی چاہیے اور سست اور عاجز لوگوں کو اس سے محرومی پر رونا چاہیے اور جہاد کے سوا دوسرے کاموں میں اپنی عمر صرف کرنے والوں کو سوچنا چاہیے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرةَ رَضِيَ اللهُ عَنْه قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يقول : "إِنَّ مَثَلَ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِهِ - كَمَثَلِ الْقَائِمِ الصَّائِمِ الْخَاشِعِ الرَّاكِعِ السَّاجِدِ".[3]

[1] رواه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٣٣٧) مرسلا عن مكحول بإسناد حسَّنه ابنُ النَّحَّاس.

[2] رواه ابن المبارك (١/ ٩٥) موقوفا، وصحح إسنادَه ابنُ النحاس.

[3] رواه ابن المبارك (١/ ٦٥)، وابن أبي عاصم (١/ ١٨٢)، والنسائي (٣١٢٧) بإسناد صححه ابن النحاس، وقال: هو في الصحيحين بنحوه.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بے شک اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال، اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے راستے میں کون جہاد کرتا ہے، رات کو قیام، دن کو روزے اور خشوع سے رکوع، سجدے کرنے والے جیسی ہے“۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ الْقَانِتِ الصَّائِمِ الَّذِي لَا يَفْتُرُ صَلَاةً وَلَا صِيَامًا، حَتَّى يَرْجِعَهُ اللَّهُ إِلَى أَهْلِهِ بِمَا يَرْجِعُهُ إِلَيْهِمْ مِنْ غَنِيمَةٍ أَوْ أَجْرٍ أَوْ يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ".[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال اس نمازی اور روزے دار جیسی ہے جو نماز اور روزے سے نہیں تھکتا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس مجاہد کو اجر یا غنیمت دے کر واپس لوٹا دے یا اسے موت دے کر جنت میں داخل فرمادے“۔

فصل

روزے، نوافل اور ذکر میں لگے رہنے والا، مجاہد کے مقام کے دسویں حصے کو بھی نہیں پاسکتا

عن مُعَاذِ بنِ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْه، عن النبيِّ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْهُ، فَقَالَتْ: "يَا رَسُولَ اللَّهِ، انْطَلَقَ زَوْجِي غَازِيًا، وَكُنْتُ أَقْتَدِي بِصَلَاتِهِ إِذَا صَلَّى، وَبِفِعْلِهِ كُلِّهِ فَأَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُبْلِغُنِي عَمَلَهُ حَتَّى يَرْجِعَ"، فَقَالَ لَهَا: "أَتَسْتَطِيعِينَ أَنْ تَقُومِي وَلَا تَقْعُدِي، وَتَصُومِي وَلَا تُفْطِرِي، وَتَذْكُرِي اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، وَلَا تَفْتُرِي حَتَّى يَرْجِعَ؟"، قَالَتْ: "مَا أُطِيقُ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ"، فَقَالَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ طُوِّقْتِيهِ مَا بَلَغْتِ الْعُشْرَ مِنْ عَمَلِهِ حَتَّى يَرْجِعَ".[2]

سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! میرا شوہر جہاد میں چلا گیا ہے، میں نماز اور دوسری عبادات میں اس کی پیروی کیا کرتی تھی، آپ مجھے ایسا عمل بتادیجئے جو میں ان کے آنے تک کرتی رہوں اور اس عمل کے ذریعے ان کے مقام کو

---

[1] رواه أحمد (٩٦٤٨)، ورواه ابن حبان في صحيحه (٤٦٢١)، من حديث شيخه عمر بن سعيد بن سنان قال: "وكان قد صام النهار وقام الليل ثمانين سنة غازيا ومرابطا".

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت اپنے استاذ عمر بن سعید بن سنان رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے، یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اَسّی (٨٠) سال تک جہاد اور میدانِ جہاد کی پہرے داری اس حال میں فرمائی کہ رات کو قیام فرماتے تھے اور دن کو روزے رکھتے تھے۔

[2] رواه أحمد (١٥٦٣٣)، والطبراني في المعجم الكبير (٤٤٠)، (٤٤١)، والحاكم في مستدركه (٢٣٩٧)، وحسن إسناده ابن النحاس وصححه الذهبي.

پالوں"۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کیا تم ایسی استطاعت رکھتی ہو کہ مستقل نوافل پڑھتی رہو اور روزے رکھتی رہو اور بغیر تھکے (اور وقفہ کئے) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی رہو؟" وہ خاتون کہنے لگی: "اے اللہ کے رسول! اس کی تو میں طاقت نہیں رکھتی"۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اگر تمہیں اس کی طاقت دے بھی دی جائے تب بھی تم اس کے عمل (جہاد) کے دسویں حصے تک نہیں پہنچ سکتی جب تک وہ واپس نہ پلٹ جائے"۔

فصل

مجاہد کے لئے جنت کے سو درجات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ [النساء: ۹۵-۹۶]

ترجمہ: "اور اللہ نے مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دے کر بڑا ثواب بخشا ہے۔ یعنی خاص اپنے پاس سے بڑے درجے اور مغفرت اور رحمت اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے"۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَ أَقَامَ الصَّلاَةَ، (و آتى الزَّكاة) وَصَامَ رَمَضَانَ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الجَنَّةَ، هَاجَرَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا"، قَالُوا: "يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَلاَ نُنَبِّئُ النَّاسَ بِذَلِكَ؟" قَالَ: "إِنَّ فِي الجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ، أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِهِ، كُلُّ دَرَجَتَيْنِ مَا بَيْنَهُمَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَسَلُوهُ الفِرْدَوْسَ، فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الجَنَّةِ، وَأَعْلَى الجَنَّةِ، وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ، وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الجَنَّةِ ".[1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اس نے نماز کو قائم رکھا، زکوۃ ادا کی اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے (یعنی اس نے اپنے اوپر خود لازم کرلیا ہے کہ) وہ اس شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا، خواہ اس شخص نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی ہو یا وہ اپنے پیدائشی وطن میں ٹھہرا رہا ہو"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو یہ بات بتانہ دیں؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لئے

[1] أخرجه البخاري (٢٧٩٠)، (٧٤٢٣)، وما بين القوسين ليس في البخاري، ولكنه عند البيهقي في السنن الكبير.

جنت میں سو درجے تیار فرمائے ہیں، ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین میں۔ اور جب تم نے اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگا کرو، کیونکہ وہ جنت کا درمیانی اور اعلیٰ حصہ ہے اور اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں"۔

عن أبي سَعِيدٍ الخُدريّ رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " يَا أَبَا سَعِيدٍ، مَنْ رَضِيَ بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ"، فَعَجِبَ لَهَا أَبُو سَعِيدٍ، فَقَالَ: "أَعِدْهَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللهِ"، فَفَعَلَ، ثُمَّ قَالَ: "وَأُخْرَى يُرْفَعُ بِهَا الْعَبْدُ مِائَةَ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ، مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ"، قَالَ: "وَمَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟" قَالَ: "الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ".[1]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اے ابو سعید! جو اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو سچا دین اور حضور اکرم ﷺ کو نبی ماننے پر راضی رہا تو جنت اس کے لئے واجب ہو گئی"۔ یہ بات سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ کو بھلی لگی تو انہوں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! یہ بات دوبارہ ارشاد فرمایئے"۔ آپ ﷺ نے دوبارہ وہی بات دہرائی اور پھر ارشاد فرمایا: "ایک اور عمل ایسا ہے جس کے کرنے پر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو سو درجے عطا فرماتے ہیں، ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان"۔ سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! وہ کون سا عمل ہے؟" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ کے راستے میں جہاد، اللہ کے راستے میں جہاد"۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رضي الله عنه، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ، انتَظَرَ حَتَّى إِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ قَامَ فِيهِمْ، فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ، لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَاسْأَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ".[2]

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بعض ان دنوں میں، جن میں آپ ﷺ کا دشمن سے مقابلہ تھا، سورج کے ڈھلنے کا انتظار کیا۔ پھر آپ ﷺ لوگوں کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! دشمن سے لڑائی کی تمنا نہ کرو، بلکہ اللہ تعالی سے عافیت مانگو، اور جب دشمن سے لڑائی شروع ہو جائے تو ڈٹ کر لڑو اور خوب جان لو کہ جنّت تلواروں کے سائے تلے ہے"۔

---

[1] رواه مسلم (١٨٨٤).

[2] أخرجه البخاري (٣٠٢٤)، ومسلم (١٧٤٢).

فصل

مجاہد کے لئے اللہ تعالیٰ کی ضمانت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾ [العنكبوت:٦٩]

ترجمہ: ”اور جن لوگوں نے ہماری خاطر جہاد وجد وجہد کی ہے، ہم انہیں ضرور بالضرور اپنے راستوں پر پہنچائیں گے، اور یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے“۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جب تم دیکھو کہ لوگوں کے درمیان (دین کے معاملے میں) اختلاف ہو رہا ہے تو تم مجاہدین اور اہلِ محاذ کے موقف کو اپناؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ [لَنَهْدِيَنَّهُمْ] ہم انہیں ضرور ہدایت عطا فرمائیں گے“۔[1]

عن أبيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنه قال: قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: " تَكَفَّلَ اللهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِي سَبِيلِهِ، لاَ يُخْرِجُهُ مِنْ بَيْتِهِ إِلَّا الجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ وَتَصْدِيقُ كَلِمَتِهِ، أَنْ يُدْخِلَهُ الجَنَّةَ، أَوْ يَرُدَّهُ إِلَى مَسْكَنِهِ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ".[2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مجاہد کے لئے یہ ذمہ داری لے لی ہے کہ اسے یا تو جنت میں داخل فرمائے گا یا اسے اجر یا غنیمت دے کر واپس اس کے گھر لوٹائے گا، بشرطیکہ وہ مجاہد اپنے گھر سے (خالص) اللہ کے راستے میں جہاد کرنے اور اس کے وعدوں کو سچا جان کر نکلا ہو“۔

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الأَشْعَرِيِّ رضي الله عنه قال: سَمِعتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يقول: "إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ لِمَنِ انْتُدِبَ خَارِجًا فِي سَبِيلِهِ ابْتِغَاءَ وَجْهِهِ، وَتَصْدِيقَ وَعْدِهِ، وَ إِيمَانًا بِرُسُلِهِ، إِنَّهُ عَلَى اللَّهِ ضَامِنٌ، فَإِمَّا أَنْ يَتَوَفَّاهُ فِي الْجَيْشِ بِأَيِّ حَتْفٍ شَاءَ فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ، وَإِمَّا أَنْ يَسِيحَ فِي ضَمَانِ اللَّهِ، وَإِنْ طَالَتْ غَيْبَتُهُ حَتَّى يَرُدَّهُ إِلَى أَهْلِهِ سَالِمًا مَعَ مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ وَغَنِيمَةٍ ".[3]

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اس کے وعدوں کو سچا جانتے ہوئے اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہوئے جہاد

---

[1] أورده ابن أبي حاتم في تفسيره (٣٠٨٤)، والبغوي في تفسيره (٦/ ٢٥٦).

[2] أخرجه البخاري (٧٤٦٣)، ومسلم (١٨٧٦).

[3] أخرجه ابن أبي عاصم في الجهاد (١/ ٢٢٢)، و الطبراني في المعجم الكبير (٣٤١٨)، والبيهقي في السنن الكبير (١٨٥٧٧).

کے لئے نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ضمانت دے دی ہے کہ یا تو اسے کسی بھی صورت میں موت دے کر جنت میں داخل کرے گا، اور یا پھر اسے اپنی ضمانت میں چلاتا رہے گا خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے، یہاں تک کہ اسے غنیمت یا اجر کے ساتھ صحیح سالم اس کے گھر لوٹا دے گا"۔

فائدہ: اسی طرح کی احادیث میں غنیمت یا اجر کے لفظ سے یہ وہم نہیں ہونا چاہیے کہ جس آدمی کو مالِ غنیمت مل گیا، اسے اجر نہیں ملے گا، بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یا تو خالص اجر کے ساتھ مجاہد کو لوٹائے گا یا کچھ اجر یا کچھ غنیمت دے کر لوٹائے گا۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ جسے مالِ غنیمت مل جاتا ہے وہ اپنے اجر کا دو تہائی حصہ دنیا میں لے لیتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنه، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قال: "ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللَّهِ عَوْنُهُمْ: المُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَالمُكَاتَبُ الَّذِي يُرِيدُ الأَدَاءَ، وَالنَّاكِحُ الَّذِي يُرِيدُ العَفَافَ".[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تین آدمیوں کی مدد اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لازم فرمائی ہے؛ پہلا اللہ کے راستے کا مجاہد، دوسرا وہ مکاتب (غلام) جو مال ادا کر کے آزادی چاہتا ہو، تیسرا وہ نکاح کرنے والا جو پاک دامنی چاہتا ہو"۔

فائدہ: اس حدیث شریف میں مجاہد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد کا تذکرہ ہے۔ یہ مدد ہر وقت رہتی ہے، مجاہد زندہ ہو یا شہید ہو چکا ہو۔

[1] أخرجه عبد الرزاق في مصنفه (٩٥٤٢) بإسناد صحيحه المصنف، والترمذي (١٦٥٥) وصححه، والنسائي (٣٢١٨)، (٣١٢٠)، وابن ماجه (٢٥١٨)، وانتقاه ابن الجارود (٩٧٩)، وصححه ابن حبان (٤٠٣٠)، والحاكم (٢٦٧٨).

چوتھا باب

دعوتِ جہاد کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا﴾ [النساء:۸۴]

ترجمہ: ”مومنوں کو ترغیب دیتے رہو، کچھ بعید نہیں کہ اللہ کافروں کی جنگ کا زور توڑ دے۔ اور اللہ کا زور سب سے زیادہ زبردست ہے اور اس کی سزا بڑی سخت ہے“۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾ [النساء:۶۵]

ترجمہ: ”اے نبی! مومنوں کو جنگ پر ابھاریے۔ اگر تمہارے بیس آدمی ایسے ہوں گے جو ثابت قدم رہنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آجائیں گے۔ اور اگر تمہارے سو آدمی ہوں گے تو وہ کافروں کے ایک ہزار پر غالب آجائیں گے، کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے“۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [النساء:۱۰-۱۱]

ترجمہ: ”اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کا پتہ دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلا دے؟ (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیے بہترین بات ہے، اگر تم سمجھو“۔

یہ تین آیات بطور مثال ذکر کی گئی ہیں، ورنہ ایسی آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو جہاد کا شوق اور جذبہ دلایا ہے بہت زیادہ ہیں۔

عَن أُسَامةَ بنِ زَيدٍ رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "أَلَا مُشَمِّرٌ لِلْجَنَّةِ؟

فَإِنَّ الْجَنَّةَ لَا خَطَرَ لَهَا، هِيَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ نُورٌ يَتَلَأْلَأُ، وَرَيْحَانَةٌ تَهْتَزُّ، وَقَصْرٌ مَشِيدٌ، وَنَهَرٌ مُطَّرِدٌ، وَثَمَرَةٌ نَضِيجَة، وَزَوْجَةٌ حَسْنَاءُ جَمِيْلَة، وَحُلَلٌ كَثِيرَة، وَمَقَامٌ فِي أَبَدٍ، فِيْ دَارِ سَلِيْمَة، وَفَاكِهَةٌ وَخُضْرَة، وَحبرَة، وَنِعْمَة، فِيْ مَحَلَّةٍ عَالِيَةٍ بَهِيَّة"، قالوا: "نَعَمْ يَا رَسُولَ الله! نَحْنُ الْمُشَمِّرُونَ لها"، قال: "قُولُوْا: إِنْ شَاءَ الله "، فَقَالَ الْقَوْمُ: "إِنْ شَاءَ الله"، ثُمَّ ذَكَرَ الجِهَادَ، وَحَضَّ عَلَيْه.[1]

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کیا تم میں (سے) کوئی جنت کا قصد کرنے والا ہے۔ بے شک جنت کے ہم پلہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! ایک چمکتا نور اور لہلہاتا گلدستہ ہے، اس میں مضبوط محل، بہتی ہوئی نہریں، پکے ہوئے پھل، حسین و جمیل بیویاں اور بے شمار زیور ہیں، وہ ہمیشگی اور سلامتی کا گھر، پھلوں والی سر سبز جگہ اور عیش و عشرت کا بلند اور بے حد خوبصورت مقام ہے"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! ہم جنت کا قصد کرنے والے ہیں"۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "تم ان شاء اللہ کہو"۔ ہم نے کہا: "ان شاء اللہ"۔ اس کے بعد حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جہاد کا تذکرہ فرمایا اور اس کی خوب ترغیب دی۔

امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاد پر ابھارنے اور ترغیب دینے کا خدائی دستور بہت پہلے سے چلا آرہا ہے۔ قرآن مجید میں کتنے ہی مقامات پر یہ مضمون موجود ہے اور اسی طرح حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی احادیث بھی اس کے تذکرے سے بھری پڑی ہیں۔ ہماری یہ کتاب اول سے آخر تک جہاد کی دعوت و ترغیب کے مضامین پر ہی مشتمل ہے۔

حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، حضرات تابعین، تبع تابعین اور ہمارے تمام اسلاف لوگوں کو جہاد کی ترغیب بڑی شدت سے دیتے رہے۔ اس بارے میں ان حضرات سے جو کچھ منقول ہے، اس سب کو شمار کرنا بھی ایک ناممکن کام ہے۔

اے مسلمان! تیرے لئے تو اس بارے میں صحیح مسلم شریف کی یہ حدیث کافی ہے جس میں حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِه".[2]

"جو شخص کسی نیکی کی دعوت دے گا، اس کو نیکی کرنے والے جتنا اجر ملے گا"۔

غزوۂ بدر کے دن حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرات صحابہ کرام کو جہاد کا خوب شوق دلایا اور پھر ارشاد فرمایا:

" وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لا يُقَاتِلُهُمُ الْيَوْمَ رَجُلٌ (فَيُقْتَلُ) صَابِرًا مُحْتَسِبًا مُقْبِلا غَيْرَ مُدْبِرٍ، إلا

[1] أخرجه ابن ماجه (٤٣٣٢)، وابن أبي عاصم في الجهاد (١)، والبزار في مسنده (٢٥٩١)، وابن أبي داود في البعث (٧٢)، وابن حبان في صحيحه (٧٣٨١)، والطبراني في المعجم الكبير (٣٨٨)، والضياء في المختارة (١٣٤٣) وحسنه، وقال البوصيري: هذا إسناد فيه مقال، انظر: مصباح الزجاجة (٤/ ٢٦٥).

[2] أخرجه مسلم (١٨٩٣).

أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ ".

”اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! آج کے دن جو شخص ثابت قدمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھتے ہوئے پیٹھ پھیرے بغیر آگے بڑھ کر لڑے گا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا“۔

فَقَالَ عُمَيْرُبْنُ الحُمَامِ أَخُوبَنِيْ سَلَمَةَ وَفِيْ يَدِهِ تَمَرَاتٌ يَأْكُلُهَا: بَخٍ بَخٍ، فَمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ أَنْ أَدْخُلَ الجَنَّةَ إِلَّا أَنْ يَقْتُلَنِيْ هَؤُلَاء، فَقَذَفَ التَّمْرَ مِنْ يَدِهِ وأَخَذَ سَيْفَهُ، فَقَاتَلَ القَوْمَ حَتَّى قُتِل، وَهُوَ يَقُولُ:

رَكضًا إِلَى اللّٰهِ بِغَيرِزَادِ إِلَّا التُّقَى وعَمَلَ المَعَادِ

والصَّبرِفِي اللّٰهِ عَلى الجِهَادِ وَكُلُّ زَادٍ عُرضَةُ النَّفَادِ

غير التُّقَى وَالبِرّوَالرَّشَادِ[1]

یہ سن کر بنو سلمہ کے صحابی سیدنا عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ... جو کھجوریں کھا رہے تھے... فرمانے لگے: ”واہ وا! میرے اور جنت کے درمیان بس اتنا سا فاصلہ ہے کہ یہ (مشرک) مجھے قتل کر دیں“۔ یہ کہہ کر انہوں نے کھجوریں پھینک دیں اور تلوار لے کر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس وقت وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

[اللہ تعالیٰ کی طرف بغیر توشہ ہی کے دوڑو۔ مگر تقویٰ، عمل اور جہاد پر ثابت قدمی کا توشہ ضرور اپنے ہمراہ لے لو۔ اور ہر توشہ فنا ہونے والا ہے، مگر تقویٰ، نیکی اور ہدایت کا توشہ کبھی فنا نہیں ہوتا۔]

امام شمس الدین سبط ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب جہاد

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ اسلام میں حکایت ذکر کرتے ہیں کہ امام سبط ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ۶۰۷ھ میں ایک مرتبہ دمشق کی جامع مسجد میں لوگوں کو جہاد کی ترغیب دے رہے تھے، خود امام سبط ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ”اس دن تیس ہزار مسلمانوں کا مجمع تھا اور ایسے جوش وولولے والا دن دمشق میں نہ اس سے پہلے دیکھا گیا اور نہ بعد میں۔ ابو قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کا وہ واقعہ جس میں ایک عورت نے انھیں اپنے بالوں کی چٹیا کاٹ کر دی تھیں تاکہ وہ اسے جہاد میں اپنے گھوڑے کی لگام میں شامل کر لیں، بھی مجھے معلوم تھا[2]، اور خود میرے پاس ایسے بالوں کی ایک بڑی تعداد جمع تھی۔ میں نے ان بالوں سے مجاہدین کے گھوڑوں کے لئے تین سو رسیاں بنالی تھیں۔ اس دن مجمع کے سامنے وہ رسیاں لائی گئیں تو لوگ جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور اپنے بال کاٹ کاٹ کر رسیاں بنانے لگے۔ جذبات کا ایسا طوفان برپا تھا کہ گویا قیامت کا منظر ہے۔ جب میں

---

[1] أورده الطبري في تاريخه (٢/ ٤٤٨)، وابن عبد البر في الاستيعاب (٣/ ١٢١٤) كلاهما نقلا عن ابن إسحاق، وذكره ابن الأثير في أسد الغابة (٤/ ٢٧٩) وعزاه إلى أبي نُعيم وأبي موسى كذلك، وما بين القوسين مضاف من هذه المصادر، وأصل القصة عند مسلم (١٩٠١) بغير هذا السياق والشعر.

[2] یہ واقعہ آگے ساتویں باب میں آرہا ہے۔

نے تشکیل شروع کی تو میرے ساتھ لشکر میں بے شمار لوگ شامل ہو گئے۔ صرف ایک چھوٹے سے گاؤں میں سے تین سو آدمی اسلحے سمیت نکلے۔ یہ سارا لشکر اللہ کی رضا کے لئے جہاد کی نیت سے دمشق سے نکلا۔ ان دنوں فرنگیوں کی طرف سے حملے کا خطرہ رہتا تھا۔ ہمارا لشکر جب نابلس پہنچا تو الملک المعظم سے ہماری ملاقات ہوئی۔ وہ ہمارا لشکر دیکھ کر خوش ہوئے۔ جب ہم نابلس کی جامع مسجد پہنچے تو میں نے بالوں کی وہ رسیاں الملک المعظم کو دکھائیں، وہ ان رسیوں کو چہرے پر رکھ کر رونے لگے۔ اس کے بعد ہم نے فرنگیوں کے ایک شہر پر حملہ کیا اور پورے شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔ بہت سارے فرنگی ہمارے ہاتھوں مارے گئے اور بہت سارے ہم نے گرفتار کر لئے اور ہم صحیح سالم واپس آ گئے"۔[1]

سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کا واقعہ

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ خنساء بنت عمرو رضی اللہ عنہا کا بھی واقعہ لکھا ہے۔ عورتوں میں ان سے بڑھ کر اچھی شاعرہ کوئی نہیں گزری، وہ قادسیہ کی جنگ میں اپنے چار بیٹوں کے ساتھ نکلیں اور جنگ کے دوران اپنے فصیح و بلیغ کلام کے ذریعے اپنے بیٹوں کو دشمنوں سے لڑنے پر ابھارتی رہیں اور انہیں جنت کی یاد دلاتی رہیں۔ چنانچہ ان چار نوجوانوں نے اس دن شاندار کارنامے سر انجام دیے اور وہ چاروں شہید ہو گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس خاتون کو ان کے چاروں (شہید) بیٹوں کا وظیفہ بھی دیا کرتے تھے۔[2]

امّ ابراہیم ہاشمیہ کا واقعہ

اس باب کو ایک قابلِ رشک خاتون امّ ابراہیم الہاشمیہ کی مشہور حکایت پر ختم کرتے ہیں جسے امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ نے ابو جعفر ابن اللبان رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'تنبيه ذوي الأقدار' سے نقل کیا ہے۔

بصرہ میں کچھ عبادت گزار بیبیاں تھیں جن میں سے ایک کا نام امّ ابراہیم الہاشمیہ تھا۔ انھی دنوں دشمنوں نے مسلمانوں کی کسی سرحد پر حملہ کیا۔ اس حملے سے دفاع کے لئے مجاہدین کی ضرورت تھی۔ ایک عالم دین بزرگ عبد الواحد بن زید بصری رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنے کے لئے تقریر کے دوران حور عین کا تذکرہ چھیڑا اور ان کے اوصاف بیان کیے اور پھر ان کی شان میں چند اشعار پڑھے (جن کا مفہوم یہ ہے):

[وہ نوجوان لڑکیاں ہیں۔ ناز و نخرے میں پلی ہوئی اور خوبصورت چال چلنے والی۔ ان میں وہ سب صفات پائی جاتی ہیں جس کی چاہت کی جائے۔ وہ حسن و پاکیزگی سے بنی ہیں اور یہ حسرت نہیں کی جا سکتی کہ کاش ان میں فلاں وصف بھی

[1] تاريخ الإسلام للذهبي (١٣/ ٢١).

[2] تجريد أسماء الصحابة (٢/ ٢٦٣).

ہوتا (بلکہ ان میں ہر ایک خوبی موجود ہے)۔ وہ خوبصورت جسم والی، کالی آنکھوں والی ہیں اور مشک کی خوشبو ان کے رخساروں سے چھلکتی ہے۔ ان کے چہروں پر خوشی کی چمک، ناز و نعمت کی دمک رقصاں رہتی ہے۔ کیا شان ہوگی جب نرگسی باغوں میں پیالوں کا دور چل رہا ہوگا اور وہاں کی ہوا میں خوشبو مہک رہی ہوگی اور ان کے خاوند، ان کی طرف ہمہ تن گوش ہوں گے۔ یہ دل کو مول لینے والی سچی محبت کے ساتھ بلا رہی ہیں (اور کہہ رہی ہیں): اے میرے محبوب! میں تمہارے علاوہ کسی اور کو نہیں چاہتی اور جب تمہاری دنیا سے جدائی ہوگی، تب ہمارے ملاپ کا آغاز ہوگا۔ تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جو منزل کے قریب پہنچ کر سرکشی اختیار کر لیتے ہیں۔ اے محبوب! مجھ جیسی لڑکی کو غافل لوگ پیغامِ نکاح نہیں دے سکتے۔ مجھے تو وہ لوگ پیغام دیتے ہیں جو اللہ کے سامنے گڑگڑانے والے ہوتے ہیں۔]

یہ اشعار سن کر مجمع (شوقِ جنت میں) بے قرار ہو گیا اور وہ خاتون اچانک کھڑی ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ: ''اے ابو عبیدہ! (یہ شیخ عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ہے) کیا تم میرے بیٹے ابراہیم کو نہیں جانتے، بصرہ کے بڑے بڑے مالدار لوگوں نے اس کے لئے اپنی لڑکیوں کے پیغام بھیجے، مگر میں نے کسی لڑکی کو پسند نہیں کیا، لیکن آج آپ نے جس لڑکی (یعنی حور عین) کا تذکرہ کیا ہے، وہ مجھے بہت پسند آئی ہے اور میں اسے اپنے بیٹے کی دلہن بنانا چاہتی ہوں۔ مہربانی کر کے آپ دوبارہ اس کی خوبیاں اور اس کا حسن و جمال بیان کریں''۔ یہ سن کر شیخ عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ نے پھر حور عین کی خوبیاں بیان فرمائیں اور پھر یہ اشعار پڑھے:

[ان کے چہرے کے نور سے اصلی نور پیدا ہوتا ہے اور ان کے خوشبودار بدن سے لگنے والی ہوا عطر کے مقابلے میں فخر کرتی ہے۔ اگر وہ پتھروں اور کنکریوں پر اپنا جوتا رکھ دیں تو بارش کے بغیر مشرق و مغرب سرسبز و شاداب ہو جائیں۔ اگر تم ان کی کمر کو گرہ لگانا چاہو تو ریحان کی سبز پتوں والی ڈالی کی طرح تم آسانی سے گرہ لگالو گے۔ اگر وہ اپنا میٹھا لعاب سمندر میں ڈال دیں تو زمین کے لوگ ان سمندروں کو مزے سے پی جائیں۔ قریب ہے کہ آنکھ کی جھپک ان کے نازک رخساروں کو زخمی کر دے اور دل کے خیالات ان کی پیشانی پر پڑھے جائیں۔]

یہ اشعار سن کر لوگوں کا شوق اور بے چینی اور زیادہ بڑھ گئی۔ وہ خاتون دوبارہ کھڑی ہوئیں اور کہنے لگیں: ''مجھے یہ لڑکی بہت پسند آئی ہے۔ میں دس ہزار دینار مہر دے کر اسے اپنے بیٹے کی دلہن بنانا چاہتی ہوں۔ اے شیخ عبد الواحد! میرے بیٹے کا اس لڑکی سے نکاح کرا دیجئے۔ وہ اس لڑائی میں آپ کے ساتھ نکلے گا۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شہادت نصیب فرمادے اور وہ قیامت کے دن میری اور اپنے والد کی شفاعت کا ذریعہ بن جائے''۔ شیخ عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''اے خاتون! اگر آپ نے اپنے بیٹے کو جہاد میں بھیج دیا تو وہ بھی کامیاب ہو جائے گا، اور آپ اور اس کا والد بھی بڑی کامیابی پائیں گے''۔ پھر اس خاتون نے اپنے بیٹے کو آواز دی، بیٹا ابراہیم! آواز سن کر مجمع میں سے ایک نوجوان تیزی سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: ''میں حاضر ہوں امی جان''۔ خاتون نے کہا: ''اے بیٹے! کیا تو اس لڑکی (یعنی حور عین) کو اس شرط پر بیوی بنانے کے لئے تیار ہے کہ تو اپنی جان اللہ کے

راستے میں قربان کرے گا اور گناہوں میں واپس نہیں لوٹے گا؟‘‘نوجوان کہنے لگا:’’امی جان! اللہ کی قسم، میں بخوشی اس شادی پر راضی ہوں‘‘۔ یہ سن کر وہ خاتون کہنے لگیں:’’اے میرے پروردگار! تو گواہ رہنا کہ میں نے اپنے بیٹے کی شادی اس لڑکی سے اس شرط پر کردی ہے کہ میرا بیٹا اپنی جان تیری راہ میں قربان کرے گا اور گناہوں کی طرف کبھی نہیں لوٹے گا۔ اے ارحم الراحمین! میری طرف سے اسے قبول فرمالیجئے‘‘۔

اس کے بعد وہ خاتون گھر گئیں اور دس ہزار دینار لاکر شیخ عبدالواحد کو دیے، اور فرمانے لگیں:’’یہ اس لڑکی کا مہر ہے۔ آپ اپنے لیے اور دوسرے مجاہدین کے لیے اس سے سامانِ جہاد خریدیں‘‘۔ پھر وہ واپس ہوئیں اور انھوں نے اپنے بیٹے کے لیے ایک عمدہ گھوڑا خریدا اور بہترین اسلحہ اسے دیا۔ پھر جب شیخ عبدالواحد اس لشکر کو لے کر روانہ ہوئے تو ابراہیم بھی دوڑتا ہوا ساتھ نکلا، اور کچھ قرآن مجید کے قاری اس کے اردگرد یہ آیت پڑھتے ہوئے جارہے تھے۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾[التوبہ:١١١]

ترجمہ:’’بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات کے بدلے خرید لیے ہیں کہ جنت انہی کی ہے‘‘۔

وہ خاتون بھی لشکر کو رخصت کرنے کے لئے نکلیں۔ جب وہ واپس ہونے لگیں تو انھوں نے اپنے بیٹے کو ایک کفن اور خوشبو دی، اور فرمایا:’’اے میرے پیارے بیٹے! جب دشمن سے مقابلہ کے لیے نکلنا تو یہ کفن باندھ لینا اور خوشبو لگالینا اور اللہ کے راستے میں لڑتے ہوئے کوئی کوتاہی مت کرنا‘‘۔ پھر انھوں نے اسے سینے سے لگالیا اور اس کی پیشانی کا بوسہ لیا اور فرمایا:’’پیارے بیٹے! میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اب ہم دونوں کو قیامت کے میدان میں ہی ملائے‘‘۔

شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ہم محاذ پر پہنچ گئے اور جنگ کا اعلان ہوگیا تو کچھ لوگ آگے لڑنے کے لئے نکلے۔ ان میں ابراہیم سب سے آگے تھا۔ اس نے بہت سارے دشمنوں کو قتل کیا، مگر پھر دشمنوں نے اسے گھیر کر شہید کردیا۔ جب ہم بصرہ کی طرف واپس آنے لگے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا:’’ابراہیم کی والدہ کو اس کے بیٹے کی شہادت کی خبر دینے میں جلدی نہ کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ غم میں اپنا اجر ضائع کربیٹھے‘‘۔ جب ہم بصرہ پہنچ گئے تو لوگ آکر ہم سے ملنے لگے۔ ان لوگوں میں ابراہیم کی والدہ بھی تھیں۔ انھوں نے جیسے ہی مجھے دیکھا تو کہا:’’اے ابوعبیدہ! اگر اللہ تعالیٰ نے میرا ہدیہ قبول کرلیا ہے تو میں خوشی مناؤں۔ اور اگر واپس لوٹا دیا ہے تو مجھ سے تعزیت کی جائے‘‘۔ میں نے کہا:’’بخدا اللہ تعالیٰ نے تمہارا ہدیہ قبول کرلیا ہے اور تمہارا بیٹا حقیقی زندگی پاکر شہداء کے ساتھ کھاپی رہا ہے‘‘۔ یہ سنتے ہی وہ شکر ادا کرتی ہوئی سجدے میں گر گئیں، اور کہنے لگیں:’’اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے مایوس نہیں کیا اور میری قربانی کو قبول فرمایا‘‘۔ اس کے بعد وہ واپس چلی گئیں۔ اگلے دن پھر وہ مسجد آگئیں اور سلام کرکے کہنے لگیں:’’مبارک ہو اے ابوعبیدہ! رات خواب میں، میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو ایک

خوبصورت باغ میں ایک سبز محل میں دیکھا۔ وہ موتیوں کی مسہری پر تاج پہنے بیٹھا مجھے کہہ رہا تھا: مبارک ہو امی جان! آپ کا دیا ہوا مہر قبول کر لیا گیا اور دلہن کی رخصتی ہو گئی“۔

فوائد

میرے بھائیو!

آپ جو دنیا کی فنا ہونے والی نعمتوں کے پیچھے پڑے ہو، کیا آخرت کی ابدی نعمتوں کو بھولے ہوئے ہو۔ وہ نعمتیں ایسی ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ رہیں گی اور جن کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ ہمارے اسلاف نے اسلام کو چہار دانگِ عالم میں پھیلایا تو اسی جذبے سے پھیلایا کہ انھوں نے دنیا کی فانی زندگی کے مقابلے میں آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کو ترجیح دی، دنیا کی محبت کو دل سے نکال کر اللہ، اس کے رسول ﷺ اور جنتوں کی محبت کو اس میں جگہ دی۔

نہ صرف خود انھوں نے یہ کام کیا، بلکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی اسلام کا یہی سبق دیتے رہے۔ آج ہم مسلمان اسی لیے دنیا کے کونے کونے میں مغلوب ہیں کہ ہمارا معاملہ برعکس ہو گیا ہے۔ ہمارے دلوں کو وہن کی بیماری لگ گئی ہے، ہمارے دلوں میں دنیا کی چند روزہ زندگی کی محبت ایسی بیٹھی ہے کہ ہم موت سے ڈرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم جہاد میں نہیں نکلتے۔ اور جب جہاد میں نہیں نکلتے تو اسلام بھی مغلوب رہتا ہے اور مسلمان بھی ذلیل و خوار۔

چاہیے کہ ہم عہد کر لیں کہ ہم اپنے دلوں سے دنیا کی محبت نکال کر اس میں اللہ، اس کے رسول ﷺ اور جنتوں کی محبت ڈالیں گے اور اپنے گھر والوں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی یہی دعوت دیں گے کہ سب مل کر اللہ کو راضی کرنے میں لگ جائیں، گناہوں کو چھوڑ دیں اور اللہ کے راستے میں اللہ کے دشمنوں کے مقابلے میں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلیں۔

علمائے کرام اور خطیبانِ اسلام کو بھی یہ آیات و احادیث اور ہمارے اسلاف کے واقعات یہ سبق دیتے ہیں کہ جہاد کی دعوت دینا اور جہاد کی ترغیب دینا، یہ نبوی عمل بھی ہے، فرض بھی ہے اور باعثِ شرف و فضیلت بھی ہے۔ یہ وہ بنیادی اینٹ ہے جس پر اسلام کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ لہٰذا! آگے بڑھیے، باطل قوتوں اور دشمنانِ اسلام کا خوف دل سے نکالیے اور مسلمانوں کو عزت و شرف کے راستے، جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دیجیے۔ یہ مسلمانوں کی طرف سے آپ پر قرض بھی ہے، اور اللہ کا عائد کردہ فرض بھی ہے۔

پانچواں باب
جہاد کی طرف سبقت کرنے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿سَابِقُوٓا اِلٰى مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا كَعَرۡضِ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ﴾ [الحدید:۲۱]

ترجمہ: ''ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو، اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جیسی ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُهٰجِرِيۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ وَالَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ بِاِحۡسَانٍ رَّضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ وَاَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ﴾ [التوبہ:۱۰۰]

ترجمہ: ''اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے، اور وہ اس سے راضی ہیں، اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی زبردست کامیابی ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ ○ اُولٰٓئِكَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ○ فِىۡ جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ﴾ [الواقعة:۱۰۔۱۲]

ترجمہ: ''اور جو سبقت لے جانے والے ہیں، وہ تو ہیں ہی سبقت لے جانے والے۔ وہی ہیں جو اللہ کے خاص مقرب بندے ہیں۔ وہ نعمتوں کے باغات میں ہوں گے''۔

حضرت عثمان ابن ابی سودہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''[السّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ] سے مراد وہ لوگ ہیں جو دوسروں سے پہلے جہاد اور نماز کے لئے نکلتے ہیں''[1]۔

حضرت عثمان ابن ابی سودہ رحمۃ اللہ علیہ حضرات تابعین کے ائمہ اور مجاہدین میں سے ہیں، اور ان کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ میں

---

[1] أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٣٣٩).

ایک لاکھ (سونے کے) دیناروں کے عوض بھی ایک سال جہاد سے ناغہ کو پسند نہیں کرتا۔[1]

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَرِيَّةٍ تَخْرُجُ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! نَخْرُجُ اللَّيْلَةَ أَمْ نَمْكُثُ حَتَّى نُصْبِحَ؟ قَالَ: "أَوَلَا تُحِبُّونَ أَنْ تَبِيتُوا فِي خِرَافِ الْجَنَّةِ؟".[2]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مجاہدین کے ایک دستے کو روانگی کا حکم فرمایا تو انھوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا ہم رات ہی کو نکلیں یا صبح تک ٹھہرنے کی اجازت ہے؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے باغات میں رات گزارو''۔

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا فِيهِمْ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، فَغَدَا الْقَوْمُ وَتَخَلَّفَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ حَتَّى صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ، فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "أَلَا أَرَاكَ سَبَقَكَ الْقَوْمُ بِشَهْرٍ فِي الْجَنَّةِ، الْحَقْ أَصْحَابَكَ"، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ مَعَكَ وَتَدْعُوَ لِي لِيَكُونَ لِي بِذَلِكَ الْفَضْلُ عَلَى أَصْحَابِي قَالَ: "بَلْ لَهُمُ الْفَضْلُ عَلَيْكَ، الْحَقْ أَصْحَابَكَ" وَقَالَ: "رَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا".[3]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا، اس میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ سارا لشکر صبح کے وقت روانہ ہو گیا اور سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے رک گئے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا: ''جاؤ فوراً اپنے لشکر میں شامل ہو جاؤ، تمہارے ساتھی تم سے جنت جانے میں ایک ماہ کی سبقت لے گئے''۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! میرا ارادہ تو یہ تھا کہ میں آپ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھوں گا اور آپ سے دعائیں لوں گا اس طرح سے میں اپنے ساتھیوں پر (اجر و فضیلت میں) سبقت لے جاؤں گا''۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بلکہ تمہارے ساتھی تم سے سبقت لے گئے، جاؤ ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ''۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک شام اللہ کے راستے میں لگا دینا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے، اور اسی طرح ایک صبح اللہ کے راستے میں لگا دینا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے افضل ہے''۔

---

[1] تهذيب الكمال (٢/ ٩١٠).

[2] أخرجه النسائي في الكبرى (٨٧٨٣)، والطبراني في المعجم الأوسط (٣١٦٠)، وصححه الحاكم في المستدرك (٢٤٠١)، ولم يتعقبه الذهبي وأصلحه في المهذب (٧/ ٣٧٠٧)، وأخرجه البيهقي في السنن الكبير (١٨٥٣٣)، وصححه عبدالحق الإشبيلي في الأحكام الصغرى (٢/ ٥١٩).

[3] أخرجه سعيد بن منصور في سننه (٢٣٧٩) بإسناد جوده ابن النحاس، إلا أنه مرسل عن الحسن، ومراسيل الحسن مما تُجوز فيها عند بعض أهل العلم، والله أعلم.

عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ رضي الله عنه، وقال في آخره: فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَتَدْرِي بِكَمْ سَبَقَكَ أَصْحَابُكَ؟" قَالَ: "نَعَمْ، سَبَقُونِي بِغَدْوَتِهِمْ،" فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَقَدْ سَبَقُوكَ بِأَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقَيْنِ وَالْمَغْرِبَيْنِ فِي الْفَضِيلَةِ".[1]

حضور اکرم ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے ساتھی تم سے کتنا آگے نکل گئے؟" انھوں نے عرض کیا: "جی، وہ مجھ سے ایک صبح کی سبقت لے گئے"۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، مشرق و مغرب کے درمیان جتنا فاصلہ ہے اس قدر فضیلت انھوں نے تم پر پالی ہے"۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ رَوَاحَةَ فِي سَرِيَّةٍ، فَوَافَقَ ذَلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، قَالَ: فَقَدَّمَ أَصْحَابَهُ، وَقَالَ: أَتَخَلَّفُ فَأُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ، ثُمَّ أَلْحَقُهُمْ. قَالَ: فَلَمَّا صلى رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآهُ، فقَالَ: "مَا مَنَعَكَ أَنْ تَغْدُوَ مَعَ أَصْحَابِكَ؟" قَالَ: فقَالَ: أَرَدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ مَعَكَ الْجُمُعَةَ، ثُمَّ أَلْحَقَهُمْ. قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ، مَا أَدْرَكْتَ غَدْوَتَهُم.[2]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو جہاد کے لئے کسی سریہ میں روانہ فرمایا۔ یہ روانگی جمعہ کے دن تھی۔ چنانچہ لشکر روانہ ہو گیا۔ سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ حضور اکرم ﷺ کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھ کر اپنے لشکر سے جاملوں گا، چنانچہ وہ رک گئے۔ جب حضور اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور آپ ﷺ نے انھیں دیکھا تو فرمایا: "آپ کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح روانہ ہونے سے کس چیز نے روکا؟" عرض کیا کہ میں نے سوچا کہ آپ کے ساتھ جمعہ پڑھ کر ان سے جاملوں گا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اگر تم زمین کے تمام خزانے خرچ کر ڈالو تب بھی اپنے ساتھیوں کی ایک صبح کی فضیلت کو نہیں پاسکتے"۔

---

[1] أخرجه أحمد (١٥٦٢٢)، والطبراني في المعجم الكبير (٤٢٣). وفيه سهل بن معاذ، قال الحافظ : سهل بن معاذ ليِّن الحديث، إلا أن أحاديثه حِسان في الفضائل والرغائب . تهذيب التهذيب (١٠ /١٨٦).

[2] أخرجه أحمد في مسنده (١٩٦٦)، والترمذي (٥٢٧)، وعبد بن حميد كما في المنتخب من مسنده (٦٥٧)، بنحوه من حديث ابن عباس، وأخرجه ابن المبارك في الجهاد (ص: ٦٦) عن الحسنِ مرسلًا، قال الترمذي عن حديث ابن عباس: حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه، وأعله بالانقطاع بين الحكم ومقسم، وجزم بذلك عبدالحق الإشبيلي كذلك في الأحكام الوسطى (٢/ ١١٥)، وضعف الحديث كذلك ابن الملقن ونقل إعلاله عن البيهقي وابن القطَّان. راجع: تحفة المحتاج (١/ ٤٩١)، البدر المنير (٤/ ٦٤٦)، التلخيص الحبير (١٦٢/٢)، وصححه ابن العربي في عارضة الأحوذي (٢/ ٣١٧)، وتعقّبه العراقي كما ذكر الشوكاني في نيل الأوطار (٣/ ٢٧٢) فليُرجع إليه.

فوائد

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہاد کا ایسا جذبہ اور ولولہ عطا فرمائے کہ ہمارے لیے سب کچھ چھوڑ کر جہاد میں نکلنا بلکہ سبقت کرنا آسان ہو جائے، آمین۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے سب کچھ چھوڑنا آسان ہو گیا تھا، لیکن حضور اکرم ﷺ کی جدائی انہیں گوارہ نہیں تھی، کیونکہ انھوں نے حضور اکرم ﷺ کی خاطر سب کچھ قربان کر دیا تھا اور انھیں حضور اکرم ﷺ سے اس قدر سچا عشق تھا کہ وہ آپ ﷺ کی طرف چلائے جانے والے تیروں کو اپنے سینے اور ہاتھوں سے روکتے تھے، اور آپ ﷺ سے جدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ مگر جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو انھیں جہاد کی خاطر آپ کی جدائی بھی سہنی پڑی۔ بہت ممکن تھا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے یہ امتحان بہت مشکل ثابت ہوتا کیونکہ وہ تو رات کے وقت جب آقا سے جدا ہوتے تو انہیں صرف صبح کا انتظار ہوتا تھا کہ کب صبح ہو اور ہم حضور اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر نظروں اور دلوں کی پیاس بجھائیں۔ مگر حضور اکرم ﷺ نے جب ان کے سامنے جہاد کی حقیقت اور اہمیت بیان فرمائی تو ان کے لئے یہ امتحان بھی آسان ہو گیا اور انہوں نے جہاد کی خاطر حضور اکرم ﷺ کی جدائی کو بھی برداشت کیا۔ ایک بار نہیں، بار بار انھیں برداشت کرنا پڑا۔ اس دوران اگر کوئی صحابی عشق و محبت سے مغلوب ہو کر حضور اکرم ﷺ کی صحبت کے چند لمحے مزید حاصل کرنے کے لئے پیچھے رہ جاتے تو آپ ﷺ انہیں تنبیہ فرماتے۔

مذکورہ بالا واقعات میں سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی ہے۔ انھیں موتہ کی طرف روانگی سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی باتوں سے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اس لڑائی میں شہید ہو جائیں گے، چنانچہ وہ اپنی زندگی کا آخری جمعہ حضور اکرم ﷺ کی معیت میں ادا کرنے کے لئے لشکر سے پیچھے رہ گئے اور ان کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی تیز رفتار سواری پر اپنے لشکر سے جاملیں گے۔ مگر پھر بھی آنحضرت ﷺ نے انہیں تنبیہ فرمائی اور صبح روانہ ہونے والے لشکر کی فضیلت بیان فرمائی۔ آنحضرت ﷺ کی انھی تعلیمات اور ترغیب کا نتیجہ تھا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاد کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا اور جہاد سے بڑھ کر کوئی چیز انہیں مرغوب و محبوب نہیں تھی۔

آج بھی اگر مسلمان حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کو پڑھیں، سمجھیں اور ان پر یقین کریں تو وہ بھی جذبہ جہاد کی نعمت سے سرشار ہو سکتے ہیں اور وہ بھی جہاد میں نکلنے میں سبقت کرنے والے بن سکتے ہیں۔ اور جب مسلمانوں میں یہ جذبہ پیدا ہو گیا تو پھر اسلام اور مسلمانوں کی عزت و سربلندی دور نہ رہے گی، وما ذلك على الله بعزيز۔

چھٹا باب

جہاد میں ایک صبح اور ایک شام نکلنے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[التوبہ:۱۲۱]

ترجمہ: ''نیز وہ جو کچھ (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتے ہیں، چاہے وہ خرچ چھوٹا ہو یا بڑا، اور جس کسی وادی کو وہ پار کرتے ہیں، اس سب کو (ان کے اعمال نامے میں نیکی کے طور پر) لکھا جاتا ہے، تاکہ اللہ انھیں (ہر ایسے عمل پر) وہ جزا دے جو ان کے بہترین اعمال کے لیے مقرر ہے''۔

عن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ رضي اللهُ عنه، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: "لَرَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ غَدْوَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ مِنَ الجَنَّةِ، أَوْ مَوْضِعُ قَيدٍ - يَعْنِي سَوْطَهُ - خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَلَوْ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ اطَّلَعَتْ إِلَى أَهْلِ الأَرْضِ لَأَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا، وَلَمَلَأَتْهُ رِيحًا، وَلَنَصِيفُهَا عَلَى رَأْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا".[1]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے راستے میں صبح کا یا شام کا وقت لگانا دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے، اور جنت میں تم میں سے کسی ایک کی کمان کی مقدار یا اس کی چابک کی مقدار کی جگہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے، اور اگر جنت کی ایک عورت زمین والوں پر جھانک کر دیکھ لے تو جنت اور زمین کے درمیان ساری جگہ روشنی اور اپنی خوشبو سے بھر دے، اور اس کا دوپٹہ دنیا اور اس کے اندر کی سب چیزوں سے بہتر ہے''۔

فائدہ: امام ابن النَّحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'غدوۃ' کا معنی ہے ایک بار جانا اور 'روحۃ' کا معنی ہے ایک بار لوٹنا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

''صبح سے زوال تک کے چلنے کو غدوہ اور زوال سے دن کے آخری پہر تک چلنے کو روحہ کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جو شخص اتنی دیر جہاد میں رہا، اسے یہ ثواب ملے گا، اور اسے دورانِ جہاد گزرنے والی ہر صبح اور ہر شام کا یہی اجر ملے گا،

[1] رواه البخاري (٢٧٩٦ و ٦٥٦٨)، وهذا لفظه، ومسلم (١٨٨٠) باختصار.

حتی کہ راستے میں گزرنے والی صبح وشام کا بھی یہی اجر ہے۔ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی انسان ساری دنیا اور اس کی تمام نعمتوں کا مالک بن جائے تب بھی مجاہد کی ایک صبح یا شام کا اجر وثواب اس سے بہتر ہے کیونکہ دنیا کی نعمتیں تو بہر حال فانی ہیں"۔[1]

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو دنیا کا تمام مال و اسباب دے دیا جائے اور وہ یہ سارا مال اللہ کی اطاعت میں خرچ کر دے تب بھی وہ مجاہد کی ایک صبح یا ایک شام جیسا اجر وثواب نہیں پا سکتا"۔[2]

مجاہد کی صبح اور شام کی فضیلت کے بارے میں احادیث بخاری، مسلم اور دوسری کتب میں بکثرت موجود ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَضَمَّنَ اللهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ، لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا جِهَادًا فِي سَبِيلِي، وَإِيمَانًا بِي، وَتَصْدِيقًا بِرُسُلِي، فَهُوَ عَلَيَّ ضَامِنٌ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ أَرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ، نَائِلًا مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، مَا مِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِ اللهِ، إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهِ حِينَ كُلِمَ، لَوْنُهُ لَوْنُ دَمٍ، وَرِيحُهُ مِسْكٌ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْلَا أَنْ يَشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللهِ أَبَدًا، وَلَكِنْ لَا أَجِدُ سَعَةً فَأَحْمِلَهُمْ، وَلَا يَجِدُونَ سَعَةً، وَيَشُقُّ عَلَيْهِمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوَدِدْتُ أَنِّي أَغْزُو فِي سَبِيلِ اللهِ فَأُقْتَلُ، ثُمَّ أَغْزُو فَأُقْتَلُ، ثُمَّ أَغْزُو فَأُقْتَلُ"، وَفِي لَفظِ لِلْبُخَارِيِّ: "لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ".[3]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کے لئے ذمہ دار ہوں جو میرے راستے میں مجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور میرے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے جہاد کے لئے نکلے کہ میں یا تو اسے جنت میں داخل کروں گا یا اسے اپنے گھر اجر یا غنیمت کے ساتھ واپس لوٹاؤں گا۔ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! جو شخص اللہ کے راستے میں زخمی ہو گا، وہ قیامت کے دن اسی طرح زخمی حالت میں حاضر ہو گا کہ اس کے خون کا رنگ خون جیسا اور خوشبو مشک جیسی ہو گی۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر کچھ مسلمانوں پر شاق

---

[1] شرح النووي على مسلم (١٣/ ٢٦).

[2] إكمال المعلم (٦/ ١٥٤).

[3] اللفظ الأول رواه مسلم (١٨٧٦)، والثاني رواه البخاري (٢٧٩٧).

نہ گزرتا تو میں کبھی بھی کسی سریے سے پیچھے نہ رہتا (بلکہ ہر بار خود جہاد کے لئے نکلتا)، لیکن میں (غریب) مسلمانوں کے لئے سواری نہیں پاتا (کہ ہر بار انھیں ساتھ لے جاسکوں) اور وہ خود بھی اس کی وسعت نہیں رکھتے اور انھیں میرے (جہاد میں جانے کے بعد) پیچھے رہ جانا بہت گراں گزرتا ہے۔ (اس لئے ان کی خاطر کبھی کبھار میں خود رک جاتا ہوں اور لشکر روانہ کر دیتا ہوں)۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے راستے میں لڑتا ہوا شہید کر دیا جاؤں، پھر (دوبارہ زندگی پاکر) لڑوں، پھر شہید کر دیا جاؤں، پھر لڑوں پھر شہید کیا جاؤں"۔

بخاری شریف میں حدیث شریف کے آخری الفاظ اس طرح ہیں: "میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے راستے میں شہید کیا جاؤں۔ پھر مجھے زندہ کیا جائے، پھر شہید کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں"۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِذَا خَرَجَ الْغَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ جُعِلَتْ ذُنُوبُهُ جِسْرًا عَلَى بَابِ بَيْتِهِ، فَإِذَا خَلَّفَهُ خَلَّفَ ذُنُوبَهُ كُلَّهَا، فَلَمْ يَبْقَ عَلَيْهِ مِنْهَا مِثْلُ جَنَاحِ بَعُوضَةٍ، وتَكَفَّلَ اللَّهُ لَهُ بِأَرْبَعٍ، بِأَنْ يَخْلُفَهُ فِيمَا تَخَلَّفَ مِنْ أَهْلٍ وَمَالٍ، وَأَيُّ مِيتَةٍ مَاتَ بِهَا أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ، وَإِنْ رَدَّهُ رَدَّهُ سَالِمًا بِمَا أَصَابَ مِنْ غَنِيمَةٍ أَوْ أَجْرٍ، وَأَنْ لَا تَغْرُبَ شَمْسٌ إِلَّا غَرَبَتْ بِذُنُوبِهِ".[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب مجاہد اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اس کے گناہ اس کے گھر کے دروازے پر پُل کی طرح بنادیئے جاتے ہیں، جب وہ اس پُل کو پار کرلیتا ہے (یعنی گھر کے دروازے سے نکل جاتا ہے) تو اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں، یہاں تک کہ مچھر کے پر کے برابر بھی باقی نہیں رہتے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے چار چیزوں کی ذمہ داری لے لیتا ہے۔

۱) وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) اس کے پیچھے اس کے گھر اور مال کی دیکھ بھال فرمائے گا۔

۲) اسے جس طرح بھی موت آئے گی اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔

۳) اگر اسے واپس لوٹایا تو اجر یا غنیمت کے ساتھ صحیح سالم لوٹائے گا۔

۴) اور ہر دن کے سورج کے غروب ہوتے ہی اس کے گناہ بخشے جائیں گے"۔

---

[1] أخرجه الطبراني في الأوسط (٧٦٤٦) وقال: لم يروه عن زاهر إلا عصمة - يعني ابن المتوكل، وقال الهيثمي: فيه بكر بن خنيس وهو ضعيف، مجمع الزوائد: (٢٧٦/٥).

سیدنا عبد اللہ بن رواحہ کا واقعہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا:

"وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِه! لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الأَرْضِ مَا أَدْرَكْتَ فَضْلَ غَدْوَتِهم ".[1]

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر تم زمین کا سارا مال واسباب بھی خرچ کر ڈالو، تب بھی اپنے (صبح روانہ ہونے والے) ساتھیوں کی ایک صبح جتنا اجر نہیں پا سکتے"۔

اس روایت سے بھی مجاہد کی صبح کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

عَنِ الحَسَنِ قال: قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: "غَدْوَةٌ أَورَوحَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ خَيْرٌمِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيها، وَلَوُقُوفُ أَحَدِكُم فِي الصَّفِّ خَيرٌمِن عِبَادَةِ رَجُلٍ سِتّينَ سَنَةً.[2]

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "ایک صبح یا ایک شام اللہ کے راستے میں جہاد میں لگا دینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، اور تم میں سے کسی کا میدانِ جنگ کی صف میں کھڑا ہونا کسی شخص کی ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے"۔

عَن عَبدِ اللهِ بنِ عَمرٍورضي الله عنهما، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قال: "قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ".[3]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جہاد سے لوٹنا جہاد میں جانے کی طرح ہے"۔

فائدہ: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مجاہد کو سفر جہاد سے واپسی پر بھی روانگی جیسا اجر ملتا ہے۔

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابو فوزہ حدیر اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ موسم گرما کا لشکر جہاد کے لئے روانہ ہوا تو سیدنا کعب الاحبار رضی اللہ عنہ بھی باوجود بیماری کے لشکر کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ حرستا (نامی مقام) میں میرا مرنا میرے نزدیک دمشق میں مرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور دومہ (نامی مقام) میں مرنا مجھے حرستا میں مرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ اسی طرح جہاد سفر میں آگے بڑھ کر اور اپنے وطن سے دور جا کر مروں (وہ مجھے زیادہ محبوب ہے)۔ یہ لشکر چلتا رہا، یہاں تک کہ جب حمص (نامی مقام) پر پہنچا تو سیدنا کعب انتقال فرما گئے۔ ہم نے انہیں حمص ہی میں زیتون کے درختوں کے درمیان دفن کر دیا، مگر لشکر (جہاد کرتے ہوئے) آگے بڑھتا رہا اور تب واپس لوٹا جب سیدنا عثمان غنی

---

[1] سبق تخريجه.

[2] أخرجه عبد الرزاق في مصنفه (٩٥٤٣) عن الحسن مرسلا، والجملة الأولى منه رويت متصلة في حديث أبي هريرة وأنس رضي الله عنهما وقد تقدم، ويشهد للجملة الثانية منه حديث أبي هريرة عند أحمد في مسنده (٩٧٦٢)، وعند ابن أبي عاصم في الجهاد (١/ ٣٨٩) برقم: (١٣٩)، وفي رواية حسنها الترمذي (١٦٥٠): سبعين عاما، وفيه حديث عمران بن حصين رضي الله عنهما عند الطبراني في المعجم الكبير (٧٨٦٨).

[3] أخرجه أبو داود (٢٤٨٧) وسكت عنه، والحاكم (٢٣٩٩) وصححه على شرط مسلم، ولم يتعقبه الذهبي، وأخرجه أبو عوانة في مستخرجه على مسلم (٧٥٥١)، وانتقاه ابن الجارود (١٠٣٩)، وجوده النووي في رياض الصالحين (ص: ٣٧٣).

رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔[1]

ایسا ہی واقعہ عبد اللہ بن محریز رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سیدنا محریز (ابن جنادہ بن وہب الجمحی) رضی اللہ عنہ کا نقل فرماتے ہیں کہ وہ لشکر میں بیمار ہو گئے تو مجھے فرمانے لگے: "اے بیٹے! مجھے اٹھا کر کسی نہ کسی طرح رومیوں کی سر زمین تک لے چلو، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے وہیں پر موت آئے"۔ چنانچہ میں انہیں اٹھا کر چلتا رہا یہاں تک کہ حمص میں ان کا انتقال ہوا۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ عبد اللہ فرماتے ہیں کہ: "جب ان کا انتقال ہو گیا تو مجھے فکر ہوئی کہ جنازہ کون پڑھے گا، اچانک میں نے صفوں کی صفیں ان کا جنازہ پڑھتے دیکھیں جنہیں میں پہچانتا تک نہیں تھا"۔[2]

حضرت عون بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قادسیہ کی لڑائی کے دن ایک مجاہد کی آنتیں (کٹ کر) بکھری پڑی تھیں، ایک دوسرا مجاہد ان کے پاس سے گزرا تو زخمی مجاہد نے کہا: "مجھے اپنے ساتھ چمٹالو، شاید میں اللہ کے راستے میں ایک دو نیزوں کی مقدار اور آگے بڑھ سکوں"۔ چنانچہ پھر وہ ان کے ساتھ چمٹ کر ایک دو نیزے کی مقدار آگے بڑھنے میں کامیاب ہو گئے[3]۔

حضرت ابو ظبیان کوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قسطنطنیہ کی لڑائی سے واپس آنے والے مجاہدین نے مجھے بتایا کہ جب ہم جنگ ختم کر چکے تھے اور دشمن ہمیں دیکھ رہا تھا، اس وقت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آپہنچا۔ انہوں نے لشکر والوں سے فرمایا: "جب میرا انتقال ہو جائے تو تم دشمن کی طرف سوار ہو کر بڑھنا پھر جہاں دشمن تمہیں روک دے اور آگے نہ بڑھنے دے تو وہاں قبر کھود کر مجھے دفن کر دینا۔ پھر گھوڑے اور آدمی اس پر دوڑا کر قبر کو برابر کر دینا تاکہ وہ پہچانی نہ جا سکے"[4]۔

حضرت سعید بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ روم کی سر زمین میں (دورانِ جہاد) 'حمۃ بسر' کے علاقے میں انتقال فرما گئے۔ یہ واقعہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں پیش آیا۔ انھوں نے انتقال سے پہلے (امیر لشکر) سیدنا بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "آپ کے ساتھ اس لشکر میں جتنے مسلمانوں کا انتقال ہوا ہے، آپ مجھے ان کا امیر بنا دیجئے، اور ان کے لئے مجھے ایک جھنڈا بھی دے دیجئے، اور مجھے دشمن کے دور دراز علاقوں میں دفن کیجئے، مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن ان (شہداء) کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا"[5]۔

سبحان اللہ! ان حضرات کے کیا عظیم جذبات تھے۔ دراصل یہ حضرات جہاد کی عظمت اور حقیقت کو پہچانتے تھے اور ان کے پیشِ نظر صرف آخرت کی زندگی تھی اور وہ جانتے تھے کہ آخرت کی زندگی میں جہاد کے صبح و شام کس قدر فائدہ دینے والے ہیں۔

---

[1] تاريخ دمشق لابن عساكر (١٢/ ٢٤١).
[2] تاريخ دمشق لابن عساكر (٣٥/ ٦٠).
[3] الجهاد لابن المبارك (٢/ ١٣٢).
[4] سير أعلام النبلاء (٢/ ٤١٢).
[5] تاريخ دمشق لابن عساكر (٢٧/ ٢٣٠).

چنانچہ وہ جہاد میں گزاری ہوئی ہزاروں صبحیں اور ہزاروں شامیں اپنے ساتھ لے کر اس دنیا سے چلے گئے اور کامیاب ہو گئے۔
آج ہمیں بھی غور کرنا چاہیئے کہ ہمارے دامن میں کتنی صبحیں اور کتنی شامیں ایسی ہیں جو ہم نے جہاد میں گزاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہاد کی قدر و قیمت جاننے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

ساتواں باب

اللہ کے راستے کے غبار اور اس راستے میں چلنے کی فضیلت

عَن أَبِي عَبْسٍ واسْمُه عَبدُ الرَّحمنِ بنُ جَبرٍرضي الله عنه، قال : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يقول : "من اغبرَّتْ قَدَماهُ في سَبِيْلِ اللهِ حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النّار".[1]

سیدنا ابو عبس جن کا نام عبد الرحمٰن بن جبر رضی اللہ عنہ ہے، فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس کے دونوں قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں گے، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام فرمادے گا"۔

عن أبي الدَّرداءِ رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا يَجمعُ الله عز وجل في جَوفِ عبدٍ غُبارًا في سبيل الله وَدُخَانَ جَهنَّم، وَمَنِ اغْبرَّتْ قَدَمُه في سَبِيلِ اللهِ بَاعدَ اللهُ مِنهُ النارَ يومَ القِيَامةِ مَسِيرةَ ألفِ عامٍ للرَّاكِبِ المُسْتَعجِل، وَمَن جُرِحَ جراحةً في سبيل الله خُتمَ لَهُ بِخَاتَمِ الشُّهَداء، لَه نورٌ يَومَ القِيامة لَونُها مِثلُ لَونِ الزَّعْفَران وَرِيحُهَا مِثلُ المِسْك، يعرِفُه بها الأَوَّلُونَ والآخِرُون، يقولون: فُلَانٌ عَلَيْهِ طَابِعُ الشُّهَداء، وَمَنْ قاتَلَ فِي سَبِيل اللّهِ (عَزَّ وَجلَّ) فُواقَ ناقةٍ وجبَتْ له الجَنَّة".[2]

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کسی بندے کے پیٹ میں اپنے راستے (جہاد) کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں فرمائے گا، اور جس شخص کے پاؤں اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جہنم کو اس بندے سے اس قدر دور فرمادے گا جس قدر مسافت تیز رفتار گھڑ سوار ایک ہزار سال تک دوڑنے سے پوری کرتا، اور جس شخص کو اللہ کے راستے میں کوئی زخم لگے گا اللہ تعالیٰ اس پر شہداء کی مہر لگادیں گے، اور اس کے لئے قیامت کے دن ایک (خاص) نور ہو گا، اس (کے خون) کا رنگ زعفران جیسا اور خوشبو مُشک جیسی ہو گی، اسی کے ذریعے تمام انسان اسے پہچانیں گے اور کہیں گے کہ فلاں شخص پر تو شہداء کی مہر لگی ہوئی ہے، اور جو شخص اللہ کے راستے میں اتنی دیر لڑا جتنی دیر میں اونٹنی کے تھنوں میں دودھ واپس آجاتا ہے، اس کے لئے جنت واجب ہو گئی"۔

---

[1] أخرجه البخاري (٩٠٧).

[2] أخرجه بهذا السياق أحمد في مسنده (٢٧٥٠٣)، وقال المنذري والهيثمي وابن النحاس: رجال إسناده ثقات إلا أن خالد بن دريك لم يسمع من أبي الدرداء ولم يدركه. الترغيب والترهيب (٢/ ١٧٦)، مجمع الزوائد (٥/ ٢٨٥)، وأكثر ألفاظ الحديث ثبتت في أحاديث آخرى.

عَنْ عَمْرِوبْنِ قَيْسٍ الْكِنْدِيِّ قَالَ: كُنَّا مَعَ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضي الله عنه مُنْصَرِفِينَ مِنَ الصَّائِفَةِ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، اجْتَمِعُوا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَرَّمَ اللَّهُ سَائِرَ جَسَدِهِ عَلَى النَّارِ".[1]

حضرت عمرو بن قیس کندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گرمیوں کے جہاد سے واپسی پر میں سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! جمع ہو جاؤ۔ (جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا) میں نے حضور اکرم ﷺ نے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص کے دونوں پاؤں اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ اس کے پورے جسم کو آگ پر حرام فرمادے گا“۔

فائدہ: گرمیوں کے جہاد سے مراد رومیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی لڑائی ہے کیونکہ مسلمان سردیوں کی شدت اور برف باری کی وجہ سے رومیوں کے ساتھ گرمیوں میں جہاد کے لئے نکلتے تھے، اس لئے اس لڑائی کا نام صائفہ یعنی گرمیوں کی جنگ پڑ گیا۔

عَن أبي هريرة رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أنه قال: "طُوبَى لِعَبْدٍ آخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَشْعَثَ رَأْسُهُ، مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ".[2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”(جنت کی) خوشخبری ہے اس بندے کے لئے جو پراگندہ بال اور غبار آلود قدموں کے ساتھ اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو“۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا يَلِجُ النار رجلٌ بَكَى من خَشْيَةِ اللهِ حَتَّى يَعُودَ اللَّبَنُ في الضَّرْعِ، ولا يَجتَمِعُ غُبَارٌ في سبيل الله وَدُخَانُ جَهنَّم في مِنخَرَيْ مُسلمٍ أبدا".[3]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا وہ جہنم کی آگ میں داخل نہیں ہو گا یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس لوٹ آئے (یعنی جس طرح دودھ کا تھنوں میں واپس لوٹنا محال ہے اسی طرح اس شخص کا دوزخ میں داخلہ بھی)، اور کسی مسلمان کی ناک میں اللہ تعالیٰ کے

---

[1] أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط (٥٥٣٣)، وقال : تفرد به صدقة بن موسى، وقال الهيثمي في المجمع (٥/ ٢٨٦): فيه صدقة بن موسى الدقيقي ضعفه الجمهور ووثقه مسلم بن إبراهيم، وقال ابن النحاس: صدقة هذا قد وُثِّق، وحديثُه هذا لا بأس به لكثرة شواهده، والله أعلم. قلت: وقد سبق له شاهد من حديث أبي عبس رضي الله عنه.

[2] أخرجه البخاري (٢٨٨٧).

[3] أخرجه الترمذي وصححه (١٦٣٣ و ٢٣١١)، والنسائي (٣١٠٨)، وأحمد (١٠٥٦٠)، وصححه الحاكم (٧٦٦٧)، ولم يتعقبه الذهبي.

راستے کا غبار اور جہنم کا دھواں کبھی بھی جمع نہیں ہو گا"۔

فائدہ: امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور قصیدہ [یاعابد الحرمین] میں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

لا يَسْتَوِيْ وَغُبَارُ خَيْلِ اللهِ فِيْ ... أَنْفِ امْرِئٍ وَدُخَانُ نَارٍ تَلْهَبُ

"برابر نہیں ہے اللہ کے راستے کے گھوڑے کے پاؤں سے اٹھنے والا غبار جو مجاہد کی ناک میں چلا جائے، اور بھڑکتی آگ کا دھواں"

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا يجتمع الشُّحُّ والإيمَانُ في جَوفِ رجُلٍ مُسلم، ولا غُبَارٌ في سَبِيلِ اللهِ وَدُخانُ جَهنّم فِي جَوفِ رَجُل".[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کسی مردِ مسلمان کے دل میں بخل اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے، اور نہ کسی شخص کے پیٹ میں اللہ کے راستے کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع ہو سکتا ہے"۔

امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد کسی نے انھیں خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ "اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے"۔ خواب دیکھنے والے نے پوچھا: "کیا آپ کی بخشش اس علم کی بدولت ہوئی ہے جو لوگوں میں آپ نے پھیلایا ہے"۔ ارشاد فرمایا: "نہیں، بلکہ اللہ کے راستے کا جو غبار میری ناک میں گیا تھا، اس کی وجہ سے میری بخشش ہوئی"۔

حضرت ابو المصبح المقرائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا لشکر سیدنا مالک بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں رومیوں کی طرف جا رہا تھا۔ امیر لشکر نے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا، آپ اپنے خچر سے اتر کر پیدل چلتے ہوئے جا رہے تھے۔ سیدنا مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ "اللہ نے آپ کو سواری دی ہے، اس پر سوار ہو جایئے"۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "میں اپنی سواری کو راحت دے رہا ہوں، اور اپنی قوم سے مستغنی ہوں، اور میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دونوں قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوں گے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ کو حرام فرما دے گا"۔ سیدنا مالک وہاں سے چل کر ایسی جگہ آئے جہاں سے ان کی آواز پورا لشکر سن سکتا تھا، انہوں نے وہاں سے بلند آواز میں (لوگوں کو سنانے کے لئے) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کو پھر فرمایا: "اے ابو عبد اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سواری دی ہے، آپ اس پر سوار ہو جایئے"۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ امیر لشکر پورے لشکر کو (غبار کی فضیلت والی) حدیث سنوانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے پہلے جیسا جواب دیا اور حدیث شریف بھی سنائی۔ لوگوں نے جب یہ حدیث سنی تو سواریوں سے کود کر

---

[1] أخرجه النسائي في سننه (٣١١٠)، وابن ماجه (٢٧٧٤)، وابن أبي شيبة في مصنفه (١٠/ ٣٢٨)، وأحمد في مسنده (٧٤٨٠ و ٩٦٩٣)، والبخاري في الأدب المفرد (٢٨١)، وصححه ابن حبان (٤١٤٦)، ورواه بعضهم بتقديم ذكر الشح والإيمان وبعضهم بتأخيره.

نیچے اتر گئے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن سے زیادہ لوگوں کو کبھی اتنا پیدل چلتے ہوئے نہیں دیکھا۔[1]

ایک اور روایت میں ہے کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللهِ سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ فَهُمَا حَرَامٌ عَلَى النَّارِ".[2]

''جس شخص کے قدم دن کی ایک گھڑی اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوئے تو وہ دونوں قدم آگ پر حرام ہیں''۔

عن رَبِيعِ بنِ زِيَادٍ رضي الله عنه أنه قال: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ، إذا هُوَ بِغُلاَمٍ مِنْ قُرَيْشٍ شَابٍّ مُعْتَزِلٍ عَنِ الطَّرِيقِ يَسِيرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "أَلَيْسَ ذَلِكَ فُلاَنٌ ؟" قَالُوا : "بَلَى"، قَالَ : "فَادْعُوهُ"، قَالَ: "مَا لَكَ اعْتَزَلْتَ من الطَّرِيقِ ؟" قَالَ : "يَا رَسُولَ اللهِ، كَرِهْته لِلْغُبَارِ"، قَالَ : "فَلاَ تَعْتَزِلْهُ"، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّهُ لَذَرِيرَةُ الْجَنَّةِ".[3]

سیدنا ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ (ایک لشکر لے کر) تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے ایک قریشی نوجوان کو راستے سے ہٹ کر چلتے دیکھا، آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا یہ فلاں نوجوان نہیں ہے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: ''جی ہاں! یہ وہی ہے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے بلاؤ''۔ جب وہ حاضر ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم راستے سے ہٹ کر کیوں چل رہے ہو؟'' اس نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! میں غبار کو پسند نہیں کرتا''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اے نوجوان) اس غبار سے نہ بچو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہ تو جنت کا عطر ہے''۔

عن أنس رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "مَنْ رَاحَ رَوْحَةً فِي سَبِيلِ اللهِ كَانَ لَهُ بِمِثْلِ مَا أَصَابَهُ مِنَ الْغُبَارِ مِسْكًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ".[4]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص ایک شام اللہ کے راستے میں چلا تو اسے قیامت کے دن اتنا مشک ملے گا جتنا اسے (اس راستے کا) غبار پہنچے گا''۔

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَلَثَّمُوا مِنَ الْغُبَارِ فِي

---

[1] أخرجه ابن المبارك في الجهاد (١/ ٧٧)، وصححه ابن حبان (٤٦٠٤)، وأخرجه البيهقي في شعب الإيمان (٣٩٣٣).

[2] أخرجه ابن المبارك في الجهاد (١/ ٧٨)، وأحمد (٢١٩٦٢)، وأبو يعلى في مسنده (٢٠٧٥)، ويشهد لمعناه ما سبق.

[3] أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٧١٢)، وأبو داود في المراسيل (٣٠٥)، والنسائي في الكبرى (٨٧٦٨)، والطبراني في الكبير (٤٦٠٨) كلهم مرسلا عن ربيع (ويقال: ربيعة) بن زياد، وهو مختلفٌ في صحبته، وقال ابن عبدالبر في الاستيعاب (٢/ ٤٩٢): في إسناده مقال، وقال الهيثمي في المجمع (٥/ ٢٨٧): رجاله ثقات، وقال المحقق عوامة في تعليقه على الحديث: قول الهيثمي: (رجاله ثقات) في محل النظر.

[4] أخرجه ابن ماجه (٢٧٧٥)، والبزار في مسنده (٧٥١٧)، والطبراني في المعجم الأوسط (١٣٥٩)، واختاره الضياء (٢١٩٢)، وحسن إسناده البوصيري في مصباح الزجاجة (٣/ ١٥٨)، وجوّده المناوي في التيسير (٢/ ٤١٨)، وحسنه صاحب مرشد ذوي الحجا والحاجة (١٦/ ٢٠٠).

سَبِيلِ اللَّهِ , فَإِنَّ الْغُبَارَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قُتارُ مِسْكِ الْجَنَّةِ".[1]

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے راستے کے غبار سے بچنے کے لئے ڈھاٹا (یعنی منہ پر کپڑا) نہ باندھو، کیونکہ اللہ کے راستے کا غبار تو جنت کی مشک کی خوشبو ہے''۔

عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " الْغُبَارُ فِي سَبيلِ اللهِ إِسفارُ الوُجُوهِ يومَ القيامةِ".[2]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے راستے کا غبار قیامت کے دن چہروں کو منور (سفید اور چمکدار) بنانے کا ذریعہ ہوگا''۔

فائدہ: امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کچھ چہرے چمکدار ہنستے خوشیاں منانے والے ہوں گے اور کچھ چہرے اس دن غبار آلود ہوں گے جن پر ذلت اور سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔ تو جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار اپنے چہرے پر لے گا وہ قیامت کے دن کے غبار سے محفوظ کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے چہرے پر سفیدی چمک اور خوشی کے آثار بھی عطا فرمادے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت سالم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ ''میرا سامانِ جہاد تیار کرو، میں اب گھر میں ایک رات بھی نہیں رکوں گا، کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں آسمان کے دروازے پر پہنچا تو میں نے اسے کھٹکھٹایا''۔ وہاں سے پوچھا گیا: ''کون؟'' میں نے کہا: ''سالم بن عبد اللہ''۔ وہاں سے جواب ملا: ''یہ دروازہ ایسے شخص کے لئے کیسے کھولا جائے جس کے پاؤں جہاد میں کسی دن یا رات میں غبار آلود نہیں ہوئے''۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سالم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا ہی خواب دیکھا تھا''۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ -هو ابنُ مَسْعودٍ- رضي الله عنه قال : أَنَّهُمْ كَانُوا يَوْمَ بَدْرٍ بَيْنَ كُلِّ ثَلَاثَةٍ بَعِيرٌ، وَكَانَ زَمِيلَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ، وَ أَبُو لُبَابَةَ، فَإِذَا حَانَتْ عُقْبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَا: يا رَسُولَ اللهِ نَحْنُ نَمْشِي عَنْكَ، فَيَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا أَنْتُمَا بِأَقْوَى مِنِّي، وَمَا أَنَا بِأَغْنَى عَنِ الْأَجْرِ مِنْكُمَا".[3]

---

[1] أخرجه الطبراني في مسند الشاميين (٩٦٨) بلفظ: كثبان بدل: قتار، وأخرجه أبو الشيخ كذلك كما في كنز العمال (٤/ ٣٢٠)، ومن طريق الطبراني أخرجه ابن عساكر، وقال: حديث غريب، كما نقله عنه ابن النحاس، وقد قال بهذا الحديث غير واحد من أهل العلم.

[2] أخرجه الطبراني في مسند الشاميين (٣٢٨)، وأبو نُعيم في الحلية (٦/ ٨٨) وقال: غريبٌ من حديث سليمان والزُّهريّ، لم نكتبْه إلّا من هذا الوجه. وأخرجه ابن عساكر بإسناده كما نقل المؤلف.

[3] أخرجه أحمد (٣٩٠١ و ٣٩٦٥ و ٤٠٠٩)، والبزار في مسنده (١٨١٣)، وابن أبي شيبة في مسنده (٣٩٩)، والنسائي في الكبرى (٨٧٥٦)، وأبو يعلى في مسنده (٥٣٥٩)، وصححه ابن حبان (٤٧٣٣)، والحاكم (٢٤٥٣)، وصححه كذلك عبدالحق في الأحكام الصغرى (٢/ ٥٠٥)، وجوّده النووي في المجموع (٤/ ٣٩٢)، وحسنه ابن النحاس، وقال الذهبي: المشهور عند أهل المغازي: مرثد بن أبي مرثد الغنوي بدل أبي لبابة، فإن

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن تین آدمیوں کے حصے میں ایک اونٹ آیا تھا۔ سیدنا ابو لبابہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے اونٹ میں (سواری کے) حصے دار تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ کی پیدل چلنے کی باری آتی تو وہ دونوں حضرات عرض کرتے: ’’اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے حصے کا پیدل چل لیں گے (آپ سواری پر تشریف رکھیں)‘‘۔ حضور اکرم ﷺ انہیں فرماتے: ’’تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو اور نہ میں تم دونوں کی بنسبت اجر و ثواب کمانے سے زیادہ مستغنی ہوں‘‘۔

فائدہ: امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں چند باتیں نہایت وضاحت کے ساتھ سمجھائی گئی ہیں۔

۱) اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلنا اجر و ثواب کا باعث ہے۔

۲) امیر کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنی راحت کے لئے خصوصی مراعات حاصل نہ کرے بلکہ اپنے مامورین کے ساتھ ہر طرح کی تکلیف و مشقت میں برابر کا شریک رہے۔

۳) مروت کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے شریکِ سفر رفقاء کے درمیان اپنے لئے کوئی خصوصی فائدہ حاصل نہ کرے۔

۴) رفقاء کو چاہیئے کہ اپنے سے افضل افراد کے لئے ایثار و قربانی کا معاملہ کریں (جیسا کہ سیدنا ابو لبابہ اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیش کش سے معلوم ہوتا ہے)۔

۵) حضور اکرم ﷺ تمام مخلوق میں سے افضل ترین ہونے کے باوجود تواضع کو پسند فرماتے تھے۔

فوائد

ایک مسلمان کو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے کہ اسے قیامت کے دن دوزخ کی آگ اور اس کے خوف ناک دھویں سے نجات مل جائے۔ ہم نے اس باب میں جتنی بھی احادیث اور روایات پڑھی ہیں، یہ سب ہمارے ہی لیے ہیں۔ آج اگر مسلمان ان احادیث پر یقین نہیں کریں گے اور نجات کے لئے ان راستوں کو اختیار نہیں کریں گے تو کل کوئی پوچھ سکتا ہے کہ آخر یہ فضائل کس کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ اللہ کے راستے کا غبار ہر اس آدمی کو آسانی سے نصیب ہو سکتا ہے جو جہاد کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ بظاہر آسان اور سستی نظر آنے والی یہ نعمت کتنی بڑی ہے کہ اس کی بدولت قیامت کے دن غبار اور گرمی سے نجات ملے گی اور دوزخ کی آگ حرام ہو جائے گی۔ اگر مسلمان تھوڑا سا غور کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے راستے کے اسی غبار میں ان کی عظمتِ رفتہ کے قابلِ رشک مینار چھپے ہوئے ہیں اور اسی مٹی میں ان کی عزت اور نجات کے راز پوشیدہ ہیں۔ ہمارے اسلاف

أبا لبابة رده النبي صلى الله عليه وسلم واستخلفه على المدينة. سير أعلام النبلاء (١/ ٣٢٦).

اسی مٹی کو پھانکتے رہے۔ اسی میں جیتے رہے اور اسی میں مرتے رہے اور دنیا ان کے قدموں میں گرتی رہی اور بادشاہتیں ان کی چوکھٹوں پر جزیے دے کر زندگی کے سانس لیتی رہیں۔ اسلاف میں سے ایسے حضرات بھی گزرے ہیں جو اللہ کے راستے کی مٹی اپنے کپڑوں پر سے جمع کرتے رہے اور بالآخر وہی مٹی ان کی قبر بنی۔ یقیناً انھیں اسی مٹی میں بہت کچھ نظر آرہا تھا اور انھوں نے اس مٹی کی قدر و قیمت اور اس کی عظمت و منزلت کو پہچان لیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے اس مٹی کو بھی پالیا اور اس مٹی کے اندر چھپے ہوئے دنیوی اور اخروی خزانے بھی لوٹ لیے۔ مگر آج ہم اس مبارک غبار سے محروم ہو کر ذلت کی مٹی چاٹ رہے ہیں اور اپنے دشمنوں کے قدموں میں گر کر روزی کی بھیک مانگ رہے ہیں۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے راستے کے غبار کی حقیقت سمجھا دے اور اس غبار کا کچھ حصہ عطا فرما کر اس کے اندر چھپے ہوئے خزانے امتِ مسلمہ کا مقدر بنا دے اور دوزخ کی آگ کو ہم سب پر حرام فرما دے، آمین۔

آٹھواں باب

جہاد میں خرچ کرنے کے فضائل کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً﴾ [البقرۃ:۲۴۵]

ترجمہ: ''کون ہے جو اللہ کو اچھے طریقے پر قرض دے، تا کہ وہ اسے اس کے مفاد میں اتنا بڑھائے چڑھائے کہ وہ کئی گنا زیادہ ہو جائے؟''

فائدہ: مفسرین فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ کون شخص ایسا ہے جو اللہ کے راستے میں مال خرچ کرے تا کہ اللہ تعالیٰ اسے بڑھا چڑھا کر بدلہ عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ [البقرۃ:۲۶۱]

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات بالیں اگائے (اور) ہر بال میں سو دانے ہوں، اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے (ثواب میں) کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے، اللہ بہت وسعت والا (اور) بڑے علم والا ہے''۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت [مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ] نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے میرے رب! میری امت کے لئے اور زیادہ عطا فرما''، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ [مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً] پھر حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے میرے رب! میری امت کے لئے اور زیادہ عطا فرما''۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [الزمر:۱۰]

ترجمہ: ''جو لوگ صبر سے کام لیتے ہیں، ان کا ثواب انھیں بے حساب دیا جائے گا''[1]۔

---

[1] أخرجه ابن أبي حاتم في تفسيره (٢/ ٤٦١)، وابن حبان في صحيحه (٤٦٤٨).

عن خُرَيمِ بنِ فاتِكٍ رضي الله عنه، قال : قالَ رَسُولُ اللّهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ أَنْفَقَ نفَقَةً في سَبِيلِ اللّهِ كُتِبَتْ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ".[1]

سیدنا خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اللہ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے تو وہ (اللہ کے ہاں) سات سو گنا لکھا جاتا ہے“۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه، أن رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم أُتِيَ بِفَرَسٍ فَحُمِلَ عَلَيْهِ قَالَ: كُلُّ خُطْوَةٍ مُنْتَهَى أَقْصَى بَصَرِهِ، فَسَارَ وَسَارَ مَعَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَأَتَى قَوْمًا يَزْرَعُونَ فِي يَوْمٍ وَيَحْصُدُونَ فِي يَوْمٍ، كُلَّمَا حَصَدُوا عَادَ كَمَا كَانَ، فَقَالَ: "يَا جِبْرِيلُ، مَنْ هَؤُلَاءِ؟" قَالَ: "هَؤُلَاءِ المُجَاهِدونَ (وفي رواية: الْمُهَاجِرُونَ) فِي سَبِيلِ اللهِ، يُضَاعَفُ لَهُمُ الْحَسَنَةُ بِسَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، {وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ} [سبأ: ٣٩]"، ثُمَّ أَتَى عَلَى قَوْمٍ تُرْضَخُ رُءُوسُهُمْ بِالصَّخْرِ، كُلَّمَا رُضِخَتْ عَادَتْ كَمَا كَانَتْ، لَا يَفْتُرُ عَنْهُمْ مِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ، فَقَالَ: "يَا جِبْرِيلُ، مَنْ هَؤُلَاءِ؟" قَالَ: "هَؤُلَاءِ الَّذِينَ تَتَثَاقَلُ رُءُوسُهُمْ عَنِ الصَّلَاةِ"، قَالَ: ثُمَّ أَتَى عَلَى قَوْمٍ عَلَى أَقْبَالِهِمْ رِقَاعٌ وَعَلَى أَدْبَارِهِمْ رِقَاعٌ يَسْرَحُونَ كَمَا تَسْرَحُ الْأَنْعَامُ، عَنِ الضَّرِيعِ وَالزَّقُّومِ وَرَضْفِ جَهَنَّمَ وَحِجَارَتِهَا قَالَ: "مَا هَؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ؟" قَالَ: "هَؤُلَاءِ الَّذِينَ لَا يُؤَدُّونَ صَدَقَاتِ أَمْوَالِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللهُ وَمَا اللهُ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ".[2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے لئے (شبِ معراج) میں ایک ایسا گھوڑا لایا گیا جو اپنا ہر قدم اپنی حدِ نگاہ پر رکھتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ آگے بڑھے، جبرئیل علیہ السلام بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ کا گزر ایک ایسی قوم پر سے ہوا جو ایک دن کھیتی بوتے تھے اور اگلے دن کاٹتے تھے، اور جب وہ کھیتی کاٹ لیتے تو کھیتی واپس پہلی جیسی ہو جاتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟“ انھوں نے فرمایا: ”یہ اللہ کے راستے کے مجاہدین (یا مہاجرین) ہیں۔ ان کی نیکیاں سات سو گنا بڑھادی جاتی ہیں۔ یہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیتا ہے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے“۔ پھر آپ ﷺ کا گزر ایک ایسی قوم پر سے ہوا جن کے سر بڑے پتھروں سے کچلے جارہے تھے، ان کے سر جب بھی کچلے جاتے وہ پھر پہلے جیسے ہو جاتے تھے اور یہ صورتِ حال بغیر وقفے کے جاری تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟“

[1] أخرجه الترمذي (١٦٢٥) وحسنه، والنسائي (٣١٨٦)، والطبراني في الكبير (٤١٥٣)، وصححه ابن حبان (٤٦٤٧)، والحاكم (٢٤٤١)، ولم يتعقبه الذهبي، وصححه المناوي في التيسير (٢/ ٤٠٦).

[2] أخرجه البزار (٩٥١٨)، وذكر أنه مما انفرد به البصريون أبو العالية وغيره، وأخرجه البيهقي بطوله في دلائل النبوة (٢/ ٣٩٧)، وقال الهيثمي في المجمع (١/ ٧٢): رجاله موثقون، إلا أن الربيع بن أنس قال: عن أبي العالية أو غيره. فتابعيه مجهول.

انھوں نے فرمایا: ”یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز سے بھاری ہو جاتے تھے (یعنی یہ لوگ نماز میں غفلت کیا کرتے تھے)“۔ پھر آپ ﷺ کا گزر ایسے لوگوں پر سے ہوا جن کے آگے پیچھے زمین کے ٹکڑے تھے اور وہ جہنم کے انگاروں، پتھروں، کانٹے دار درختوں اور زقوم کے درمیان جانوروں کی طرح چرائے جارہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟“ انھوں نے جواباً عرض کیا: ”یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اموال میں سے صدقات (واجبہ) ادا نہیں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم فرمانے والا نہیں ہے“۔

عَن أَبِي مَسعُودِ الأَنصارِيِّ رضي الله عنه قال: جاءَ رجُلٌ بِنَاقَةٍ مَخْطُومَةٍ فقالَ: هَذِهِ فِي سَبِيلِ الله، فَقالَ رَسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "لَكَ بِهَا يومَ القِيامَةِ سَبعُ مِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُومَة".[1]

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص ایک لگام والی اونٹنی لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا: ”یہ میں اللہ کے راستے میں دے رہا ہوں“۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اس کے بدلے قیامت کے دن تمہارے لیے سات سو لگام والی اونٹنیاں ہوں گی“۔

فائدہ: حدیث شریف کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن اسے سات سو اونٹنیاں خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور حدیث شریف کو اس کے ظاہری معنی پر بھی رکھا جاسکتا ہے کہ اسے واقعی جنت میں سات سو اونٹنیاں ملیں گی۔ جن پر وہ تفریح کی خاطر سوار ہو تا پھرے گا۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس احتمال کو پسند فرمایا ہے۔[2]

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللهِ نُودِيَ فِي الْجَنَّةِ: يَا عَبْدَ اللهِ، هَذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ، دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ، دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ، دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ، دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ "، قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ: "يَا رَسُولَ اللهِ، مَا عَلَى أَحَدٍ يُدْعَى مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ، فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا؟" قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ".

وفي رواية: " مَنْ أَنْفَقَ زَوْجًا - أَوْ قَالَ زَوْجَيْنِ - مِنْ مَالِهِ - فِي سَبِيلِ اللهِ - دَعَتْهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ: يَا مُسْلِمُ، هَذَا خَيْرٌ هَلُمَّ إِلَيْهِ "، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَذَا رَجُلٌ لَا تُوَى عَلَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا نَفَعَنِي مَالٌ قَطُّ إِلَّا مَالُ أَبِي بَكْرٍ"، قَالَ: فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ، وَقَالَ: "وَهَلْ نَفَعَنِي اللهُ إِلَّا بِكَ؟ وَهَلْ

[1] أخرجه مسلم (١٨٩٢)، والدارمي (٢٤٤٦)، وابن حبان (٤٦٤٩).

[2] شرح النووي على صحيح مسلم (٣٨/١٣)

نَفَعَنِي اللهُ إِلَّا بِكَ؟ وَهَلْ نَفَعَنِي اللهُ إِلَّا بِكَ؟".[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے (کسی بھی چیز کا) جوڑا اللہ کے راستے میں خرچ کیا تو اسے جنت میں پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ (تمہاری) خیر و بھلائی ہے، آؤ (اس کا بدلہ لینے)۔ پس جو شخص نماز والوں میں سے ہو گا، اسے نماز کے دروازے سے پکارا جائے گا۔ اور جو جہاد والوں میں سے ہو گا، تو اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ اور جو صدقے والا ہو گا، اسے صدقہ کے دروازے سے پکارا جائے گا۔ اور جو روزے والوں میں سے ہو گا، اسے بابُ الرَّیان سے بلایا جائے گا"۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول! کوئی حرج نہیں اگر کسی شخص کو ان دروازوں میں سے کسی ایک سے پکارا جائے، مگر کیا کوئی ایسا بھی ہو گا جس کو ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! اور مجھے امید ہے کہ آپ ان میں سے ہوں گے"۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اللہ کے راستے میں (کسی بھی چیز کا) جوڑا خرچ کرے گا اسے جنت کا نگراں فرشتہ پکارے گا: اے اللہ کے فرماں بردار! یہ خیر و بھلائی ہے، آؤ اس کی طرف"۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: "یہ شخص تو ہلاکت و خسارے سے بچ گیا"۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے جتنا فائدہ ابو بکر کے مال نے پہنچایا ہے، کسی مال نے کبھی نہیں پہنچایا"۔ یہ سن کر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہنے لگے: "مجھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کے ذریعے فائدہ پہنچایا ہے، مجھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کے ذریعے فائدہ پہنچایا ہے"۔

عَن أبي ذَرٍّرضي الله عنه قال: سَمِعتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يقول: "مَن أَنْفقَ مِن مَالِهِ زَوجَينِ فِي سَبِيلِ اللهِ ابْتَدَرَتْهُ حَجَبَةُ الجَنَّة"، زَادَ فِي رِوَايةٍ: قالَ: قُلتُ: "مَا زَوْجَانِ مِن مَالِه؟" قال: "فَرَسَانِ مِنْ خَيْلِه، بَعِيرَانِ مِنْ إِبِلِه".[2]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اپنے مال میں سے (کسی بھی چیز کا) جوڑا اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے تو جنت کے نگران فرشتے اس کی طرف دوڑتے ہیں"۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: "جوڑا خرچ کرنے کا کیا مطلب ہے؟" فرمایا: "دو گھوڑے یا اونٹ"۔

---

[1] الحديث بلفظه الأول أخرجه البخاري (٣٦٦٦)، ومسلم (١٠٢٧)، واللفظ الثاني أخرجه أحمد في مسنده (٨٧٩٠) وهو بنحوه عند البخاري (٢٨٤١ و ٣٢١٦).

[2] أخرجه بنحوه النسائي (٣١٨٥)، والدارمي (٢٤٤٧)، والطبراني في المعجم الكبير (١٦٤٤)، وصححه ابن حبان (٤٦٤٤)، وأبو عوانة في مستخرجه (٧٤٨٥)، والحاكم في المستدرك (٢٤٣٩).

امام ابو قدامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ہمارے اسلاف کا یہ مستقل طریقہ تھا کہ وہ اللہ کے راستے میں انفاق کیا کرتے تھے اور مجاہدین کی مدد کر کے اور انھیں خوش کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتے تھے۔ اسی طرح کا ایک مشہور واقعہ امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'سوق العروس' کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک مجاہد اور بزرگ امام ابو قدامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں رومیوں کے خلاف جہاد کرنے کا شوق اور ولولہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ ایک بار وہ مسجدِ نبوی ﷺ میں بیٹھے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے، ان کے ساتھیوں نے کہا: "اے ابو قدامہ! آج آپ اپنے جہاد کا کوئی عجیب و غریب واقعہ سنائیں"۔ امام ابو قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ایک بار میں 'رقّہ' نامی شہر میں اونٹ خریدنے گیا، تاکہ اس پر اپنا اسلحہ لاد سکوں"۔ ایک دن میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی: "اے ابو قدامہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگوں کو جہاد کی دعوت و ترغیب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے بال عطا فرمائے ہیں جو میرے علاوہ کسی اور عورت کو عطا نہیں فرمائے۔ میں نے ان بالوں کو کاٹ کر ایک رسی بنائی ہے اور اس پر اچھی طرح مٹی مل دی ہے، تاکہ ان بالوں کو کوئی دیکھ نہ سکے۔ میری تمنا ہے کہ آپ میرے بالوں کی اس رسی کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ دشمنوں کے ساتھ جہاد کے وقت آپ یا کوئی اور ضرورت مند مجاہد اس رسی کو گھوڑے کی لگام وغیرہ میں استعمال کر لے، تاکہ اسے اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار نصیب ہو جائے۔ میں ایک بیوہ عورت ہوں۔ میرا خاوند اور خاندان سب اللہ کے راستے میں شہید ہو چکے ہیں۔ اگر مجھے جہاد کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بھی شریک ہوتی"۔ اس نے وہ رسی مجھے دے دی اور کہنے لگی: "اے ابو قدامہ! میرے شہید خاوند نے اپنے پیچھے ایک لڑکا بھی چھوڑا ہے جو قرآن کا عالم، گھڑ سواری اور تیر اندازی کا مشّاق ماہر خوبصورت نوجوان ہے۔ وہ راتوں کو قیام کرتا ہے اور دن کو روزے رکھتا ہے۔ اس کی عمر پندرہ سال ہے۔ ابھی وہ اپنے والد کی چھوڑی ہوئی زمین پر گیا ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ آپ کی روانگی سے پہلے آجائے تو میں اسے اللہ تعالیٰ کے حضور بطورِ ہدیہ آپ کے ساتھ میدانِ جہاد میں بھیج دوں گی۔ میں آپ کو اسلام کی حرمت کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری اجر و ثواب حاصل کرنے کی تمنا ضرور پوری کیجیے"۔

میں (ابو قدامہ) نے وہ رسی اس سے لے لی اور اسے اپنے سامان میں رکھ لیا۔ اس کے بعد میں اپنے رفقاء سمیت 'رقّہ' سے روانہ ہو گیا۔ ابھی ہم مسلمہ بن عبد الملک کے قلعے کے پاس پہنچے تھے کہ ایک گھڑ سوار نے مجھے پیچھے سے آواز دی۔ ہم رک گئے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا: "تم لوگ چلتے رہو، میں اس گھڑ سوار کو دیکھتا ہوں"۔ تھوڑی دیر میں وہ گھڑ سوار آپہنچا۔ اور اس نے ملاقات کے بعد کہا: "اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے آپ کی ہمراہی سے محروم نہیں فرمایا اور مجھے ناکام نہیں لوٹایا"۔ میں نے کہا: "اے عزیز! اپنے چہرے سے کپڑا ہٹاؤ تاکہ میں تمہیں دیکھ کر فیصلہ کر سکوں کہ تم پر جہاد لازم ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر لازم ہو گا

تو ساتھ لے جاؤں گا، ورنہ واپس لوٹادوں گا‘‘۔ اس نے چہرہ کھولا تو وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ایک خوبصورت لڑکا تھا اور اس کے چہرے پر ناز و نعمت کے آثار چمک رہے تھے۔ میں نے کہا: ’’بیٹا! تمہارے والد زندہ ہیں؟‘‘ اس نے کہا: ’’میں آپ کے ساتھ اپنے والد کا انتقام لینے کے لئے نکلا ہوں، وہ اللہ کے راستے میں شہید ہو چکے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کی طرح قبول فرمالے‘‘۔ میں نے پوچھا: ’’اے بیٹے! کیا تمہاری والدہ نہیں ہیں؟‘‘ اس نے کہا: ’’جی ہیں۔‘‘ میں نے کہا: ’’جاؤ ان سے اجازت لے کر آؤ۔ اگر اجازت دیں تو آجاؤ، ورنہ ان کی خدمت کرو، کیونکہ جنت تلواروں کے سائے تلے اور ماؤں کے قدموں تلے ہے‘‘۔ نوجوان نے کہا: ’’اے ابو قدامہ! آپ نے مجھے نہیں پہچانا۔ میں اس خاتون کا بیٹا ہوں جس نے آپ کو اپنے بالوں کی رسی دی ہے۔ میں ان شاءاللہ شہید ابن شہید ہوں۔ آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے جہاد سے محروم نہ رکھیں۔ میں نے قرآن مجید حفظ کر لیا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی سنت کا بھی علم حاصل کر لیا ہے۔ گھڑ سواری اور تیر اندازی بھی سیکھ چکا ہوں۔ بلکہ میں نے اپنے علاقے میں اپنے پیچھے اپنے جیسا کوئی گھڑ سوار نہیں چھوڑا۔ آپ میری عمر کو نہ دیکھیں۔ میری والدہ نے مجھے قسم دی ہے کہ میں واپس لوٹ کر ان کے پاس نہ جاؤں۔ اور انھوں نے مجھے کہا ہے کہ اے پیارے بیٹے! کافروں سے ڈٹ کر ثابت قدمی کے ساتھ لڑنا اور اپنی جان اللہ تعالیٰ کو پیش کرنا، اور اللہ کے قرب کی جستجو کرنا، اور اپنے شہید والد اور ماموں صاحبان کے ساتھ جنت میں ملنے کی کوشش کرنا۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کی نعمت نصیب فرمادے تو پھر قیامت کے دن میری شفاعت کرنا، کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہید قیامت کے دن اپنے ستّر (۷۰) اہل خانہ اور ستّر (۷۰) پڑوسیوں کی شفاعت کرے گا۔ پھر میری ماں نے مجھے اپنے سینے سے لگا کر بھینچا اور اپنا رخ آسمان کی طرف کر کے کہا: اے میرے اللہ! اے میرے آقا! اے میرے مولا! یہ میرا بچہ ہے۔ میرے دل کا پھول اور کلیجے کا ٹکڑا ہے۔ میں اسے تیرے سپرد کر رہی ہوں۔ اسے اپنے والد کے قریب کر دے‘‘۔

امام ابو قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ باتیں سنیں تو میں رونے لگا، تو لڑکے نے کہا: ’’اے چچا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اگر آپ کو میرا بچپن دیکھ کر رونا آرہا ہے تو اگر مجھ سے بھی چھوٹی عمر والا کوئی شخص اللہ کی نافرمانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی عذاب دے گا‘‘۔ میں نے کہا: ’’میں تمہاری چھوٹی عمر پر نہیں رو رہا، لیکن میں تمہاری والدہ کے دل کا سوچ کر رو رہا ہوں اور اس بات پر بھی کہ تمہاری شہادت کے بعد اس پر کیا گزرے گی‘‘۔ بہر حال ہمارا لشکر روانہ ہو گیا۔ میں نے اس لڑکے کے معمولات کو غور سے دیکھا جو اللہ کے ذکر سے غافل نہیں ہوتا تھا۔ جب ہمارا لشکر چلتا تو وہ ہم میں بہترین گھڑ سوار تھا، اور جب ہم کسی منزل پر رکتے تو وہ ہمارا خدمت گار بن جاتا۔ وہ مسلسل اپنے عزم کو مضبوط اور اپنی چستی کو دوبالا اور اپنے دل کو صاف ستھرا کرنے میں لگا رہتا تھا۔ اور خوشی کے آثار اس کے چہرے سے پھوٹتے نظر آتے تھے۔

ایک دن غروبِ آفتاب کے وقت ہم نے دشمن کے علاقے کے بالکل قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ چونکہ ہم روزے دار تھے، اس

لئے وہ نوجوان ہمارے افطار کے لئے کھانا بنانے لگا۔ اچانک اسے اونگ آگئی اور وہ سو گیا۔ نیند کے دوران وہ مسکرانے لگا۔ جب وہ بیدار ہوا تو میں نے کہا: "بیٹے! آپ نیند میں کیوں ہنس رہے تھے؟" اس نے کہا: "میں نے ایک عجیب خواب دیکھا جس نے مجھے خوشی سے ہنسا دیا"۔ میں نے پوچھا: "تم نے کیا دیکھا خواب میں؟" کہنے لگا: "میں نے دیکھا کہ میں عجیب وغریب سبز باغ میں ہوں۔ میں اس میں گھوم پھر رہا تھا کہ میں نے چاندی کا ایک محل دیکھا جس پر موتی جواہرات جڑے ہوئے تھے، اس کے سونے کے دروازے پر پردے لٹکے ہوئے تھے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ کچھ نوجوان لڑکیوں نے پردے ہٹائے۔ ان لڑکیوں کے چہرے چاند کی طرح خوبصورت تھے۔ انھوں نے مجھے دیکھا تو خوش آمدید کہنے لگیں۔ میں نے ان میں سے ایک کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو اس نے کہا: جلدی نہ کرو، ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ پھر میں نے سنا کہ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہی تھیں کہ یہ مرضیہ کا خاوند ہے۔ پھر وہ مجھ سے کہنے لگیں: تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، آگے بڑھو۔ میں آگے بڑھا تو محل کے اوپر والے حصے پر سرخ سونے کا ایک کمرہ تھا، جس میں سبز زمرد کی ایک مسہری تھی جس کے پائے چاندی کے تھے، اس پر ایک لڑکی بیٹھی تھی جس کا چہرہ سورج کی طرح تابناک تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ میری نظروں کو مضبوط نہ فرماتے تو کمرے کا حسن اور لڑکی کی خوبصورتی دیکھ کر میری عقل زائل ہو جاتی اور میری آنکھیں دیکھنے کے قابل نہ رہتیں۔ جب اس لڑکی نے مجھے دیکھا تو کہنے لگی: خوش آمدید! خوش آمدید!۔ اے اللہ کے ولی اور اس کے محبوب! تم میرے ہو اور میں تمہاری ہوں۔ میں نے چاہا کہ اسے سینے سے لگالوں تو کہنے لگی کہ ابھی رکو، جلدی نہ کرو، میری اور تمہاری ملاقات کل ظہر کے وقت ہو گی"۔

امام ابو قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خواب سن کر میں نے کہا: "بیٹے! تم نے بڑی خیر کی بات دیکھی۔ اب خیر ہی ہو گی (ان شاء اللہ)"۔ صبح کے وقت اعلانِ جنگ ہو گیا۔ ہر طرف آوازیں آنے لگیں: "اے اللہ کے سپاہیو! سوار ہو جاؤ اور جنت کی بشارت پاؤ"۔ اسی اثناء میں دشمن کا ٹڈی دل لشکر سامنے آگیا، ہم میں سے سب سے پہلے اسی نوجوان نے حملہ کیا اور دشمنوں کو خوب قتل کیا، اور ان کے جتھے کو اس نے توڑ دیا، اور ان کی صفوں میں قلب تک گھستا چلا گیا۔ میں نے اسے اس طرح لڑتے دیکھا تو اس کے قریب آکر میں نے اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی، اور کہا: "اے بیٹے! تم ابھی بچے ہو اور لڑائی کے گُروں سے واقف نہیں ہو، اس لئے پیچھے واپس چلو (اور اس طرح سے دشمنوں کے درمیان نہ گھسو)"۔ اس نے کہا: "چچا جان! کیا آپ نے قرآن مجید کی آیت نہیں سنی۔ (ترجمہ:) 'اے ایمان والو! جب تم میدانِ جنگ میں کافروں سے لڑو تو پیٹھ نہ پھیرو'، تو کیا اے چچا جان! آپ چاہتے ہیں کہ میں پیچھے ہٹ کر دوزخ والوں میں سے ہو جاؤں"۔ ہم دونوں باتیں کر رہے تھے کہ دشمن نے ہم پر یک بارگی حملہ کر دیا اور وہ ہم دونوں کے درمیان حائل ہو گئے اور ہر شخص اپنے طور پر لڑائی میں لگ گیا۔ اس دن بہت سارے مسلمان شہید ہو گئے۔ جب لڑائی تھمی تو مقتولوں کی تعداد گننے میں نہیں آرہی تھی۔ میں اپنے گھوڑے پر مقتولین کے درمیان گھومنے لگا۔ ان کا خون زمین پر بہہ رہا تھا، اور خون اور غبار کی کثرت کی وجہ سے ان کے چہرے پہچانے نہیں جاتے تھے۔ ابھی میں گھوم رہا تھا کہ

میں نے اسی نوجوان لڑکے کو گھوڑوں کے سموں کے درمیان مٹی اور خون میں تڑپتے دیکھا، وہ زخمی حالت میں کہہ رہا تھا کہ: ’’اے مسلمانو! میرے چچا ابو قدامہ کو میرے پاس بھیجو‘‘۔ میں آگے بڑھا اور اس کے پاس پہنچ گیا۔ خون، غبار اور سموں کے نیچے روندے جانے کی وجہ سے اس کا چہرہ پہچانا نہیں جا رہا تھا۔ میں نے کہا: ’’میں ابو قدامہ ہوں‘‘۔ اس نے کہا: ’’اے چچا جان! ربِ کعبہ کی قسم! میرا خواب سچا نکلا، میں اسی رسی والی خاتون کا بیٹا ہوں‘‘۔ امام ابو قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اسے گود میں لے لیا اور اس کی پیشانی کا بوسہ لے کر اس کے چہرے سے خون اور غبار صاف کرنے لگا۔ میں نے کہا: ’’پیارے بیٹے! قیامت کے دن شفاعت کے وقت اپنے چچا ابو قدامہ کو بھول نہ جانا‘‘۔ اس نے کہا: ’’آپ جیسوں کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ آپ تو اپنے کپڑوں سے میرا چہرہ صاف کر رہے ہیں۔ حالانکہ میرے کپڑے اس خون اور خاک کے زیادہ مستحق ہیں۔ چچا جان! اسی طرح چھوڑ دیجیے، تاکہ میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ چچا جان! وہ حور جس کا میں نے رات کو آپ سے تذکرہ کیا تھا، میرے سرہانے کھڑی ہے اور مجھے کہہ رہی ہے، جلدی کیجیے میں بہت مشتاق ہوں۔ چچا جان! اگر آپ واپس چلے گئے تو میری غمگین اور بے چین ماں کو میرے یہ خون آلودہ کپڑے دے دیجیے گا، تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ میں نے ان کی وصیت کو پورا کیا ہے اور دشمنوں کے ساتھ مقابلے میں بزدلی نہیں دکھائی۔ اور میری طرف سے انھیں سلام بھی کہہ دیجیے گا اور کہیئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا تحفہ قبول کر لیا ہے۔ اے چچا جان! میری ایک چھوٹی سی بہن ہے، وہ ابھی دس سال کی ہے، میں جب گھر آتا تھا تو وہ میرا سلام کر کے استقبال کرتی تھی اور جب میں گھر سے نکلتا تھا تو وہی سب سے آخر میں مجھ سے جدا ہوتی تھی۔ ابھی جب میں آ رہا تھا تو اس نے مجھے رخصت کرتے ہوئے کہا تھا کہ بھائی جان! اللہ کے واسطے واپس آنے میں زیادہ دیر نہ کرنا، جب آپ کی ملاقات اس سے ہو تو اسے میرا سلام کہیئے گا اور کہیئے گا کہ تمہارے بھائی نے کہا ہے: اے پیاری بہن! اب قیامت تک اللہ تمہارا نگہبان ہے‘‘۔ پھر وہ مسکرایا اور اس نے کہا: ’’میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ وہ وقت ہے جس کا اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سچے ہیں‘‘۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے اس کی روح پرواز کر گئی۔ ہم نے اسے دفن کر دیا۔ اللہ اس سے اور ہم سے راضی ہو جائے (آمین)۔ ہم جب اس لڑائی سے واپس لوٹے تو رقّہ شہر میں بھی آئے۔ میں فوراً اس نوجوان کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت بچی جو شکل و خوبصورتی میں اس نوجوان جیسی تھی، دروازے پر کھڑی ہے اور ہر گزرنے والے شخص سے پوچھتی ہے: ’’چچا جان! آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟‘‘ وہ جواب دیتا: ’’جہاد سے‘‘۔ تو پھر پوچھتی: ’’کیا میرا بھائی آپ کے ساتھ واپس نہیں آیا؟‘‘ وہ کہتا: ’’میں تمہارے بھائی کو نہیں پہچانتا‘‘۔ امام ابو قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ سنا تو میں اس کے پاس پہنچا۔ اس نے بھی مجھ سے وہی پوچھا کہ ’’چچا جان! آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟‘‘ میں نے کہا: ’’جہاد سے‘‘۔ کہنے لگی: ’’کیا میرا بھائی آپ کے ساتھ نہیں آیا؟‘‘ یہ کہہ کر وہ رونے لگی اور کہنے لگی: ’’کیا

ہو گیا، سارے لوگ آرہے ہیں، مگر میرا بھائی ابھی تک نہیں آیا"۔ اس کی یہ بات سن کر مجھے بہت رونا آیا۔ مگر میں نے اس بچی کی خاطر خود کو سنبھال لیا۔ میں نے کہا: "بیٹی اس گھر کی مالکن کو بتاؤ کہ ابو قدامہ سے بات کرلے"۔ میری آواز سن کر وہ خاتون نکل آئیں۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ اور کہنے لگیں: "ابو قدامہ خوشخبری دینے آئے ہو یا تعزیت کرنے"۔ میں نے کہا: "مجھے اپنی بات کا مطلب سمجھائیں"۔ کہنے لگیں: "اگر میرا بیٹا واپس آگیا ہے تو پھر تم تعزیت کرو اور اگر شہید ہو گیا ہے تو تم خوشخبری سنانے والے ہو"۔ میں نے کہا: "خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارا تحفہ قبول فرمالیا ہے"۔ وہ رونے لگی اور کہنے لگی: "کیا واقعی قبول فرمالیا ہے؟!" میں نے کہا: "ہاں"۔ وہ کہنے لگی: "تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اسے میرے لئے آخرت میں ذخیرہ بنادیا"۔ پھر میں بچی کی طرف بڑھا اور میں نے کہا: "بیٹی! تمہارے بھائی نے تمہیں سلام کہا ہے اور اس نے کہا ہے کہ میرے بعد اللہ تمہارا نگہبان ہے"۔ یہ سن کر بچی نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گئی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اسے بلایا تو اس کی روح بھی پرواز کر چکی تھی۔ میں نے نوجوان کے کپڑے اس کی والدہ کے سپرد کئے اور میں نوجوان کی شہادت، بچی کے انتقال پر صدمے اور اس عورت کے صبر و استقلال پر تعجب کے ساتھ واپس آگیا۔

نواں باب

اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنے پر سخت وعیدوں کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ وَاَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ﴾ [البقرۃ:۱۹۵]

ترجمہ: ”اور اللہ کے راستے میں مال خرچ کرو، اور اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی اختیار کرو، بیشک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے“۔

فائدہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے راستے (یعنی جہاد) میں خرچ کرنا چھوڑ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ یہی تفسیر دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور بڑے تابعین حضرات رحمھم اللہ سے بھی منقول ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِیۡنَ یَكۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا یُنۡفِقُوۡنَهَا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ○ یَّوۡمَ یُحۡمٰى عَلَیۡهَا فِیۡ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوٰى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ ؕ هٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡنِزُوۡنَ﴾ [التوبہ:۳۴-۳۵]

ترجمہ: ”اور جو لوگ سونے چاندی کو جمع کر کر کے رکھتے ہیں، اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، ان کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ جس دن اس دولت کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیاں اور ان کی کروٹیں اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی، (اور کہا جائے گا کہ) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، اب چکھو اس خزانے کا مزہ جو تم جوڑ جوڑ کر رکھا کرتے تھے“۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنۡكُمۡ مَّنۡ یَّبۡخَلُ ۚ وَمَنۡ یَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا یَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الۡغَنِیُّ وَاَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ ۚ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَكُمۡ ۙ ثُمَّ لَا یَكُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَكُمۡ﴾ [محمد:۳۸]

ترجمہ: ”دیکھو! تم ایسے ہو کہ تمہیں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے تو تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو

بخل سے کام لیتے ہیں، اور جو شخص بھی بخل کرتا ہے وہ خود اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے۔ اور اللہ بے نیاز ہے، اور تم ہو جو محتاج ہو۔ اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا، پھر وہ تم جیسے نہیں ہوں گے"۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ [الحدید:۱۰]

ترجمہ: "اور تمہارے لیے کونسی وجہ ہے کہ تم اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرو، حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جنہوں نے (مکہ کی) فتح سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی لڑی، وہ (بعد والوں کے) برابر نہیں ہیں۔ وہ درجے میں ان لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد خرچ کیا اور لڑائی لڑی۔ یوں اللہ نے بھلائی کا وعدہ ان سب سے کر رکھا ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے"۔

فائدہ: امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"(آیت کا مطلب یہ ہے کہ) تمہیں کون سی چیز اللہ کے راستے میں خرچ کرنے اور اس عمل سے روک رہی ہے جو تمہیں تمہارے رب کے قریب کردے، حالانکہ تم لوگ مرنے والے ہو اور تم اپنے مال اپنے پیچھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے، اور یہ سب مال بھی اللہ ہی کی طرف لوٹ جائے گا۔ گویا اس سے مراد خرچ نہ کرنے پر ڈرانا ہے۔ [وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ] یعنی آسمان وزمین اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے دراں حالیکہ جو کچھ ان دونوں میں ہے وہ ختم ہو جائے گا، ایسے ہی جیسے کہ میراث اس کے مستحق کی طرف لوٹتی ہے"۔[1]

سیدنا مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ شام سے واپس تشریف لائے تو مسجد میں داخل ہوئے۔ میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے ہمیں سلام کیا۔ پھر ایک ستون کے پاس جاکر دو رکعت نماز پڑھی اور انہیں خوب لمبا کیا۔ پھر آپ نے [أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ] پوری سورت پڑھی۔ نماز کے بعد لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے: "اے ابوذر! حضور اکرم ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث شریف سنائیے"۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے اپنے محبوب حضور اکرم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: اونٹ میں صدقہ ہے، گائے میں صدقہ ہے، گندم میں صدقہ ہے۔ جس شخص نے سونا چاندی جمع کئے، نہ وہ کسی مقروض کو دیئے اور نہ اللہ

[1] تفسير القرطبي (١٧/ ٢٣٩).

کے راستے میں خرچ کیے تو اسے اس سونا چاندی سے (قیامت کے دن) داغا جائے گا"۔ میں نے کہا: اے ابوذر! آپ سوچیے کہ آپ حضورِ اکرم ﷺ کی کیا حدیث سنا رہے ہیں، جبکہ ہم تو اس کے برعکس دیکھ رہے ہیں کہ اموال زیادہ ہو رہے ہیں"۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے بھانجے! "آپ کون ہو؟" میں نے انھیں اپنا نسب بیان کیا۔ کہنے لگے: میں تمہارا پورا نسب سمجھ گیا۔ کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی: [وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○] ترجمہ: "اور جو لوگ سونے چاندی کو جمع کر کر کے رکھتے ہیں، اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، ان کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔"[1]۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ قال: كنتُ مَعَ أَبِي ذَرٍّ رضي الله عنه، فَخَرَجَ عَطَاؤُهُ وَمَعَهُ جَارِيَةٌ لَهُ، فَجَعَلَتْ تَقْضِي حَوَائِجَهُ، قَالَ: فَفَضَلَ مَعَهَا سَبْعٌ، قَالَ: فَأَمَرَهَا أَنْ تَشْتَرِيَ بِهِ فُلُوسًا، قَالَ: قُلْتُ لَهُ: لَوْ ادَّخَرْتَهُ لِلْحَاجَةِ تَنُوبُكَ، أَوْ لِلضَّيْفِ يَنْزِلُ بِكَ. قَالَ: إِنَّ خَلِيلِي عَهِدَ إِلَيَّ "أَنْ أَيُّمَا ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ أُوكِيَ عَلَيْهِ، فَهُوَ جَمْرٌ عَلَى صَاحِبِهِ حَتَّى يُفْرِغَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ".[2]

حضرت عبد اللہ بن صامت رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ ان کے پاس کچھ مال آیا اور ان کے ساتھ ان کی باندی تھی۔ وہ اس مال کو ضروریات میں خرچ کرتی رہی، یہاں تک کہ اس کے پاس سات درہم باقی رہ گئے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ ان کے سکے خرید لو۔ حضرت عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: "آپ یہ سات درہم بچا کر رکھ لیں۔ شاید آپ کو ان کی ضرورت پڑے یا آپ کے پاس کوئی مہمان آجائے"۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میرے دوست حضور اکرم ﷺ نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جو سونا اور چاندی (کسی تھیلی میں) گرہ لگا کر رکھا جائے، وہ اپنے مالک کے لئے انگارہ ہے، یہاں تک کہ وہ اسے اللہ کے راستے میں بانٹ دے"۔

عَنْ أَبِي أُمامَةَ رضي الله عنه عن النبيِّ صلى الله عليه وسلم قال: "مَنْ لَمْ يَغْزُ أَوْ يُجَهِّزْ غَازِيًا، أَوْ

---

[1] لم أجده بهذا اللفظ، وقد عزاه ابن النحّاس إلى ابن عساكر، وذكر أن إسناد الحديث وإن كان فيه مقال، إلا أن الحديث صحيح بمعناه، وقد أخرجه أحمد (٢١٥٥٧) وغيره مختصرا، وأخرجه بمعناه مطولا البزار في مسنده (٣٨٩٥)، وصححه الحاكم (١٤٣١)، وأخرجه البيهقي في السنن الكبير (٧٦٧٤)، وجوّد الذهبي إسناده في المهذب (٣/ ١٥٠٥)، وعقّب ابن عبدالهادي على الحاكم تصحيحه للحديث في تنقيح التحقيق (٣/ ٨٥) بقوله: فيه نظر، وأعله البخاريُّ بعدَمِ سَماع ابن جُرَيج من عِمران بن أبي أنس. كما نقل عنه الترمذي في العلل الكبير (ص: ١٠٠).

[2] أخرجه بهذا السياق أحمد في مسنده (٢١٣٨٤ و ٢١٥٢٨) وفي الزهد (٧٣)، والبزار في مسنده (٣٩٢٦)، وأخرجه الطبراني في الكبير (١٦٣٤) وقال ابن النحَّاس عن إسنادَي أحمد والطبراني أن رجالهما رجال الصحيح.

يَخْلُفْ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ أَصَابَهُ اللَّهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ".[1]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے خود بھی جہاد نہیں کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامانِ جہاد فراہم کیا، اور نہ کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت سے پہلے کسی سخت مصیبت میں مبتلا فرمادیں گے"۔

حضرت اسلم بن یزید ابو عمران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ سے قسطنطنیہ پر حملے کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمارے امیر لشکر سیدنا عبد الرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ (لڑائی کے وقت) رومی لشکر اپنے شہر کی دیوار سے چپکا ہوا تھا۔ مسلمانوں میں سے ایک مجاہد نے دشمنوں پر (تنہا) حملہ کردیا۔ یہ دیکھ کر لوگ شور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ "یہ شخص اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے، (حالانکہ قرآن مجید میں تو آیا ہے کہ [وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ] یعنی اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں مت ڈالو)"۔ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مدد فرمائی اور اسلام کو غالب فرمادیا، تو ہم نے کہا کہ ہم (کچھ عرصہ) اپنے مال اور کاروبار کی دیکھ بھال کے لئے گھروں میں رک جاتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتادیا گیا ہے کہ اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاک کرنا یہ ہے کہ ہم جہاد چھوڑ کر اپنے گھر بیٹھے رہیں، اپنے اموال کی دیکھ بھال کرتے رہیں"۔ حضرت ابو عمران کہتے ہیں: سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہمیشہ جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ آپ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے[2]۔

فائدہ: بعض مفسرین کے نزدیک خود کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب جہاد میں مال خرچ نہ کرنا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (اللہ کے راستے میں خرچ کرو) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "تم میں سے کوئی بھی یہ نہ کہے کہ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں پاتا، بلکہ اگر کوئی آدمی صرف تیر کا پیکان ہی پائے تو وہی جہاد میں دے دے اور جہاد میں خرچ کرنا چھوڑ کر خود کو ہلاکت میں مت ڈالے"۔

فوائد

۱۔ جہاد فی سبیل اللہ کی ادائیگی بغیر ساز و سامان کے نہیں ہوتی، اور ساز و سامان کی فراہمی انفاق یعنی خرچ کرنے پر موقوف ہے۔ گویا جہاد فی سبیل اللہ کے فرض کی ادائیگی کے لیے انفاق فی سبیل اللہ جزو لا ینفک ہے۔ قرآنِ مجید کی آیات میں غور کرنے سے

[1] أخرجه أبو داود (٢٥٠٣) وسكت عنه، وابن ماجه (٢٧٦٢)، والدارمي (٢٤٦٢)، والطبراني في مسند الشاميين (٢٨٧)، واختاره الضياء (٢٦٦٦)، وصحح إسناده النووي في رياض الصالحين (ص: ٣٧٤)، وحسنه ابن النحاس، وقد سبق عند ذكر الوعيد على ترك الجهاد.

[2] أخرجه أبو داود (٢٥١٢)، والترمذي (٢٩٧٢) وقال: هذا حديث حسن صحيح غريب، وأخرجه النسائي في السنن الكبرى (١٠٩٦٢)، وابن حبان (٤٧١١)، والحاكم في المستدرك (٢٤٣٤) وقال: صحيح على شرط الشَّيخين ولم يخرجاه، ولم يتعقبه الذهبي.

معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جان کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ مال کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ بلکہ جس قدر مقامات پر اللہ تعالیٰ نے جان ومال سے جہاد کا حکم دیا ہے تو سوائے ایک مقام کے، ہر مقام پر مال سے جہاد کرنے کو جان سے جہاد کرنے پر مقدم فرمایا ہے۔

۲۔ سب سے افضل یہ ہے کہ انسان خود اپنے مال سے جہاد فی سبیل اللہ انجام دے۔ اپنا اسلحہ، اپنی سواری، اپنا ساز وسامان خود خریدے اور پھر بنفسِ نفیس جہاد میں لگ جائے۔

۳۔ جو خود اپنی جان سے جہاد میں نہ نکل سکتا ہو اور اس کے پاس مال موجود ہو تو اسے چاہیے کہ وہ جہاد میں نکلنے والے مجاہدین کو اپنا مال عطا کرے اور مجاہدین کی ضروریات پوری کرے۔ تاکہ وہ مومنین جو اپنی جانوں سے جہاد میں نکلنا چاہتے ہیں، لیکن جہادی ساز وسامان نہیں رکھتے یا گھروں میں مفلسی سے دوچار ہیں تو وہ آسودہ حال ہو کر جہاد میں نکل کھڑے ہوں۔

۴۔ انفاق فی سبیل اللہ، یعنی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے میں اہم ترین کام جہاد فی سبیل اللہ کے لیے خرچ کرنا ہے، لیکن جب جہاد فرضِ عین ہو جائے... جیسا کہ آج کے زمانے میں ہے... تو اس وقت دیگر خیر کے کاموں میں خرچ کرنے کی نسبت جہاد کے لیے خرچ کرنا مزید متاکد ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والوں کو اپنے انفاق کا اکثر حصہ جہاد میں دینا چاہیے۔ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ تو عام حالات کے حوالے سے فرماتے ہیں:

> ”فقرائے مجاہدین پر انفاق کرنا دیگر افراد پر انفاق کرنے سے افضل ہے، کیونکہ اس میں صدقہ کا معنی بھی موجود ہے اور جہاد بالمال کا بھی، اور اس انفاق سے تمام مسلمانوں کو نفع پہنچتا ہے، کیونکہ اس کی قوت سے کفار ومشرکین کے ظلم سے نجات ملتی ہے“[1]۔

اے اصحابِ مال اور اہلِ ثروت مسلمانو!

یہ آپ کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ آج مسلمانوں میں سے جو گنتی کے چند لوگ جہاد میں نکلے ہوئے ہیں تو وہ بھی بے سروسامانی کا شکار ہیں۔ یہ اس قدر مال ومتاع آخر دنیا میں کس کام آئے گا؟ یہ آپ کے ساتھ ہی قبر میں چلا جائے گا، یا بعد والوں کے لیے ورثہ بن جائے گا، جبکہ آخرت میں سوال ہو گا کہ جس وقت اللہ کے دین کو مال کی ضرورت تھی تو مال رکھنے والوں نے اللہ کی راہ میں مال کیوں خرچ نہیں کیا۔ کتنے ہی مسلمان ہیں جو جہاد میں نکلے ہوئے ہیں، لیکن مال نہ ہونے کی وجہ سے جہاد جاری رکھنے سے قاصر ہیں۔ اور کتنے ہی مسلمان ہیں جو لاکھوں کروڑوں کا بینک بیلنس رکھتے ہیں، لیکن افسوس کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق سے محروم ہیں اور اپنا مال اسلام کے اہم ترین فریضے کی ادائیگی میں دینے سے رکے ہوئے ہیں۔ کفار اپنے کفر کے لیے ہر قسم کا مال

[1] شرح السير الكبير (١/ ٢٧).

خرچ کر رہے ہیں، لیکن اسلام کے ماننے والے اسلام کی بالادستی اور اللہ کی راہ میں جہاد پر خرچ نہیں کر سکتے۔ حالانکہ اللہ کی راہ میں خرچ ہونے والا مال باقی رہنے والا ہے، یہ مال آخرت میں ہمیں ہمیشہ کی جنتوں میں لے جانے کا ذریعہ ہے، اور جہنم کی آگ سے بچانے کا سبب ہے۔ چاہیے کہ ہم آخرت کے بینک بیلنس کو دنیا کے بینک بیلنس پر ترجیح دیں، اور جو جس قدر مالی استطاعت رکھتا ہے تو وہ اللہ کے راستے میں اسے خرچ کرے۔ اس سے بڑھ کر نفع بخش سودا کوئی نہیں ہے۔ ہمارے اسلاف کا یہ عالم تھا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک کے موقع پر اپنے گھر کا سارا مال اللہ کی راہ میں لٹا گئے۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس قدر مال خرچ کیا کہ اس کے بدلے رسول اللہ ﷺ سے یہ بشارت تک ملی کہ اس کے بعد انھیں ان کا کوئی عمل آخرت میں نقصان کا باعث نہ بنے گا۔ بس چاہیے کہ ہم آگے بڑھیں، اور جس کی جس قدر استطاعت ہو تو اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے مال نکالے اور اللہ سے اجر کا طالب بنے۔

دسواں باب

مجاہدین کو سامان فراہم کرنے اور ان کے گھر والوں کی دیکھ بھال کرنے کی فضیلت

عَن أبي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رضي الله عنه، أنَّ رَسُولَ اللّهِ صلى الله عليه وسلَّمَ بعَثَ إلى بَنِي لَحْيانَ "لِيَخْرُجْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ رَجُلٌ وَالأَجْرُ بَيْنَهُمَا"، وفِي لَفظٍ: "لِيَخْرُجْ مِن كُلِّ رَجُلَيْنِ رَجُلٌ"، ثُمَّ قالَ لِلْقَاعِدِ: "أيُّكُمْ خَلَفَ الخَارِجَ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ بِخَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ نِصْفِ أَجْرِ الخَارِجِ".[1]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے قبیلہ بنو لحیان کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ "ہر دو مردوں میں سے ایک جہاد کے لئے نکلے اور اجر ان دونوں کو ملے گا"۔ اور دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہر دو مردوں میں سے ایک جہاد کے لئے نکلے"۔ پھر آپ ﷺ نے پیچھے رہ جانے والوں سے فرمایا: "جو شخص تم میں سے جہاد میں جانے والوں کے گھر اور مال کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کرے گا، اسے ان مجاہدین کا آدھا اجر ملے گا"۔

عَن زَيدِ بنِ خالدٍ الجُهَنِيِّ رضي الله عنه، أنَّ رَسُولَ اللّهِ صلى الله عليه وسلم قالَ: "مَنْ جَهَّزَ غازِيًا فِي سَبِيلِ اللّهِ فَقَدْ غَزَا، ومَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي أَهلِه بِخَيرٍ فَقَدْ غَزَا".[2]

سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے اللہ کے راستے میں نکلنے والے مجاہد کو سامان فراہم کیا، اس نے بھی جہاد کیا۔ اور جس نے مجاہد کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی اس نے بھی جہاد کیا"۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ، إِلَّا أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْءٌ، وَمَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ خَلَفَهُ فِي أَهْلِهِ، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الْغَازِي شَيْءٌ".[3]

سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے روزہ دار کو افطار کروایا

---

[1] أخرجه مسلم (١٨٩٦).

[2] أخرجه البخاري (٢٨٤٣)، ومسلم (١٨٩٥).

[3] أخرجه النسائي في الكبرى (٣٣١٦- ٣٣١٧- ٣٣١٨) وكأنه أشار بصنيعه إلى أن هذا اللفظ غير محفوظ، وأخرجه ابن ماجه (٢٧٥٩)، وأحمد (١٧٠٣٣ و ٢١٦٧٦)، والطبراني في مكارم الأخلاق (١٤٤)، وصححه ابن خُزيمة (٢٠٦٤)، وابن حبان (٤٦٣٣).

اس کو روزے دار جیسا اجر ملے گا، اور روزے دار کے اجر میں بھی کمی نہیں آئے گی۔ اور جس نے اللہ کے راستے میں نکلنے والے مجاہد کو سامان فراہم کیا، یا اس کے پیچھے سے اس کے گھر کی دیکھ بھال کی، تو اسے بھی مجاہد جیسا اجر ملے گا، اور مجاہد کے اجر میں بھی کمی نہیں کی جائے گی"۔

حضور اکرم ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ کو دشمن کی طرف ایک لشکر تیار کر کے بھیجنے کا حکم سنایا۔ آپ ﷺ نے تیاری کا حکم دے دیا اور لشکر کے تمام افراد کو سامان اور زادِ راہ (یعنی توشہ) عطا فرمایا، مگر آپ ﷺ سیدنا حدیر نامی ایک صحابی کو سامان دینا بھول گئے۔ سیدنا حدیر رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ شاید رسول اللہ ﷺ مجھ سے ناراض ہیں، (مگر پھر بھی وہ) صبر کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے (بغیر توشہ اور سامان کے) لشکر میں نکل پڑے۔ (لشکر روانہ ہو گیا،) سیدنا حدیر رضی اللہ عنہ لشکر کے آخر میں چل رہے تھے اور جب بھی قدم اٹھاتے تو کہتے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اے میرے پروردگار! یہ (تسبیح اور ذکر) میرے لئے بہترین توشہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضور اکرم ﷺ کے پاس بھیجا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر کہا: "اے محمد (ﷺ)! اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے سلام بھیجا ہے، اور فرمایا ہے کہ آپ نے سارے لشکر کو سامان اور توشہ دیا، آپ حدیر کو سامان اور توشہ دینا بھول گئے، وہ لشکر کے آخری حصے میں ہیں اور ان کی طرف سے ایسے کلمات اوپر آ رہے ہیں جنہیں سن کر فرشتے بھی رو رہے ہیں۔ آپ جلدی انہیں سامان جہاد فراہم کیجئے"۔ حضور اکرم ﷺ نے سیدنا حدیر رضی اللہ عنہ کے لئے سامان اور توشہ دے کر آدمی بھیجا اور اسے فرمایا کہ: "احْفَظْ أَوَّلَ كَلَامِه وَآخِرَه". "حدیر جو کلمات پڑھ رہے ہوں، انھیں پوری طرح یاد کر لینا"۔ حضور اکرم ﷺ کا قاصد سامان لے کر پہنچا تو سیدنا حدیر رضی اللہ عنہ وہی کلمات پڑھ رہے تھے۔ قاصد نے کہا: "لیجئے آپ کا سامان حاضر ہے"۔ سیدنا حدیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ مجھ سے راضی ہو گئے ہیں؟" قاصد نے کہا: "وہ تو آپ سے ناراض ہی نہیں تھے لیکن وہ آپ کو سامان دینا بھول گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یاد دہانی کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیج دیا"۔ یہ سن کر سیدنا حدیر رضی اللہ عنہ سجدے میں گر گئے اور پھر سر اٹھا کر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور حضور اکرم ﷺ پر درود و سلام پڑھا، اور کہنے لگے: "**ذَكَرَنِي رَبِّيْ مِنْ فَوْقِ عَرْشِه، اللهُمَّ لَمْ تَنْسَ حُدَيرًا، فَاجْعَلْ حُدَيرًا لا يَنْسَاكَ**". "میرے رب نے مجھے عرش کے اوپر یاد رکھا۔ اے میرے پروردگار! تو حدیر کو نہ بھولا تو حدیر کو بھی توفیق دیجئے کہ وہ بھی آپ کو کبھی نہ بھولے"۔[1]

[1] لم أجده بهذا اللفظ، وقد عزاه ابن النحاس إلى شفاء الصدور، وأسنده ابن الجوزي في المنتظم (٤/ ٢٣٩) بألفاظ متقاربة، وقد أسنده

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه، أَنَّ فَتًى مِنْ أَسْلَمَ قَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُرِيدُ الْغَزْوَ وَلَيْسَ مَعِي مَا أَتَجَهَّزُ"، قَالَ: "ائْتِ فُلَانًا، فَإِنَّهُ قَدْ كَانَ تَجَهَّزَ، فَمَرِضَ"، فَأَتَاهُ، فَقَالَ: "إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَيَقُولُ: أَعْطِنِي الَّذِي تَجَهَّزْتَ بِهِ"، قَالَ: "يَا فُلَانَةُ، أَعْطِيهِ الَّذِي تَجَهَّزْتُ بِهِ، وَلَا تَحْبِسِي عَنْهُ شَيْئًا، فَوَاللهِ، لَا تَحْبِسِي مِنْهُ شَيْئًا، فَيُبَارَكَ لَكِ فِيهِ".[1]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں مگر میرے پاس سامان جہاد موجود نہیں ہے"۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "فلاں آدمی کے پاس چلے جاؤ، اس نے جہاد کے لئے سامان تیار کر لیا تھا، مگر پھر وہ بیمار ہو گیا (اور جہاد میں جانے کے قابل نہ رہا)"۔ وہ نوجوان ان صحابی کے پاس آئے اور کہا: "اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ اپنا سامان مجھے دے دیں"۔ انھوں نے اپنی بیوی سے فرمایا: "میرا تمام سامان اس نوجوان کو دے دو اور اس میں سے کچھ بھی روک کر نہ رکھو۔ اللہ کی قسم! اگر تم نے اس میں سے کچھ روک کر رکھا تو اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے برکت نہیں دے گا"۔

عَن جَبَلَةَ بْنِ حَارِثَةَ رضي الله عنه، "أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم كانَ إِذَا لَمْ يَغْزُ أَعْطَى سِلَاحَهُ عَلِيًّا وَأُسَامَةَ".[2]

سیدنا جبلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب جہاد کے لئے خود تشریف نہیں لے جاتے تو اپنا اسلحہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا کرتے تھے۔

فائدہ: جس آدمی نے جہاد کے لئے سامان تیار کر لیا ہو، مگر بیماری یا کسی اور وجہ سے وہ جہاد میں نہ جاسکے تو اسے چاہیے کہ وہ سامان کسی اور مجاہد کو دے دے تاکہ حدیث شریف کی رو سے اسے بھی جہاد کا اجر مل جائے۔

بغير هذا السياق ابن منده في معرفة الصحابة (ص: ٤٣٦)، وأبو نعيم كذلك (٢/ ٨٩٣) مختصرا، وضعفه العراقي في تخريج الإحياء (ص: ٢٦٠).

[1] أخرجه مسلم (١٨٩٤).

[2] في بعض روايات الحديث: عليا أو أسامة، والحديث أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (٣٢٧٧٠)، وأحمد في مسنده كما في جامع المسانيد لابن كثير (٢/ ٧٨) برقم: (١٥٩٠)، وأخرجه الطبراني في الكبير (٢١٩٤)، وفي الأوسط (١٩٦٩)، وأخرجه ابن أبي عاصم في الجهاد (١٠٥) بلفظ: (أعطى سلاحه أسامة) فقط، والحاكم في المستدرك (٤٩٦٠) بلفظ: (لم يعط سلاحه إلا عليا أو زيدا رضي الله عنهما)، ووثق الهيثمي رجال أحمد في مجمع الزوائد (٥/ ٢٨٣)، وصحح الحديث المحقق عوامة في تحقيقه للمصنف.

فصل

جس شخص نے کسی مجاہد کے پیچھے اس کے گھر والوں کے ساتھ خیانت کی تو اس کا انجام بد

عن بُرَيدَةَ بنِ حُصَيبٍ رضي الله عنه، قال قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ، وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِينَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِنَ الْمُجَاهِدِينَ فِي أَهْلِهِ فَيَخُونُهُ فِيهِمْ، إِلَّا وُقِفَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَأْخُذُ مِنْ عَمَلِهِ مَا شَاءَ، فَمَا ظَنُّكُمْ؟".[1]

سیدنا بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجاہدین کی عورتوں کی حرمت پیچھے رہ جانے والوں کے لئے ان کی ماؤں کی طرح ہے۔ پس جو شخص مجاہدین کے پیچھے ان کے گھر والوں کے ساتھ خیانت کرے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے (مذکورہ مجاہد کے سامنے) لا کھڑا کریں گے (جس کے گھر والوں سے اس نے خیانت کی ہو گی) اور وہ مجاہد اس کے اعمال میں سے جو چاہے گا لے لے گا۔ پس تمہارا کیا گمان ہے (کہ اس خیانت کرنے والے کا کوئی عمل بچے گا بھی)''۔

فائدہ: یہ حدیث بے شمار سندوں سے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے۔

امام ابو عبد اللہ الحلیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدین کا پیچھے رہ جانے والوں پر بہت بڑا حق ہے۔ کیونکہ وہ پیچھے رہ جانے والوں کی طرف سے بھی فریضہ جہاد ادا کرتے ہیں اور ان کی خاطر اپنی جانوں کو قربان کرتے ہیں، اور ان کے لئے اپنے آپ کو ڈھال بناتے ہیں۔ لیکن اگر اس کے باوجود پیچھے والے ان کے گھر میں خیانت کریں تو یہ اس خیانت سے بھی بڑا گناہ ہے جو خیانت ایک پڑوسی اپنے دوسرے پڑوسی کے گھر والوں کے ساتھ کرتا ہے۔ جس طرح کہ پڑوسی کی خیانت دور والے کی بنسبت زیادہ بڑا گناہ ہے۔[2]

فوائد

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی پر قربان کہ وہ مجاہدین کو سامانِ جہاد فراہم کرنے پر بھی جہاد کا اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے۔ اگر مسلمان ان فضائل پر یقین رکھیں تو ایسی ترتیب بنالیں کہ کچھ لوگ تو جہاد میں لگ جائیں اور کچھ مجاہدین کو سامانِ جہاد فراہم کریں

[1] أخرجه مسلم في صحيحه (١٨٩٧).

[2] المنهاج في شعب الإيمان (٤٧٥/٢).

اور ان کے گھر والوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سنبھال لیں، تو مسلمانوں کی منزل کتنی آسان ہو جائے گی۔

لیکن افسوس کہ آج عمومی طور پر یہ ترتیب دیکھنے کو نہیں ملتی، بلکہ دکھ کی بات یہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں نکلتے ہیں تو دوسرے مسلمان ان کی خدمت کو سعادت سمجھنے کی بجائے ان کی مخالفت کرنے کو اپنا مشن سمجھتے ہیں اور مجاہدین کے اہلِ خانہ کو بھی طرح طرح کے طعنے دیتے ہیں اور ان کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں۔ یہ معاملہ اللہ کے عذاب کو دعوت دینے والا ہے۔ کاش کہ مسلمان ان فضائل کو پڑھتے سمجھتے اور ان کے مطابق عمل کرتے تو مجاہدین کو کتنا سکون ملتا اور مجاہدین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا، اور مجاہدین اپنے گھر والوں سے بے پرواہ ہو کر دلجمعی اور قوت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر سکتے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہاں یہ ترتیب بنی ہوئی تھی۔ چنانچہ جو شخص بھی اپنے گھر سے نکلتا تھا تو وہ پیچھے اپنے گھر والوں کے بارے میں بالکل بے فکر ہو کر نکلتا تھا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ پیچھے رہ جانے والے مسلمان اس کے گھر والوں کی ایسی دیکھ بھال کریں گے جو وہ خود بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ کرے مسلمانوں کو یہ ماحول اور ترتیب دوبارہ نصیب ہو جائے۔ عرب ممالک میں بعض لوگ دنیا بھر میں شہید ہونے والے مجاہدین کے بچوں کی کفالت کا عجیب انتظام کرتے ہیں اور اس طرح کہ ان میں سے ہر شخص دو یا تین یا زیادہ یتیموں کی کفالت کا ذمہ دار بن جاتا ہے اور اس یتیم کے توسط سے شہید کے پورے گھرانے کی باقاعدہ ماہانہ کفالت کرتا ہے۔ کچھ سال پہلے صومالیہ کے جہاد میں شریک ایک مجاہد (جو اپنی بیوی کو امید سے چھوڑ کر گئے تھے) کی غیر موجودگی میں ان کا بچہ ہوا تو دیکھنے میں آیا کہ اس علاقے کے لوگ بڑے اہتمام سے اس بچے کی دعوتِ عقیقہ کر رہے تھے اور وہ دعوت اتنی پُر اہتمام تھی کہ کوئی شخص بھی یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ بچے کا والد سینکڑوں میل دور کسی محاذ پر لڑ رہا ہے، اور دوسرت مسلمانوں کی عورتیں اور مرد مل کر اس دعوت کا اہتمام کر رہے ہیں۔

میرے مسلمان بھائیو! مجاہدین کا حق بہت بڑا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بہت پیارے ہیں۔ ان کی مخالفت کا تصور بھی نہ کرو۔ البتہ ان کے دست بازو بن کر ان کی قوت بڑھاؤ۔ انہیں اچھے سے اچھا اسلحہ اور اچھی سے اچھی سواری فراہم کرو اور ان کے گھر والوں کو یہ احساس نہ ہونے دو کہ وہ لاوارث ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو مجاہدین کے حقوق سمجھنے اور انھیں ادا کرنے، اور خود جہاد میں شرکت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

گیارہواں باب

مجاہدین کی مدد واعانت، ان کی خدمت اور ان کو رخصت کرنے کی فضیلت

عن سَهلِ بْنِ حُنَيفٍ رضي الله عنه أنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قال: "مَنْ أَعَانَ مُجَاهِدًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ غَازِيًا فِي عُسْرَتِهِ، أَوْ مُكَاتِبًا فِي رَقَبَتِهِ، أَظَلَّهُ اللَّهُ فِي ظِلِّه يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ"[1].

سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے اللہ کے راستے میں نکلنے والے کسی مجاہد کی اعانت کی یا کسی تنگ دست مجاہد کی مدد کی یا کسی مکاتب (غلام) کو آزاد کرانے میں تعاون کیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن جس دن اور کوئی سایہ نہیں ہو گا، اپنا سایہ عطا فرمائے گا“۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

”اللہ کے راستے میں ایک کوڑا دینا مجھے اس حج سے زیادہ محبوب ہے جس کے بعد دوسرا حج ہو[2]“۔

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رضي الله عنه، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : "مَنْ أَظَلَّ رَأْسَ غَازٍأَظَلَّهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ,وَمَنْ جَهَّزَغَازِيًا (حَتَّى يَسْتَقِلَّ) كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ حَتَّى يَمُوتَ، أَوْيَرْجِعَ ,وَمَنْ بَنَى مَسْجِدًا يُذْكَرُفِيهِ اسْمُ اللهِ، بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ"[3].

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص کسی مجاہد کو سایہ فراہم کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے سایہ عطا فرمائے گا، اور جو شخص اللہ کے راستے کے مجاہد کو سامان فراہم کرے گا حتیٰ کہ اسے (جہاد کے سلسلے میں) مزید کسی چیز کی ضرورت نہ رہے، تو اسے بھی مرتے دم تک یا مجاہد کے لوٹنے تک مجاہد جیسا اجر ملتا رہے گا، اور جو شخص مسجد بنائے گا جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت

[1] أخرجه أحمد في مسنده (١٥٩٨٦ و ١٥٩٨٧)، وابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٩٠٣)، ومسنده (٦٢)، وصححه الحاكم (٢٤٤٨)، لكن رده الذهبي وتعقّبه بأن فيه متروكا، وقال أيضا في المهذب (٨/ ٤٣٤٦): غريب جدًا، وأخرجه ابن عساكر في معجمه (١/ ٤٩٦)، وقال: حسن غريب، وحسن إسناده الدمياطي في المتجر الرابح (ص: ٣٣٧)، والحافظ ابن حجر في الأمالي المطلقة (ص: ١٠٥)، وصححه السيوطي في كتابه تمهيد الفرش (ص: ٧)، ومال إلى ضعفه البوصيري في الإتحاف (٥/ ٤٥٨).

[2] أخرجه ابن المبارك في الجهاد (١/ ١٨٦).

[3] أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٩٠٢) وهذا لفظه، وأحمد في مسنده (١٢٦)، وأخرج ابن ماجه بعضه مفرقا (٧٣٥ و ٢٧٥٨)، والبزار في مسنده (٣٠٤)، وصححه ابن حبان (٤٦٢٨)، والحاكم (٢٤٤٧)، والضياء في المختارة (٢٤٤ و ٢٤٥ و ٢٤٧)، وراجع كلام الحافظ في تهذيبه (٧/ ١٣٠)، وفي النكت الظراف (٨ / ٨٧).

میں گھر بنائے گا"۔

عن أبي أُمَامَةَ رضي الله عنه قال، قال رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "أفضلُ الصَّدَقاتِ ظِلُّ فِسطَاطٍ فِي سَبِيلِ الله، ومِنحَةُ خَادِمٍ فِي سبيل الله، أَوْ طَرُوقةُ فَحلٍ فِي سَبِيلِ الله"[1].

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"سب سے افضل صدقہ اللہ کے راستے میں کسی خیمے کا سایہ دینا اور اللہ کے راستے میں (کسی مجاہد کو) خادم دینا یا اللہ کے راستے میں جوان اونٹنی دینا ہے"۔

فائدہ: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے کسی مجاہد کو خیمہ دیا یا کوئی خادم دیا یا کوئی جوان اونٹنی دے دی تو یہ صدقات میں سے سب سے افضل ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَغْزُوَ، فَقَالَ: "يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَار،إِنَّ مِنْ إِخْوَانِكُمْ قَوْمًا لَيْسَ لَهُمْ مَالٌ وَلَا عَشِيرَةٌ، فَلْيَضُمَّ أَحَدُكُمْ إِلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ أَوِ الثَّلَاثَةِ، فَمَا لِأَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يَحْمِلُهُ إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ"، يَعْنِي أَحَدِهِمْ، قَالَ: فَضَمَمْتُ إِلَيَّ اثْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، قَالَ: مَا لِي إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ أَحَدِهِمْ مِنْ جَمَلِي[2].

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جہاد میں روانگی کا ارادہ فرمایا اور ارشاد فرمایا:"اے مہاجرین و انصار! تمہارے کچھ بھائی ایسے ہیں جن کے پاس نہ مال ہے اور نہ ان کا کوئی (مدد کرنے والا) خاندان۔ تم میں سے ہر ایک ان میں سے دو یا تین آدمیوں کو اپنے ساتھ ملالے مگر اس طرح کہ تمہارے اونٹ میں ان میں سے ہر ایک کی ویسی ہی باری ہو جیسی تمہاری"۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:"میں نے اپنے ساتھ دو یا تین افراد لے لئے اور میرے اونٹ میں ان کی باری میرے برابر تھی۔ یعنی ہم سب باری باری سوار ہوتے تھے اور اس میں برابری کرتے تھے"۔

ایک مرسل روایت میں آیا ہے:

"ثَلَاثَةٌ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا فِيهِنَّ مِنَ الْأَجْرِ: صَاحِبُ الْخِدْمَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَصَاحِبُ الظِّلِّ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَصَاحِبُ عَسْبِ الْفَرَسِ"[3].

---

[1] رواه الترمذي (١٦٢٧)، وقال: حديث حسن صحيح وفي نسخة: حسن غريب صحيح، وعقّب ابن القطان على عبدالحق في بيان الوهم والإيهام (٥/ ١٦٢) متابعته للترمذي في تصحيح الحديث ورجّح تحسينه، وله شاهد من حديث عدي بن حاتم رضي الله عنه عند الحاكم في المستدرك (٢٤٥٢) وغيره.

[2] رواه أبو داود (٢٥٣٤) وسكت عنه، وأحمد (١٤٨٦٣)، والبيهقي في السنن الكبير (١٨٦١٣)، وشيخه الحاكم (٢٤٥١)، وصحَّح إسناده، ولم يتعقبه الذهبي.

[3] أخرجه سعيد بن منصور في سننه (٢٤٠٨) مرسلا، وصحح إسناده ابن النحاس.

”تین اعمال ایسے ہیں جن کا اجر (اللہ تعالیٰ کے سوا) کوئی نہیں جانتا۔ جہاد میں اپنے ساتھیوں کی خدمت کرنا، اللہ کے راستے میں سایہ (یعنی خیمہ) دینا اور (جہاد میں) اپنا گھوڑا عاریتاً دینا“۔

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"مَنْ خَدَمَ أَصْحَابَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ فُضِّلَ عَلَى كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ بِقِيرَاطٍ مِنَ الْأَجْرِ". [1]

”جس نے اللہ کے راستے میں اپنے ساتھیوں کی خدمت کی، وہ ان میں سے ہر فرد پر ایک قیراط اجر کی سبقت لے گیا“۔

عَن موسى بن عُلَيّ بنِ رَباحٍ عَن أبيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عَلَى الرَّجُلِ الَّذِي يَرَاهُ يَخْدُمُ أَصْحَابَهُ ". [2]

حضرت علی بن رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”حضور اکرم ﷺ جس شخص کو اپنے ساتھیوں کی خدمت کرتے ہوئے دیکھتے تھے تو اس کے لئے رحمت کی دعا فرماتے تھے“۔

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرَافِقُ أَصْحَابَهُ فِي السَّفَرِ رِفْقًا، فَجَعَلَتْ رُفْقَةٌ مِنْهُمْ يَهْرِفُونَ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا رَأَيْنَا مِثْلَهُ، إِنْ نَزَلَ فَصَلَاةٌ، وَإِنِ ارْتَحَلْنَا فَقِرَاءَةٌ وَصِيَامٌ لَا يُفْطِرُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ كَانَ يَكْفِيهِ كَذَا» . قَالُوا: نَحْنُ. قَالَ: "كُلُّكُمْ خَيْرٌ مِنْهُ" [3].

حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سفر کے دوران اپنے صحابہ کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بنا دیا کرتے تھے۔ ایک بار ایک جماعت کے رفقاء نے اپنے ایک ساتھی کی بہت تعریف کی، اور کہنے لگے: ”اے اللہ کے رسول! ہم نے اس جیسا کوئی نہیں دیکھا، ہم کہیں پڑاؤ ڈالتے ہیں تو وہ نماز میں لگ جاتا ہے، جب ہم چلتے ہیں تو وہ مسلسل قرآن پڑھتا رہتا ہے، اور مسلسل روزے رکھتا ہے“۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: ”اس کے فلاں فلاں کام کون کرتا ہے (یعنی اس کی خدمت کون کرتا ہے)؟“ رفقاء نے جواب دیا: ”ہم (اس کا کام سرانجام دیتے ہیں)“۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تو پھر تم سارے اس سے بہتر ہو (کیونکہ خدمت کا اجر بہت زیادہ ہے)“۔

سیدنا عامر بن عبد قیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ رومیوں کے ساتھ جہاد کے دوران ان کو دیکھا گیا کہ اپنے خچر پر خود بھی سوار ہوتے تھے اور دوسرے مجاہدین کو بھی اپنی طرح باری باری سوار کرتے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ جہاد میں

---

[1] أخرجه ابن المبارك في الجهاد (٢١١) عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما موقوفا.

[2] أخرجه ابن المبارك في الجهاد (٢٠٦)، ووكيع في الزهد (ص: ٨٠١)، وهناد في الزهد (٢/ ٤٠٧) كلهم عن عُلي بن رباح مرسلا، وصحح إسناده ابن النحاس.

[3] أخرجه ابن المبارك في الجهاد (٢١٤) وغيره مرسلا، وصحح إسناده ابن النحّاس، وجوّده ابن حجر في المطالب العالية (٩/ ٣٢٤).

اپنے لئے ساتھی ڈھونڈتے تھے۔ پھر انہیں فرماتے کہ تین شرطوں پر میں آپ کا ساتھی بننے کے لئے تیار ہوں۔ پہلی یہ کہ میں آپ سب کی خدمت کروں گا اور آپ میں سے کوئی بھی خدمت کے معاملے میں مجھ سے کچھ نہیں چھینے گا۔ دوسری یہ کہ میں اذان دوں گا، آپ میں سے کوئی اس میں مداخلت نہیں کرے گا۔ اور تیسری یہ کہ میں اپنی استطاعت کے مطابق آپ سب پر خرچ کروں گا۔ اگر وہ ساتھی یہ تمام شرطیں مان لیتے تو آپ ان کے ساتھ ہو جاتے، ورنہ ان کے سوا دوسرے ساتھیوں کی طرف چلے جاتے۔[1]

امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اسلاف رحمہم اللہ جب جہاد میں نکلتے تھے تو ان میں سے ہر ایک کی یہی خواہش ہوتی کہ وہ اپنے ساتھیوں کی خدمت کرے اور انہیں حسبِ استطاعت خوش رکھے، اور جتنا ہو سکے ان پر خرچ کرے۔ اور اگر خرچ کرنے کی طاقت نہ ہوتی تو انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتے۔ وہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس سے اجر کی امید میں کرتے تھے۔ ان کے ایثار کے واقعات میں سے ایک بہت عجیب واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔

معرکہ یرموک کا ایک عجیب واقعہ

سیدنا ابو جہم العدوی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں یرموک کی لڑائی کے دن اپنے چچازاد بھائی کو تلاش کر رہا تھا اور میرے ساتھ پانی کی ایک چھاگل تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر ان کے جسم میں جان ہو گی تو میں انہیں پانی پلاؤں گا اور ان کا چہرہ دھوؤں گا۔ اچانک میں نے انہیں (زخمی حالت میں) بے ہوش پایا۔ میں نے انہیں (ہوش میں لاکر) پوچھا: ''کیا آپ کو پانی پلاؤں؟'' انہوں نے اشارے سے کہا: ''ہاں''۔ اچانک ایک اور شخص کے کراہنے کی آواز آئی تو میرے چچازاد بھائی نے مجھے ان طرف جانے کا اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ سیدنا ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں ان کے پاس پانی کا آکر پوچھنے لگا تو ایک اور شخص کے کراہنے کی آواز آئی۔ سیدنا ہشام رضی اللہ عنہ نے مجھے ان کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ میں جب ان تیسرے شخص کے پاس پہنچا تو وہ شہید ہو چکے تھے۔ پھر جب میں سیدنا ہشام رضی اللہ عنہ کی طرف واپس لوٹا تو دیکھا کہ وہ بھی شہید ہو چکے ہیں۔ پھر میں اپنے چچازاد بھائی کی طرف آیا تو وہ بھی (اس وقت تک) شہید ہو چکے تھے[2]۔ [رحمۃ اللہ علیہم ورضی اللہ عنہم]

یہ واقعہ اس طرح بھی مروی ہے کہ سیدنا حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ، سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابو جہل اور سیدنا عیاش بن ابو ربیعہ رضی اللہ عنہ جنگِ یرموک کی لڑائی میں شریک تھے۔ جب یہ تینوں زخمی ہو گئے تو سیدنا حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے پینے کا پانی منگوایا (ابھی انہوں نے پانی نہیں پیا تھا کہ) سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا تو سیدنا حارث رضی اللہ

[1] الجهاد لابن المبارك (٢/ ١٧٨).
[2] الجهاد لابن المبارك (١/ ١٢٢).

عنہ نے فرمایا: "پہلے عکرمہ کو پلاؤ"۔ سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس جب پانی پہنچا تو سیدنا عیاش رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: "پہلے عیاش کو پلاؤ"۔ سیدنا عیاش رضی اللہ عنہ کی طرف پانی لایا گیا تو وہ شہید ہو چکے تھے، جب باقی دو کی طرف لایا گیا تو وہ بھی شہید ہو چکے تھے[1]۔

فائدہ: امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی ۱۵ھ میں ہوئی۔ اس لڑائی میں رومیوں کی تعداد ایک لاکھ یا تین لاکھ تھی، جب کہ مسلمان تیس ہزار تھے۔ اس خوفناک لڑائی میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ایک دوسرے کے ساتھ ایثار کا یہ عالم تھا کہ اپنی زندگی قربان کر دی، مگر اپنے بھائی تک پہلے پانی پہنچانا اپنی ذمے داری سمجھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی رضا اور بہترین انجام کے مستحق بنے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں ہمیں بھی ان کے ساتھ جمع فرمائے، آمین، ثم آمین۔

فصل

مجاہدین کو رخصت کرنے اور ان کے ساتھ چند قدم چلنے وغیرہ کے فضائل

عن ابن عباس رضي الله عنهما، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جهَّز جيشًا فمَشى مَعَهُم إِلَى بَقِيعِ الْغَرْقَدِ حِينَ وَجَّهَهُم، ثُمَّ قَالَ: "انْطَلِقُوا عَلَى اسْمِ الله، اللهُمَّ أَعِنْهُم"[2].

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے (ایک بار) لشکر تیار فرمایا۔ پھر آپ ﷺ انھیں رخصت کرنے کے لئے 'بقیع غرقد' (نامی جگہ تک) ان کے ساتھ چلتے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: "اللہ کے نام کے ساتھ چلو۔ اے میرے پروردگار! ان کی مدد فرما"۔

عَن عَبدِ الله بنِ يَزِيدَ الخُطَمِيِّ رضى الله عنه قال: كانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا شَيَّعَ جَيشًا فَبَلَغَ عَقَبَةَ الوَدَاعِ قال: "أَستَودِعُ اللهَ دِينَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيمَ أَعْمَالِكُم"[3].

سیدنا عبداللہ بن یزید الخطمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب کسی لشکر کو رخصت فرماتے تو 'عقبۃ

[1] الاستيعاب لابن عبد البر (٣/ ١٠٨٤).

[2] أخرجه أحمد (٢٣٩١)، والبزار في مسنده (٤٧٨٣)، والطبراني في المعجم الكبير (١١٥٤)، وصححه الحاكم (٢٤٨٠)، ولم يتعقبه الذهبي، وحسنه ابن حجر في الفتح (٧/ ٣٣٨)، وصححه البوصيري في إتحاف الخيرة (٥/ ١١٧).

[3] أخرجه أبو داود في سننه (٢٦٠١) وسكت عنه، وأحمد في الزهد (١٠٩٤)، والنسائي في الكبرى (١٠٢٦٨)، وصححه الحاكم (٢٤٧٨)، وصحح إسناده النووي في رياض الصالحين (ص: ٢٣٠)، وحسنه ابن حجر في المطالب العالية (١٣/ ٤٠٠)، ورمز السيوطي لحسنه في الجامع الصغير، وصحح إسناده المناوي في شرحه التيسير (٢/ ٢٣٧).

الوداع' تک ان کے ساتھ چلتے، اور (وہاں پہنچ کر) فرماتے: "میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تمہارے دین کو، تمہاری قابلِ حفاظت چیزوں کو اور تمہارے اعمال کے انجام کو"۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ ایک لشکر کو رخصت کرنے کے لئے ان کے ساتھ پیدل چلے، پھر فرمایا: "شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے اپنے راستے میں ہمارے پاؤں غبار آلود فرمائے"۔ ایک شخص نے کہا: "ہم نے تو صرف مجاہدین کو رخصت کیا ہے (یعنی ہم خود تو اللہ کے راستے میں نہیں نکلے)؟" اس پر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہم نے ان (مجاہدین) کا سامان تیار کیا، ہم انہیں رخصت کرنے کے لئے ان کے ساتھ چلے اور ہم نے ان کے لئے دعائیں کیں"۔[١]

ایک اور روایت میں ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا اور پیدل انہیں رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اہلِ لشکر نے عرض کیا: "اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! آپ سوار ہو جائیں تو اچھا ہو گا"۔ فرمانے لگے: "میں اللہ کے راستے میں اپنے قدموں پر اجر کی امید رکھتا ہوں"۔[٢]

ایک روایت میں ہے کہ جہادِ شام کے دوران ایک بار سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لشکر کے امیر سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو رخصت کرنے کے لئے پیدل چل رہے تھے۔ سیدنا یزید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یا تو آپ بھی سوار ہو جایئے یا مجھے سواری سے اترنے کی اجازت دیجئے"۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نہ آپ اتریں گے، نہ میں سوار ہوں گا، میں تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اٹھنے والے اپنے قدموں پر اللہ تعالیٰ سے اجر کا امیدوار ہوں"۔[٣]

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک بار جہاد کے لئے نکلا تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہمیں رخصت کرنے کے لئے ساتھ نکلے۔ پھر جب ہم سے جدا ہونے لگے تو فرمایا: "میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ اللّٰهَ إِذَا اسْتَوْدَعَ شَيْئًا حَفِظَه".

جو چیز اللہ کے سپرد کر دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ چنانچہ میں تمہارے دین، تمہاری قابل حفاظت چیزوں اور تمہارے اعمال کے انجام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں"۔[٤]

---

[١] أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٨٧٠)، والبيهقي في السنن الكبير (١٨٦١٩).

[٢] أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٨٧١).

[٣] أخرجه مالك في الموطأ (١٦٢٧)، وعبدالرزاق في مصنفه (٩٣٧٥)، والطبراني في المعجم الكبير (٦٠٧)، والبيهقي في السنن الكبير (١٨١٩٩).

[٤] أخرجه النسائي في الكبرى (١٠٢٦٩)، والطبراني في الكبير (١٣٥٧١)، والأوسط (٦٧٢٥)، والبيهقي في السنن الكبير (١٨٦١٧)، وصححه ابن حبان (٢٦٩٣)، وحسنه ابن حجر في المطالب العالية (١٣/ ٤٠٢). وروي من أوجه أخرى، من غير ذكر الغزو -أي عند السفر عموما-، ومرفوعا حكاية عن لقمان عليه السلام كذلك.

عَن سَہلِ بْنِ مُعَاذٍ، عن أبيه رضي الله عنه، عَن رَسُولِ الله صلى الله عليه وسلم قال: "لَأَنْ أُشَيِّعَ مُجَاهِدًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَكنفهُ عَلَى رَحْلِهِ غَدْوَةً أَوْ رَوْحَةً، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا "[1].

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں کسی صبح یا شام کسی مجاہد کو رخصت کرنے کے لئے نکلوں اور اسے اس کی سواری پر بٹھانے میں مدد دوں، یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے"۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک بار ابوالحارث کو جہاد میں رخصت کرنے کے لئے گئے، اس وقت انہوں نے اپنے جوتے اپنے ہاتھوں میں اٹھا رکھے تھے، کیونکہ وہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق اللہ کے راستے میں اپنے پاؤں غبار آلود کرنا چاہتے تھے۔[2]

فائدہ: مجاہد کو رخصت کرنے کی طرح اس کے استقبال کے لئے نکلنا بھی ثابت ہے، جیسا کہ بخاری شریف میں ذکر ہے۔ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو میں بھی بچوں کے ہمراہ آپ ﷺ کے استقبال کے لئے 'ثنیۃ الوداع' (نامی مقام) تک نکلا[3]۔

فائدہ: امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد کے استقبال کے عنوان سے با قاعدہ باب باندھے ہیں۔

فوائد

اس باب میں ہم نے جو احادیث اور روایات پڑھی ہیں، انھیں بار بار پڑھنے اور دل میں اتارنے کی ضرورت ہے۔ آج کل مجاہدین میں خدمت اور اپنے ساتھیوں کے لئے قربانی کا جذبہ بہت کم ہوتا جارہا ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ خدمت سے جی چراتے ہیں اور دوسروں کے لئے جذبۂ ایثار سے بھی محروم رہتے ہیں۔ چنانچہ مجاہدین کو اپنے محاذوں پر اور اپنے معسکرات میں اور اپنے مراکز میں ان احادیث کی بار بار تعلیم کرانی چاہیے۔ اور ایک ایک مجاہد کے دل میں خدمت اور ایثار کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دینا چاہیے۔ تب ان کے جہاد میں قبولیت اور برکت کی عجیب شان نظر آئے گی اور ان میں آپس کے اختلافات کی بجائے ایک دوسرے کی محبت پیدا ہوگی جو جہاد کے لئے بے حد لازم ہے۔ اسی طرح پیچھے رہ جانے والے مسلمانوں کو چاہیے کہ مجاہدین کے

[1] أخرجه ابن ماجه (٢٨٢٤)، وأحمد (١٥٦٤٣)، والطبراني في المعجم الكبير (٤٢١)، والبيهقي في السنن الكبير (١٨٦١٨)، وصححه الحاكم (٢٤٧٩)، ولم يتعقبه الذهبي. وضعّف إسناده العراقي في تخريج الإحياء (ص: ٧٢٤) والبوصيري في الزوائد (١٦٧/٣).

[2] المغني لابن قدامة (٨/ ٣٥٣).

[3] أخرجه البخاري (٤٤٢٧).

اکرام اور حوصلہ افزائی میں کسی طرح کی کمی نہ آنے دیں۔ ہم میں سے کوئی شخص بھی حضور اکرم ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ مصروف نہیں ہے۔ اگر آپ ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مجاہدین کو رخصت کرنے کے لئے بار بار تشریف لے جاسکتے ہیں تو ہمیں بھی اس سنت کو زندہ کرنا چاہیے اور مجاہدین کی ایسی بھرپور حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے جس سے ان کے عزائم میں اضافہ ہو۔ اور وہ اپنے دل میں اس بات کی خوشی محسوس کریں کہ الحمد للہ! مسلمانوں نے جہاد کو سمجھ لیا ہے اور جہاد کی عظمت کو پہچان لیا ہے۔ چنانچہ اگر ہم شہید ہو گئے تو ہماری جگہ لینے والے بہت سارے افراد ہمارے پیچھے موجود ہیں۔

یاد رکھیے! ہم سب لوگ اللہ کے راستے کے قدموں کے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ محتاج ہیں۔ اسی طرح مجاہدین کے گھر والوں کو چاہیے کہ نہایت خوش دلی، محبت اور حوصلہ افزائی کے جذبات کے ساتھ مجاہدین کو الوداع کہا کریں۔ اسی طرح وہ مجاہدین کے اجر میں بھی شریک ہوں گے اور انھیں جہاد میں تعاون کا ثواب بھی ملے گا۔

آج مجاہدین کو اپنے گھر والوں سے چھپ چھپ کر نکلنا پڑتا ہے۔ یہ بہت افسوس ناک صورت حال ہے۔ ہماری مائیں، ہماری بہنیں اور مسلمانوں کی بیویاں حضرات صحابہ اکرم رضی اللہ عنہم اجمعین کی ماؤں، بہنوں اور بیویوں سے زیادہ اجر و ثواب کی محتاج ہیں۔ آخر وہ بھی تو عورتیں تھیں مگر انہوں نے اللہ کے دین کے لئے کیسی کیسی قربانیاں دیں اور وہ کس طرح سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ ہماری آج کی مسلمان عورتوں کو بھی انھی کے پاکیزہ اور عالی شان نقشِ قدم پر چلنا چاہیے۔ تب ان شاءاللہ ان گھروں پر اللہ کی رحمت نازل ہو گی اور یہ گھر آسمان والوں کے لئے زمین پر چمکتے ستاروں کی مانند بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنے دین کے ایک ایک حکم کو زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، ثم آمین۔

بارہواں باب

جہاد کے لئے گھوڑے باندھنے اور اس پر خرچ کرنے کی فضیلت

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ [الانفال:٦٠]

ترجمہ: ”اور (مسلمانو!) جس قدر طاقت اور گھوڑوں کی جتنی چھاؤنیاں تم سے بن پڑیں ان (دشمنوں) سے مقابلے کے لیے تیار کرو، جن کے ذریعے تم اللہ کے دشمن اور اپنے (موجودہ) دشمن پر بھی ہیبت طاری کر سکو، اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جنھیں ابھی تم نہیں جانتے، (مگر) اللہ انہیں جانتا ہے۔ اور اللہ کے راستے میں تم جو کچھ خرچ کرو گے، وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا، اور تمہارے لیے کوئی کمی نہیں کی جائے گی“۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا﴾ [العٰدیٰت:١]

ترجمہ: ”قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپ ہانپ کر دوڑتے ہیں“۔

امام ابوعبداللہ الحلیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد امام عکرمہ، امام مجاہد، امام عطیۃ، امام ابوالضحیٰ اور امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہم اس آیت (وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں قسم ان گھوڑوں کی کھائی جارہی ہے جن پر جہاد کیا جاتا ہے اور دشمنوں پر حملہ کیا جاتا ہے“۔[1]

گھوڑوں کے فضائل بہت عظیم الشان ہیں۔ یہاں ان میں سے کچھ فضائل کو ترتیب سے بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ اجر ہی اجر

عَن أبي هُرَيرَةَ رضي الله عنه قال: قالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: " مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِيمَانًا بِاللَّهِ وَتَصْدِيقًا بِوَعْدِهِ، فَإِنَّ شِبَعَهُ وَرِيَّهُ وَرَوْثَهُ وَبَوْلَهُ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ القِيَامَةِ".

---

[1] المنهاج في شعب الإيمان (٢/ ٤٩٥).

يعني: حسنات[1].

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے گھوڑا باندھا تو اس گھوڑے کا کھانا اور پینا اور اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن (اس مجاہد کے) ترازو میں (اس کی نیکیوں کے طور پر) ڈالا جائے گا“۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ، فَفَرَسٌ لِلرَّحْمَنِ، وَفَرَسٌ لِلْإِنْسَانِ، وَفَرَسٌ لِلشَّيْطَانِ، فَأَمَّا فَرَسُ الرَّحْمَنِ: فَالَّذِي يُرْبَطُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَعَلَفُهُ وَرَوْثُهُ وَبَوْلُهُ، وَذَكَرَ مَا شَاءَ اللَّهُ، وَأَمَّا فَرَسُ الشَّيْطَانِ: فَالَّذِي يُقَامَرُ أَوْ يُرَاهَنُ عَلَيْهِ، وَأَمَّا فَرَسُ الْإِنْسَانِ: فَالْفَرَسُ يَرْتَبِطُهَا الْإِنْسَانُ يَلْتَمِسُ بَطْنَهَا، فَهِيَ تَسْتُرُ مِنْ فَقْرٍ"[2].

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”گھوڑے تین (قسم کے) ہیں؛ اللہ کا گھوڑا، انسان کا گھوڑا، اور شیطان کا گھوڑا۔ اللہ والا گھوڑا وہ ہے جو جہاد کے لئے باندھا جاتا ہے۔ پس اس گھوڑے کا چارہ، اس کا پیشاب اور اس کی لید سب نیکیاں ہیں۔ اور شیطان والا گھوڑا وہ ہے جس پر شرطیں لگائی جاتی ہیں یا جوا کھیلا جاتا ہے۔ اور انسان والا گھوڑا وہ ہے جسے نسل کے لئے باندھا جاتا ہے۔ پس یہ گھوڑا فقر سے بچانے والا ہوتا ہے“۔

ایک اور روایت میں یہ اضافہ ہے:

”جو گھوڑا شرط اور جوئے کے لئے باندھا جاتا ہے اس کی قیمت، اس کا چارہ اور اس کی سواری یہ سب اس کے مالک کے لئے وبال ہے۔ اور جو گھوڑا نسل کے لئے باندھا جاتا ہے، وہ ممکن ہے کہ فقر کو دور کرنے کا ذریعہ بن جائے“[3]۔

فائدہ: امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجاہد کے گھوڑے کی فضیلت کے لئے اتنی بات بھی کافی ہے کہ اس کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے، یعنی اسے اللہ کا گھوڑا کہا گیا ہے۔

عن أسماءَ بنتِ يَزِيدَ رضي الله عنها أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْخَيْلُ فِي نَوَاصِيهَا

---

[1] أخرجه البخاري (٢٨٥٣).

[2] أخرجه أحمد (٣٧٥٦)، والطبراني في الكبير (٣٧٠٧)، والشاشي في مسنده (٨٣٢)، والبيهقي في السنن الكبير (١٩٨٠٧)، وحسن إسناده المنذري في الترغيب والترهيب (٢/ ١٦٦)، وجوده الهيتمي في الزواجر (٢/ ٢٩٧)، وكذلك ابن النحاس، وعلّق الهيثمي في مجمع الزوائد (٥/ ٢٦١) صحة الحديث على سماع القاسم بن حسان من ابن مسعود، ووثق رجاله المناوي كما في التيسير(١/ ٥٣٧)، وصححه الألباني في الإرواء (٥/ ٣٣٨).

[3] أخرجه أحمد (١٦٦٤٥ و ٢٣٢٣٠)، وابن أبي شيبة في مصنفه (٣٤١٧٨)، وأبو نعيم في معرفة الصحابة (٧١٥٣)، ورجح الدارقطني في العلل (٥/ ٢١٨) كون الحديث عن رجل من الأنصار لا عن ابن مسعود، وقال الدمياطي وابن النحاس والهيتمي: رجاله رجال الصحيح. المتجر الرابح (ص: ٣٥٦)، الزواجر للهيتمي (٢/ ٢٩٧)، ووثق ابن مفلح رجال إسناده. الآداب الشرعية (٣/ ١٤٧).

الْخَيْرُ مَعْقُودٌ أَبَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ رَبَطَهَا عُدَّةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَ أَنْفَقَ عَلَيْهَا احْتِسَابًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنَّ شِبَعَهَا وَجُوعَهَا، وَرِيَّهَا، وَظَمَأَهَا، وَأَرْوَاثَهَا، وَ أَبْوَالَهَا فَلَاحٌ فِي مَوَازِينِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ رَبَطَهَا رِيَاءً، وَسُمْعَةً، وَفَرَحًا، وَمَرَحًا فَإِنَّ شِبَعَهَا، وَجُوعَهَا، وَرِيَّهَا، وَظَمَأَهَا، وَأَرْوَاثَهَا، وَ أَبْوَالَهَا خُسْرَانٌ فِي مَوَازِينِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".[1]

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "گھوڑے کی پیشانی میں ہمیشہ کے لیے قیامت تک خیر رکھ دی گئی ہے۔ پس جس شخص نے جہاد کی تیاری کے لئے گھوڑا پالا اور اللہ کے راستے کے اجر کے لئے اس پر مال خرچ کیا تو اس گھوڑے کا سیر ہونا اور بھوکا رہنا، سیر اب ہونا اور پیاسا رہنا، اور اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے میزان میں نیکیاں بن جائیں گی۔ اور جس نے گھوڑا باندھا ریاکاری، دکھلاوے اترانے اور فخر کے لئے تو اس گھوڑے کا سیر ہونا اور بھوکا رہنا، سیر اب ہونا اور پیاسا رہنا، اور اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے میزان میں خسارہ بن جائیں گی"۔

فائدہ: یہ اور اس طرح کی دوسری احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ فخر اور دکھلاوے کے لئے گھوڑا باندھنا حرام ہے اور قیامت کے دن اس پر سزا دی جائے گی، اور اس گھوڑے کی تمام چیزیں اس مالک کے لئے گناہ بن جائیں گی۔ جب کہ جہاد کے لئے باندھے گئے گھوڑے کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَالْخَيْلُ؟ قَالَ: "الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ: هِيَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَهِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ، فَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ وِزْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَاءً وَفَخْرًا وَنِوَاءً عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ لَهُ وِزْرٌ، وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ سِتْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللهِ فِي ظُهُورِهَا وَلَا رِقَابِهَا، فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ، وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ أَجْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ، فِي مَرْجٍ وَرَوْضَةٍ، فَمَا أَكَلَتْ مِنْ ذَلِكَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ، إِلَّا كُتِبَ لَهُ عَدَدَ مَا أَكَلَتْ حَسَنَاتٌ، وَكُتِبَ لَهُ عَدَدَ أَرْوَاثِهَا وَ أَبْوَالِهَا، حَسَنَاتٌ، وَلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا، أَوْ شَرَفَيْنِ، إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ عَدَدَ آثَارِهَا وَأَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ، وَلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلَى نَهْرٍ، فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا يُرِيدُ أَنْ يَسْقِيَهَا، إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ، عَدَدَ مَا شَرِبَتْ، حَسَنَاتٍ".[2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے گھوڑے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ

---

[1] أخرجه أحمد (٢٧٥٧٤ و ٢٧٥٩٣)، وعبد بن حميد كما في المنتخب من مسنده (١٥٨٣)، وبنحوه ابن أبي شيبة في مصنفه (٣٤١٧٧)، وحسن إسناده المنذري كما في الترغيب (٢/ ١٦٦)، وابن النحاس، وقال الهيثمي: رواه أحمد وفيه شهر وهو ضعيف" مجمع الزوائد (٥/ ٢٦١).

[2] أخرجه البخاري (٢٨٦٠ و ٣٦٤٦)، ومسلم (٩٨٧) واللفظ له.

نے ارشاد فرمایا: ”گھوڑے تین طرح کے ہیں؛ (ایک) وہ گھوڑا جو آدمی کے لئے گناہ کا باعث بنے، (دوسرا) وہ گھوڑا جو آدمی کے لئے (دوسروں کی محتاجی سے حفاظت کا) سَتَر (یعنی پردہ) ہے، اور (تیسرا) وہ گھوڑا جو آدمی کے لئے اجر کا باعث ہے۔ گناہ کا باعث وہ گھوڑا ہے جسے کسی شخص نے ریاکاری، فخر اور مسلمانوں کی دشمنی کے لئے باندھا ہو۔ اور آدمی کے لیے سَتَر وہ گھوڑا ہے جسے اس نے اچھی نیت سے باندھا، اور اس پر سواری کرنے اور اس کی ضروریات پورا کرنے میں اللہ کا حق ادا کیا، پس یہ گھوڑا اس کے حق میں (دوسرے انسانوں کی محتاجی اور فقر سے) سَتَر ہو گا۔ اور آدمی کے لئے اجر وہ گھوڑا ہے جسے کسی آدمی نے اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) کسی چراہ گاہ یا باغ میں باندھا ہو، پس وہ گھوڑا اس چراہ گاہ یا باغ میں سے جو کچھ بھی کھائے گا، اس کی تعداد کے برابر اس کے مالک کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی، اور اس کی لید اور پیشاپ کے برابر بھی اس کے مالک کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور اگر وہ گھوڑا رسی تڑوا کر ایک دوبار کودا تو اس کے نشانِ قدم کے برابر نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور اگر اس گھوڑے کا مالک اسے کسی نہر پر سے لے کر گزرا اور مالک کے ارادے کے بغیر گھوڑے نے اس میں سے پانی پی لیا تو اس پانی کی مقدار میں مالک کی نیکیاں لکھی جائیں گی“۔

۲۔ گھوڑا باندھنا دن رات اللہ کے راستے میں خرچ کے برابر ہے

حضرت سہل بن عجلان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی یہ آیت [اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً] کی تفسیر میں فرمایا کہ ”آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ (ایمان والے) دن رات اپنا مال جہاد کے گھوڑوں پر خرچ کرتے ہیں“۔ پھر آپ نے فرمایا: ”جس شخص نے دکھاوے اور ریاکاری کے بغیر اللہ کے راستے میں س(جہاد کے لئے) گھوڑا باندھا، وہ شخص ان لوگوں میں سے ہے جو اپنا مال (اللہ کی فرمانبرداری کے کاموں میں) دن رات خرچ کرتے ہیں“[1]۔

حضرت ایوب بن خالد رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی یہ آیت [مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ”جو شخص اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) گھوڑا باندھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتا ہے“[2]۔

۳۔ گھوڑے پر خرچ کرنا سخاوت کے ساتھ صدقہ کرنا جیسا ہے

عَن أَبِي كَبْشَةَ الأَنْمَارِيِّ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: "الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة (١٩٧٠٩).

[2] مصنف ابن أبي شيبة (١٩٨٤٤).

نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ، وَأَهْلُهَا مُعَانُونَ عَلَيْهَا، وَالْمُنْفِقُ عَلَيْهَا كَالْبَاسِطِ يَدَهُ بِالصَّدَقَةِ".[1]

سیدنا ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بھلائی گھوڑوں کی پیشانی میں رکھ دی گئی ہے، اور گھوڑے والوں کی (اللہ کی طرف سے) مدد کی جاتی ہے، اور گھوڑے پر خرچ کرنے والا شخص ہاتھ کھول کر صدقہ کرنے والے جیسا ہے''۔

اس مضمون کی احادیث اور بھی کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہیں۔

۴۔ جہادی گھوڑے کی خدمت گاروں کے لئے اللہ کی مدد

عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضي الله عنهما، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ وَالنَّيْلُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَأَهْلُهَا مُعَانُونَ عَلَيْهَا، فَامْسَحُوا بِنَوَاصِيهَا، وَادْعُوا لَهَا بِالْبَرَكَةِ، وَقَلِّدُوهَا، وَلَا تُقَلِّدُوهَا بِالْأَوْتَارِ".[2]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''گھوڑے کی پیشانی میں بھلائی اور نفع قیامت کے دن تک رکھ دیا گیا ہے، اور گھوڑے کے بارے میں گھوڑے والوں کی مدد کی جاتی ہے۔ پس تم ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا کرو اور ان کے لئے برکت کی دعا کیا کرو، اور ان کو اللہ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کے لیے باندھ کر رکھو، نہ کہ اپنی جاہلی دشمنیوں کے لیے باندھ کر رکھو''۔

۵۔ گھوڑوں کی پیشانی میں خیر و بھلائی

اس بارے میں کئی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں۔ گھوڑوں میں زیادہ بھلائی اور خیر کی وجہ سے عرب لوگ گھوڑوں کو خیر کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید نے بھی گھوڑوں کو خیر کے لفظ سے ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿إِنِّيٓ أَحۡبَبۡتُ حُبَّ ٱلۡخَيۡرِ عَن ذِكۡرِ رَبِّي﴾[ص:۳۲]

ترجمہ: ''میں نے اس خیر (یعنی گھوڑے) کی محبت اپنے پروردگار کی یاد ہی کی وجہ سے اختیار کی ہے''۔

عَن جَرِيرٍرضي الله عنه قال: رَأَيتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَلْوِيْ نَاصِيَةَ فَرَسِه بِأُصْبُعَيه، وَهُوَيَقُول: " الْخَيْلُ مَعْقُودٌ بِنَوَاصِيهَا الْخَيْرُإِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، الأَجْرُوَالغَنِيْمَة".[3]

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ اپنی انگلی مبارک گھوڑے کی پیشانی پر

---

[1] رواه أبو عوانة في مستخرجه (٧٢٩٤)، والطبراني في الكبير (٨٤٩)، وصححه ابن حبان (٤٦٧٤)، والحاكم (٢٤٥٤)، ووثق رجاله الهيثمي.

[2] أخرجه أحمد (١٤٧٩١)، ووثق رجاله الهيثمي في مجمع الزوائد (٥/ ٢٦١)، والألباني في صحيح أبي داود - الأم (٧/ ٣٠٦).

[3] رواه مسلم (١٨٧٢).

پھیر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں: ”گھوڑوں کی پیشانی میں خیر رکھ دی گئی ہے قیامت کے دن تک، یعنی اجر اور غنیمت“۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کی حدیث سیدنا عروہ بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت شبیب بن غرقدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”میں نے سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں (جہاد کے لئے) ستّر (۷۰) گھوڑے (بندھے ہوئے) دیکھے“۔[1]

فائدہ: یعنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جنھوں نے اس حدیث شریف کو روایت فرمایا ہے، خود وہ اس پر بڑے اہتمام سے عمل فرمایا کرتے تھے اور زیادہ سے زیادہ خیر و بھلائی حاصل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ گھوڑے پالتے تھے۔ امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ نے مزید بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام بھی ذکر فرمائے ہیں جو اس حدیث شریف کو حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

٦۔ گھوڑے حضورِ اکرم ﷺ کو محبوب تھے

عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: "لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَحَبُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ النِّسَاءِ مِنَ الْخَيْلِ".[2]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”حضور اکرم ﷺ کو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں تھی“۔

فائدہ: امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ہر مسلمان کے لئے سنت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے گھوڑوں سے محبت کرے، خواہ یہ گھوڑے اپنے ہوں یا کسی اور کے“۔

۷۔ گھوڑوں کا دعا کرنا

عَنْ أَبِي ذَرٍّرضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَا مِنْ فَرَسٍ عَرَبِيٍّ إِلَّا يُؤْذَنُ لَهُ عِنْدَ كُلِّ سَحَرٍ بِدَعْوَتَيْنِ: اللَّهُمَّ خَوَّلْتَنِي مَنْ خَوَّلْتَنِي مِنْ بَنِي آدَمَ وَجَعَلْتَنِي لَهُ، فَاجْعَلْنِي أَحَبَّ أَهْلِهِ وَمَالِهِ إِلَيْهِ -أَوْ- مِنْ أَحَبِّ مَالِهِ وَأَهْلِهِ إِلَيْهِ".[3]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہر عربی گھوڑے کو صبح سویرے چند دعائیہ کلمات کہنے کی اجازت دی جاتی ہے (وہ گھوڑا دعا کرتا ہے:) اے میرے پروردگار! تو نے مجھے ایک انسان کو بخش دیا ہے اور عطا فرمایا ہے،

---

[1] أخرجه البخاري (٣٦٤٣).

[2] أخرجه النسائي في سننه (٣٥٦٤ و ٣٩٤١)، وأبو عوانة في مستخرجه (٤٠٢٢).

[3] أخرجه أحمد (٢١٤٩٧)، والنسائي (٣٥٧٩)، وصححه الحاكم (٢٤٥٧ و ٢٦٣٨) وأخرجه البيهقي (١٣٠٣١) كلهم مرفوعا، ورواه أحمد (٢١٤٤٢) والبزار (٣٨٩٣) موقوفا، ورجح الدارقطني في العلل (٦/ ٢٦٦) أن الموقوف هو المحفوظ.

پس تو مجھے اس کے نزدیک اپنے اہل ومال میں سے سب سے زیادہ محبوب بنادے"۔

فائدہ: امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "گھوڑوں کا دعا کرنا تعجب کی بات نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو سمجھ، شعور اور اخلاق وغیرہ سیکھنے میں جو امتیازی شان عطا فرمائی ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اسے دعا کرنے کی بھی توفیق و تعلیم فرمادی ہے"۔

فوائد

اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے گھوڑے میں خیر و بھلائی رکھی ہے۔ اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ انسانی تاریخ میں جنگوں میں سب سے کارگر جانور رہا ہے۔ اگرچہ آج کی دنیا میں جنگوں میں یہ استعمال نہیں ہوتا، اور اس کی جگہ جدید سواریاں اور عسکری گاڑیاں استعمال ہونا شروع ہوگئی ہیں، لیکن احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اس جانور میں خیر اور بھلائی رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے اولین دور سے غنیمت کی تقسیم کے معاملے میں گھڑسوار کو خصوصی حصہ دیا گیا، اور یہ حصہ دیگر جانوروں کے لیے نہ دیا گیا۔ آج بھی بہ نیتِ جہاد گھوڑا پالنا، اس کی سواری سیکھنا، اس سے محبت کرنا اور اس سے خیر حاصل کرنا مسلمانوں کے لیے ان تمام فضیلتوں کا باعث ہے جن کا ذکر ہم پڑھ آئے ہیں۔ اور وہ فضیلتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ جہاد کی نیت سے گھوڑا پالنے پر گھوڑے کی خوراک، فضلات... ہر چیز قیامت کے دن گھوڑا پالنے والے کے ترازو میں نیکیوں کے طور پر شامل کی جائیں گی۔

۲۔ گھوڑے کو پالنے کا اجر اس قدر ہے جس قدر رات اور دن مسلسل اللہ کے راستے میں انفاق کرنے والے کا اجر ہے۔

۳۔ گھوڑے کو پالنے میں خرچہ کرنے کا اجر اس شخص کے اجر کے برابر ہے جو کھلے دل سے اللہ کے راستے میں انفاق کرتا ہے۔

۴۔ جو شخص گھوڑا پالتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں۔

۵۔ گھوڑا اپنے پالنے والے کے لیے دعا کرتا ہے۔

۶۔ حضورِ اکرم ﷺ کو دنیا کی چیزوں میں سے بیویوں کے بعد سب سے زیادہ محبوب گھوڑے تھے۔ آپ ﷺ کے سات گھوڑوں کے نام امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ نے مشارع الأشواق میں بیان کیے ہیں۔ اور وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ السَّکَب؛ آپ ﷺ نے اس گھوڑے پر غزوہ احد میں شرکت فرمائی تھی۔

۲۔ المُرْتَجِز؛ یہ وہ گھوڑا جس کے سودے میں سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے گواہی دی تھی۔

۳۔ اللَّحِیْف؛ کہا جاتا ہے کہ یہ گھوڑا ربیعۃ بن أبي البراء نے آپ ﷺ کو ہدیہ میں دیا تھا۔

۴۔ اللِّزَاز؛ یہ گھوڑا بادشاہ مقوقس نے ہدیہ میں بھیجا تھا۔

۵۔ الظَّرِب؛ یہ گھوڑا فروۃ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ہدیہ میں دیا تھا۔

٦۔ الوَرْد؛ یہ سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہ نے ہدیہ میں پیش کیا تھا، اور آپ ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

۷۔ السَّبْحَة۔

امام شرف الدین دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سات گھوڑوں کے بارے میں اہل السیر کا اتفاق نقل کیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کے تھے، جبکہ آنحضرت ﷺ ان میں سے السکب پر گھڑ سواری کیا کرتے تھے۔[1]

پس اے مجاہدینِ اسلام! ہمیں ہر وہ چیز محبوب ہونی چاہیے جو ہمارے محبوب پیغمبر محمد ﷺ کو محبوب تھی، اور جس کی محبت خود مالکِ دو جہاں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مزین فرمائی ہے۔ ضروری ہے کہ مجاہدین گھوڑوں کو پالنے کا بھی اہتمام کریں اور گھڑ سواری سیکھنے کا بھی اہتمام کریں، اور یہ سب کچھ جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے کریں۔

[1] ذكره ابنُ سَيِّد الناس -نقلًا عن شيخه الدِّمياطي- في عيون الأثر (٢/ ٣٨٩).

تیرھواں باب

مجاہد کی نماز، روزے اور ذکر وغیرہ کی فضیلت

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَصُومُ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللهِ، إِلَّا بَاعَدَ اللهُ بِذَلِكَ الْيَوْمِ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا".[1]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر ایک روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بدولت اس کے چہرے کو ستّر (۷۰) سال (کی مسافت) دوزخ سے دور فرمادیتے ہیں"۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْسَةَ رضي الله عنه، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بَعَّدَ اللَّهُ وَجْهَهُ، عَنِ النَّارِ مَسِيرَةَ مِائَةِ عَامٍ".[2]

سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "جس نے اللہ کے راستے میں نکل کر ایک روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ اس سے ایک سو سال کی مسافت تک دور فرمادیں گے"۔

اس مضمون کی احادیث بہت کثرت سے ہیں ہم نے چند ایک کو ذکر کر دیا ہے۔

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ جَعَلَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ".[3]

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص نے اللہ کے راستے میں نکل کر ایک روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان آسمان و زمین کے درمیان جتنی خندق بنادیتے ہیں"۔

---

[1] أخرجه البخاري (٢٨٤٠)، ومسلم (١١٥٣).

[2] أخرجه عبدالرزاق في المصنف (٩٦٨٤)، وعزاه المصنف إلى المعجم الكبير للطبراني -ولم أجده في الكبير- ولكنه في مسند الشاميين (٣٤٩٨) وفي المعجم الأوسط (٣٢٤٩)، بإسناد لا باس به كما قال ابن النحاس، والمنذري في الترغيب والترهيب (٢/ ٥٢)، والدمياطي في المتجر الرابح (ص: ٣٦١)، ووثق رجاله الهيثمي في مجمع الزوائد (٣/ ١٩٤).

[3] أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط (٣٥٧٤)، والصغير (٤٤٩)، وغيره مرفوعا بإسناد حسنه المنذري والدمياطي وابن النحاس والهيثمي والبوصيري، راجع: الترغيب والترهيب (٢/ ٥٢)، المتجر الرابح (ص: ٣٦١)، مجمع الزوائد (٣/ ١٩٤)، إتحاف الخيرة (٣/ ٦٣). وأخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٧٢٥) (١٩٧٦٤) بنحوه موقوفا، ورجح الدارقطني في العلل (٦/ ٢٢٤) الموقوف، وذهب المحقق عوامة إلى أن الحديث موقوف لفظا مرفوع حكما. وله شاهد من حديث أبي أمامة عند الترمذي (١٦٢٤) وغيره.

امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے اسلاف میں سے بہت سارے حضرات جہاد کے دوران بھی اللہ کی رضا کے لئے اوراجر و ثواب کے خزانے لوٹنے کے لئے روزہ رکھتے تھے۔ اور سخت لڑائی کے دوران بھی روزہ نہیں توڑتے تھے۔ آیئے! ایسے عظیم حضرات کے کچھ واقعات یہاں پڑھتے ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جنگِ یمامہ میں میں سیدنا عبد اللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، وہ اس وقت زخمی تھے، میں ان کے پاس کھڑا ہوا تو فرمانے لگے کہ "اے عبد اللہ بن عمر! کیا روزے داروں نے افطار کر لیا ہے (یعنی کیا افطار کا وقت ہو چکا ہے)؟" میں نے کہا: "نہیں"۔ فرمانے لگے کہ "میرے لئے اس ڈھال میں پانی لے آئیں، شاید میں روزہ افطار کروں"۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں حوض پر آیا تو وہ خون سے بھرا ہوا تھا، میں نے ڈھال مار کر خون ہٹایا اور کچھ پانی لے کر ان کے پاس آیا تو وہ اس وقت شہید ہو چکے تھے"[1]۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان کافی عرصے تک جہاد کر تا رہا۔ وہ اللہ کے راستے میں شہادت کا طلب گار تھا مگر اسے شہادت نہ ملی، تو اس نے سوچا کہ میں کیوں نہ واپس اپنے گھر چلا جاؤں اور شادی کر لوں۔ یہ سوچ کر وہ قیلولے کے لئے اپنے خیمے میں سو گیا۔ ظہر کی نماز کے لئے جب دوسرے مجاہدین نے اسے جگایا تو وہ رونے لگا۔ مجاہدین ڈر گئے کہ آخر اسے کیا تکلیف پہنچی ہے جس کی وجہ سے وہ رہا ہے؟ اس نے جب اپنے ساتھیوں کو پریشان دیکھا تو کہنے لگا: "مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ لیکن ابھی نیند کے دوران کوئی میرے پاس آیا اور کہنے لگا چلو اپنی بیوی حور عینا کے پاس۔ میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ مجھے ایک صاف ستھری زمین پر لے گیا۔ وہاں میں نے ایک خوبصورت باغ دیکھا جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس باغ میں دس نوجوان لڑکیاں تھیں۔ اتنی حسین لڑکیاں میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ مجھے یہ امید ہوئی کہ میری بیوی حور عینا انہی میں سے ایک ہو گی۔ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا: کیا تم میں عینا ہے؟ وہ کہنے لگیں: ہم تو اس کی خادمائیں ہیں، وہ خود آگے ہے۔ یہ سن کر میں اپنے ساتھی کے ساتھ آگے چلا گیا تو ایک ایسے باغ میں پہنچ گیا جو پہلے والے سے دوچند حسین تھا۔ اس میں بیس لڑکیاں تھیں، جو پہلی والی دس لڑکیوں سے بہت زیادہ حسین تھیں۔ میں نے امید کی کہ شاید ان میں سے کوئی میری بیوی عینا ہو گی؟ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا: کیا تم میں عینا ہے؟ وہ کہنے لگیں: ہم تو ان کی خادمائیں ہیں، وہ تو یہاں سے آگے رہتی ہے"۔ اسی طرح اس نے تیس تک لڑکیوں کا ذکر کیا۔ پھر اس نے کہا: "میں ایک سرخ یاقوت کے محل کے پاس پہنچا۔ اس محل نے اپنے ارد گرد کے علاقے کو اپنی چمک سے روشن کر رکھا تھا۔ میرے ساتھی نے مجھ سے کہا: اس محل میں چلے جاؤ۔ میں اس میں داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جس کی چمک دمک کے مقابلے میں محل کی چمک کچھ نہیں تھی۔ میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا

[1] مصنف ابن أبي شيبة (١٩٧٦٠).

اور تھوڑی دیر تک ہم آپس میں باتیں کرتے رہے۔ اچانک میرے ساتھی نے آواز دی کہ نکلو اب واپس جانا ہے۔ میں نکلنے کے لئے کھڑا ہوا تو حور عینا نے میری چادر کو پکڑ لیا اور کہنے لگی: آج روزہ ہمارے ساتھ افطار کرنا۔ بس میں یہی کچھ دیکھ رہا تھا کہ آپ لوگوں نے مجھے اٹھادیا۔ تب مجھے پتہ چلا کہ یہ تو محض ایک خواب تھا۔ چنانچہ میں (افسوس اور غم میں) رونے لگا"۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ لشکر میں اعلانِ جنگ ہو گیا۔ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر شریکِ جنگ ہو گئے۔ جب سورج غروب ہوا اور افطار کا وقت قریب ہو گیا تو اسی وقت وہ نوجون روزے کی حالت میں لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔[1]

حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابو عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ (سیدنا ابو عمرو رضی اللہ عنہ بیعتِ عقبہ، غزوۂ بدر، غزوۂ احد میں شریک ہونے والے صحابی تھے) وہ میدانِ جنگ میں روزے کی حالت میں تھے اور پیاس کی وجہ سے دُہرے ہو رہے تھے۔ اس حالت میں بھی انہوں نے اپنے غلام سے فرمایا: "میری ڈھال مجھے دو"۔ پھر انہوں نے ڈھال لے کر کمزوری کے ساتھ تین تیر دشمن کی طرف پھینکے، پھر ارشاد فرمایا: "میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَصَّرَ أَوْ بَلَّغَ كَانَ ذَلِكَ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ".

"جس نے اللہ کے راستے میں تیر پھینکا، وہ تیر دشمن تک پہنچا یا نہیں پہنچا، وہ اس آدمی کے لیے قیامت کے دن نور ہو گا"۔

اسی لڑائی میں سیدنا ابو عمرو رضی اللہ عنہ سورج غروب ہونے سے پہلے شہید ہو گئے۔[2]

عن معاذ بن أنس رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ وَالذِّكْرَ تُضَاعَفُ عَلَى النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ".[3]

سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جہاد میں نماز، روزے اور ذکر کا اجر جہاد میں خرچ کرنے کے اجر سے سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے"۔

فائدہ: امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے اور اس جیسی دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہد کی ایک نماز کا ثواب چار لاکھ نو سو نمازوں کے برابر ہے۔ یہی حال اس کے روزے اور ذکر کا بھی ہے۔

---

[1] الجهاد لابن المبارك (٢/ ١٤٤).

[2] أخرجه الطبراني في المعجم الكبير في مسند من يُعرف بالكنى (٩٥١)، وأبو نعيم في معرفة الصحابة (٦٩٠٦)، وذكر الهيثمي في مجمع الزوائد (٥/ ٢٧٠) أن فيه ضعيفا، وضعفه الألباني في ضعيف الترغيب (١/ ٤٠٦).

[3] أخرجه أبو داود في سننه (٢٤٩٨) وسكت عنه، وصحح إسناده الحاكم (٢٤١٥) ولم يتعقبه الذهبي. وروي الحديث مقتصرا على الذكر دون الصلاة والصيام كما عند أحمد والطبراني وغيرهما، وفي إسناد الحديث مقال لكونه من رواية زبان بن فائد عن سهل، ولذلك ضعف الألباني الحديث في ضعيف أبي داود - الأم (٤٣٠).

عَن مُعَاذِ بنِ أَنَسٍ رضي الله عنه، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ قَرَأَ أَلْفَ آيَةٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، كُتِبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ، وَالشُّهَدَاءِ، وَالصَّالِحِينَ، وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى".[1]

سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے راستے میں نکل کر ایک ہزار آیات کی تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اسے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ لکھ دیں گے (یعنی اس کا حشر ان کے ساتھ ہو گا)، اور ان شاء اللہ وہ بہت اچھے ساتھی ہوں گے“۔

فائدہ: امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سورۃ تبارک الذی سے لے کر آخرِ قرآن تک ایک ہزار آیات بنتی ہیں۔

فوائد

جہاد ایک مشکل اور صبر آزما فریضہ اور عبادت ہے، اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت کے بغیر اس میں نکلنا اور پھر ڈٹے رہنا بہت ہی مشکل ہے۔ تقویٰ اور پرہیز گاری جہاد کے لئے فرض کے درجے میں ہے کیونکہ اختلافات اور گناہوں کے ماحول میں اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل نہیں ہوتی اور نہ ہی جہاد کا حق ادا ہوتا ہے۔ اس لئے مجاہدین کو چاہیے کہ مذکورہ بالا احادیث اور روایات کو بار بار پڑھیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقویٰ کا خوگر بنائیں۔ آج کفر نے بہت طاقت پکڑ لی ہے اور اس طاقتور کفر سے مقابلہ تبھی ہو سکتا ہے جب مجاہدین دن ٹینکوں کے اوپر اور رات مصلے پر گزاریں، اور کوئی لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل نہ ہوں۔ شیطان کی کوشش ہوتی ہے کہ مجاہدین کو اعمال سے غافل کر دے اور انہیں مال میں خیانت کرنے والا بنادے۔ لیکن ایک مجاہد کو چاہیئے کہ وہ جب اللہ تعالیٰ کو جان دینے کے لئے نکلا ہے تو پھر نیک اعمال اور امانت کے ذریعے سے خود کو ایسا بنائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول کیا جاسکے۔ کتنے افسوس کی بات ہو گی کہ ایک مجاہد بیرونی کفر کو ختم کرنے کے لئے تو لوگوں کو قتل کرتا پھرے لیکن خود اس کے اندر کفر پلتا رہے اور وہ کافروں والے اعمال میں مبتلا رہے۔ یہ بات یقیناً اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہے۔

یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ہم اس مختصر سی زندگی میں کس قدر نیکیاں کمالیں گے جو ہمیں آخرت میں بڑی سے بڑی کامیابی اور زیادہ سے زیادہ اجر دلوادیں۔ جبکہ یہی نیکیاں جو ہم عام زندگی میں کرتے ہیں، اگر جہاد کے راستے میں نکل کر کریں گے تو سوچیں کہ سات سو گناہ بڑھ کر اجر وثواب ہمارے لیے لکھ دیا جائے۔ تو کیا اللہ کی رضا پانے کا جذبہ رکھنے والے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے

[1] أخرجه أحمد (١٥٦١١)، وأبو يعلى في مسنده (١٤٨٩)، والطبراني في المعجم الكبير (٤٠١)، وصحح إسناده الحاكم (٢٤٤٣) ولم يتعقبه الذهبي. وأخرجه البيهقي في السنن الكبير (١٨٦١٥)، وأشار الهيثمي في مجمع الزوائد (٢/ ٢٦٩): إلى أن في إسناده من فيه كلام، وضعف إسناده البوصيري كما أشار إليه محقق إتحاف الخيرة (٦/ ٣٣٨).

اور اس کی جنتوں میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے والے کے پاس اس سے آسان نسخہ کوئی اور ہو سکتا ہے۔ لہٰذا بڑھیے اور اللہ کے راستے میں، اس کے دشمنوں کے خلاف جہاد کے لیے نکلیے۔ ان محاذوں کو تلاش کیجیے جہاں اللہ کے دشمنوں کے خلاف جنگ جاری ہے، اور ان قافلوں اور جماعتوں کو تلاش کیجیے جو راہِ جہاد میں مصروفِ عمل ہیں، اور ان کے ساتھ مل جائیے۔ اپنی زندگیاں راہِ جہاد کے لیے وقف کر دیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے نیکیوں کا راستہ آسان فرما دیں گے۔ یقین جانیے کہ بغیر طلب کے کچھ نہیں ملتا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو سچا، متقی اور امانت دار مجاہد بننے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

چودھواں باب

اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لئے رباط (پہرہ دینے) کے فضائل

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ﴾ [التوبہ:۵]

ترجمہ: "ان مشرکین کو (جنہوں نے تمہارے ساتھ بدعہدی کی تھی) جہاں بھی پاؤ قتل کر ڈالو، اور انہیں پکڑو، انہیں گھیرو، اور انہیں پکڑنے کے لیے ہر گھات کی جگہ تاک لگا کر بیٹھو"۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [آل عمران:۲۰۰]

ترجمہ: "اے ایمان والو! صبر اختیار کرو، مقابلے کے وقت ثابت قدمی دکھاؤ، اور سرحدوں کی حفاظت کے لیے جمے رہو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو"۔

[اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا] کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے دین پر ڈٹے رہیں، اور اسے کسی حالت میں بھی نہ چھوڑیں، اور کافروں کے ساتھ جہاد میں ڈٹے رہیں، اور مشرکین کے خلاف مورچہ بند رہیں"[1]۔

حضرت محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میرے اور اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد میں مسلسل ڈٹے رہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنا دین چھوڑ کر تمہارا دین اختیار کر لیں"[2]۔

امام ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "صحیح قول یہ ہے کہ رباط کا معنی جہاد میں ڈٹے رہنا ہے۔ اصل میں لغت کے اعتبار سے رباط کا معنی 'گھوڑا باندھنا' ہے، لیکن پھر یہ لفظ ہر اس شخص پر بولا جاتا ہے جو مسلمانوں کے کسی بھی محاذ پر ڈٹا ہوا ہو، خواہ گھڑسوار ہو یا پیادہ۔ حدیث میں حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے وضو اور نماز وغیرہ کو اسی رباط یعنی جہاد میں ڈٹے رہنے کے

---

[1] تفسير الطبرى (٥٠٢/٧).

[2] تفسير الطبري (٥٠٣/٧).

ساتھ تشبیہ دی ہے"[1]۔

امام ابن رشد مالکی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن یونس الصقلی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ "جہاد کی فرضیت مشرکوں کا خون بہانے کے لئے ہے۔ جبکہ رباط (یعنی پہرہ داری) کی فرضیت مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے لئے ہے۔ اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت میرے نزدیک کافروں کا خون بہانے سے زیادہ محبوب ہے"[2]۔

امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اے مسلمانو! خوب اچھی طرح جان لو کہ رباط (یعنی پہرہ داری) ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ اور بخشش کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے۔ چنانچہ اس کے ایسے فضائل وارد ہوئے ہیں جو دوسری عبادات کے نہیں ہیں"۔

ہم یہاں ان فضائل میں سے بعض کو ترتیب وار ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ ایک دن کا رباط دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا، وَمَوْضِعُ سَوْطِ أَحَدِكُمْ مِنَ الجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا".[3]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ایک دن اللہ کے راستے میں سرحد کی پہرہ داری کرنا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، ان سب سے بہتر ہے۔ اور جنت میں تمہارے کسی ایک کوڑے کی جگہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، ان سب سے بہتر ہے"۔

فائدہ: دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، اس کی بہترین تفسیر یہ ہے کہ اگر کسی انسان کو ساری دنیا اور اس کے تمام اسباب کا مالک بنا دیا جائے اور وہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کاموں میں خرچ کر دے تب بھی وہ جہاد میں اسلامی سرحد یا مجاہدین کی پہرے داری کے ایک دن کے اجر کو نہیں پہنچ سکتا۔

۲۔ ایک دن رات کی پہرہ داری ایک مہینے کے روزوں سے افضل ہے اور ایک مہینے کی پہرہ داری ساری زندگی کے روزوں سے افضل ہے

عَن سلمانَ رضي الله عنه قال: سَمِعتُ رَسُولَ الله صلى الله عليه وسلم يَقُول: "رِبَاطُ يَومٍ وَلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِن صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِه، وَإِنْ مَاتَ فِيهِ جَرَى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُ، وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ

---

[1] تفسير القرطبي (٣٢٣/٤).

[2] المقدمات الممهدات (٣٦٤/١)، الجامع لمسائل المدونة (٤٤/٦)

[3] أخرجه البخاري (٢٨٩٢).

وَأَمِنَ الْفَتَّانَ".[1]

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک دن کی پہرہ داری ایک مہینے کے روزوں اور رات کے قیام سے افضل ہے۔ اور اگر وہ پہرے داری کے دوران انتقال کر گیا تو اس کا یہ عمل (قیامت تک کے لئے) جاری کر دیا جائے گا (یعنی قیامت تک اسے ہر روز کی پہرے داری کا اجر ملتا رہے گا)، اور جنت سے اس کا رزق اسے جاری کر دیا جائے گا، اور وہ قبر کے امتحان سے بھی محفوظ کر دیا جائے گا''۔

عن أبي الدرداء رضي الله عنه، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: " رِبَاطُ شَهْرٍ خَيْرٌ مِنْ صِيَامِ دَهْرٍ وَمَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمِنَ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَغُدِيَ عَلَيْهِ بِرِزْقِهِ وَرِيحَ مِنَ الْجَنَّةِ، وَيَجْرِي عَلَيْهِ أَجْرُ الْمُجَاهِدِ -وَفِي رِوَايَةٍ: الْمُرَابِط- حَتَّى يَبْعَثَهُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ".[2]

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک مہینے کی (اللہ کے راستے میں) پہرے داری ساری زندگی روزے رکھنے سے افضل ہے۔ اور جو شخص پہرہ دیتے ہوئے انتقال کر جائے تو وہ قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا، اور اس کے لئے صبح وشام جنت سے روزی جاری کر دی جائے گی، اور قیامت کے دن تک اسے مجاہد کا.. اور ایک روایت کے مطابق پہرہ دینے کا.. اجر ملتا رہے گا''۔

۳۔ قیامت کے دن تک اجر کا جاری رہنا

یہ حدیث ہم نے اوپر پڑھ لی کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک دن کی پہرہ داری ایک مہینے کے روزوں اور رات کے قیام سے افضل ہے۔ اور اگر وہ پہرے داری کے دوران انتقال کر گیا تو اس کا یہ عمل (قیامت تک کے لئے) جاری کر دیا جائے گا (یعنی قیامت تک اسے ہر روز کی پہرے داری کا اجر ملتا رہے گا)، اور جنت سے اس کا رزق اسے جاری کر دیا جائے گا، اور وہ قبر کے امتحان سے بھی محفوظ کر دیا جائے گا''۔

عَن فُضَالَةَ بْنِ عُبَيدٍ رضي الله عنه، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الَّذِي مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يُنْمَى لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَوْمِ القِيَامَةِ، وَيَأْمَنُ مِنْ فِتْنَةِ القَبْرِ".[3]

[1] أخرجه مسلم (١٩١٣).

[2] عزاه المنذري والدمياطي وابن النَّحَّاس والهيثمي والسخاوي والسفاريني إلى الطبراني، ووثقوا رجاله، وجوَّد الدمياطيُّ سندَ الحديث، راجع: الترغيب والترهيب (٢/ ١٥٥)، المتجر الرابح (ص: ٣٤٩)، مجمع الزوائد (٥/ ٢٩٠)، الأجوبة المرضية (١/ ١٢١)، كشف اللثام شرح عمدة الأحكام (٧/ ١٦٢).

[3] أخرجه أبو داود (٢٥٠٠) وسكت عنه، والترمذي (١٦٢١)، وقال : حديث حسن صحيح، وأبو عوانة في مستخرجه (٧٩٠٧)، وصححه ابن حبان (٤٦٢٤)، والحاكم على شرط مسلم (٢٤١٧).

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر مرنے والے کے اعمال (اس کی موت کے ساتھ) بند ہو جاتے ہیں، سوائے اللہ کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے۔ کیونکہ اس کا یہ عمل قیامت کے دن تک بڑھتا رہتا ہے (یعنی اسے روزانہ کی پہرے داری کا اجر ملتا رہتا ہے) اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ کر دیا جاتا ہے''۔

فائدہ: امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ''اس طرح کی احادیث سے ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد جن اعمال کا ثواب جاری رہتا ہے، ان میں سب سے افضل جہاد کی پہرے داری ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے جن تین اعمال کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد جاری رہتا ہے وہ یہ ہیں؛ صدقہ جاریہ، علم نافع اور نیک اولاد۔ ان تینوں کا اجر بے شک مرنے کے بعد جاری رہتا ہے، لیکن جب یہ چیزیں باقی نہیں رہتیں تو ان کا اجر بھی بند ہو جاتا ہے۔ البتہ جہاد میں پہرے داری کا اجر قیامت کے دن تک بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد اور اس میں پہرے داری پورے اسلام اور اس کے تمام اعمال کی حفاظت کا ذریعہ ہے، اور اسلام اور اس کے اعمال قیامت تک رہیں گے، اسی طرح جہاد میں پہرے داری کرنے والے کا اجر بھی قیامت تک رہے گا''[1]۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضي الله عنه قَالَ: "لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ يُخْرِجُ نَفْسَهُ إِلَّا رَأَى مَنْزِلَهُ قَبْلَ أَنْ يُخْرِجَ نَفْسَهُ، غَيْرِ الْمُرَابِطِ يَجْرِي عَلَيْهِ أَجْرُهُ أَوْ قَالَ: رِزْقُهُ مَا كَانَ مُرَابِطًا".[2]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہر شخص مرتے وقت جان نکلنے سے پہلے (اللہ کے ہاں آخرت میں) اپنا مقام دیکھ لیتا ہے، سوائے اللہ کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے کیونکہ اس کا اجر یا رزق جاری رہتا ہے''۔

فائدہ: اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر مرنے والا شخص چونکہ اپنے تمام اعمال کر چکا ہوتا ہے، اس لئے ان اعمال کی بدولت اس کا اللہ کے ہاں جو مقام آخرت میں ہونا چاہیے وہ مرتے وقت اسے دیکھ لیتا ہے، لیکن جہاد میں پہرے داری کرنے والے کا عمل تو مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے اور بڑھتا چڑھتا رہتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کا یہ عمل اسے کتنے بڑے مقام تک پہنچائے گا۔ چونکہ اس کا مقام ابھی متعین ہی نہیں ہوا ہوتا، اس لئے اسے دکھایا بھی نہیں جاتا۔ البتہ مرتے وقت اسے کچھ اور بشارتیں دکھائی جاتی ہیں، تاکہ اسے موت کے وقت لذت اور سرور نصیب ہو۔

---

[1] تفسير القرطبي (٤/ ٣٢٥).

[2] أخرجه ابن المبارك في كتاب الجهاد موقوفا (٢/ ١٦٤)، قال ابن النحاس: وهو معنى الأحاديث المرفوعة.

۴۔ قبر میں منکر نکیر سے حفاظت

عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رضي الله عنه، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كُلُّ الْمَيِّتِ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الْمُرَابِطَ، فَإِنَّهُ يَنْمُو لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيُؤَمَّنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ".[1]

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہر مرنے والے کے اعمال (اس کی موت کے ساتھ) بند ہو جاتے ہیں، سوائے اللہ کے راستے میں پہرے داری کرنے والے کے کہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے، اور وہ قبر کے امتحان (یعنی منکر نکیر کے سوال) سے بھی محفوظ کر دیا جاتا ہے“۔

حضرت شرحبیل بن السمط رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ فارس کی سرزمین پر پہرے داری کر رہے تھے اور (زیادہ عرصہ گزرنے اور فاقوں پر فاقے آنے کی وجہ سے) مجاہدین اس پہرے داری سے سخت اکتا چکے تھے اور تنگ آ رہے تھے۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا گزر ہم پر سے ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے (یہ صورت حال دیکھ کر) فرمایا:

”اے ابن السمط! میں تمہیں حضور اکرم ﷺ سے ایک سنی ہوئی حدیث نہ سناؤں؟ تاکہ وہ تمہارے لئے اس مقام پر مددگار ثابت ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک پہرے داری کرنے والے کا اجر گھر میں مہینہ بھر کے روزوں اور قیام اللیل جیسا ہے، اور اگر وہ مر گیا تو قبر کے فتنے سے محفوظ ہو جائے گا، اور اس کے بہترین اعمال کو اس کے لئے قیامت تک جاری کر دیا جائے گا“۔[2]

۵۔ قیامت کے بڑے خوف سے حفاظت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَجْرَى عَلَيْهِ أَجْرَ عَمَلِهِ الصَّالِحِ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُ، وَأَجْرَى عَلَيْهِ رِزْقَهُ، وَأَمِنَ مِنَ الْفَتَّانِ، وَبَعَثَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ آمِنًا مِنَ الْفَزَعِ".[3]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرے داری کرتے ہوئے انتقال کر جائے، اس کا نیک عمل اس کے لئے جاری کر دیا جاتا ہے، اور اس کے لئے روزی بھی جاری کر دی جاتی ہے، اور وہ قبر کے فتنے سے بھی محفوظ کر دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن اسے اللہ تعالیٰ (قیامت

---

[1] سبق تخريجه قبل حديث، وهذا لفظ أبي داود.

[2] أخرجه عبد الرزاق في مصنفه (٥/ ٢٨١)، وروي مختصرا في سنن سعيد بن منصور (٢٤٠٩)، وسنن الترمذي (١٦٦٥) وقال: هذا حديث حسن.

[3] أخرجه ابن ماجه (٢٧٦٧) وأبو عوانة في مستخرجه (٧٩٠٩)، وصحح إسناده المنذري والدمياطي وابن النحاس والبوصيري، وقال السخاوي: سنده لا بأس به، لكن فيه اختلاف، راجع: الترغيب والترهيب (٢/ ١٥٥)، المتجر الرابح (ص: ٣٤٩)، الأجوبة المرضية (١/ ١١٩)، مصباح الزجاجة (٣/ ١٥٥)، مرشد ذوي الحجا والحاجة (١٦/ ١٧٤).

کے) خوف سے مامون اٹھائیں گے"۔

٦) موت کی صورت میں شہادت کا اجر

عَن أبي هُرَيرَةَ رضي الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ مَاتَ مُرابِطًا مَاتَ شَهِيدًا، وَوُقِيَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ، وَغُدِيَ وَرِيحَ عَلَيْهِ بِرِزْقِهِ مِنَ الْجَنَّةِ، وَجَرَى لَهُ عَمَلُه".[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص پہرے داری کرتے ہوئے مرے گا وہ شہید ہو گا، اور وہ قبر کے فتنے سے محفوظ کر دیا جائے گا، اور اسے صبح و شام جنت سے روزی دی جائے گی، اور اس کے عمل کو جاری کر دیا جائے گا"۔

فائدہ: امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ 'شرح السیر' میں فرماتے ہیں کہ "اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو وہ اجر و ثواب ملے گا جو شہید کو ملتا ہے، کیونکہ اس نے اپنی جان اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں کھپائی ہے، استقامت سے رباط میں موجود رہتے ہوئے، یہاں تک کہ اسے موت آگئی"[2]۔

امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ رحمت اور فضل والا طریقہ چلا آرہا ہے کہ جو بندہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی عبادت کی نیت کرتا ہے، مگر کسی قدرتی آفت کی وجہ سے وہ اسے نہیں کر پاتا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس بندے کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے اس عبادت کا اجر و ثواب عطا فرمادیتے ہیں۔ جیسا کہ اس شخص کے لئے جو حج کے لئے نکلا ہو مگر راستے میں انتقال کر گیا ہو، یا تہجد کی نیت سے سویا ہو مگر صبح نہ اٹھ سکا ہو، یا اچھی طرح وضو کر کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے گیا ہو مگر اسے جماعت نہ ملی ہو۔ احادیثِ صحیحہ میں یہ بشارت موجود ہے کہ اسے حج، تہجد اور نماز کا اجر مل جاتا ہے۔ روایات میں ایسی اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں۔ اللہ کے راستے میں محافظ پہرے داری کا کام سر انجام دینے والا مجاہد بھی گھر سے شہادت ہی کی نیت سے نکلتا ہے اور خود کو شہادت کے لئے پیش بھی کرتا ہے، لیکن پھر اسے شہادت نہیں ملتی بلکہ موت آجاتی ہے، تو اسی دستورِ خداوندی کے مطابق اس کے لئے بھی شہادت کا اجر ثابت ہوتا ہے۔ اس بات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ رباط کی حالت میں مرنے والے کے لئے کئی صحیح احادیث میں شہداء کی خصوصیات مثلاً روزی کا جاری ہونا، فتنہ قبر سے نجات ملنا وغیرہ بھی مذکور ہیں۔

---

[1] رواه عبد الرزاق في مصنفه (٩٦٢٢)، وابن حبان في صحيحه كما عزاه إليه الحافظ في فتح الباري (٦/ ٤٣)، وبذل الماعون (ص:١٨٤)، وجوّد الحافظ طرق هذه الأحاديث، وقد ذكر ابن النحاس أمورا يُقوّى بها هذا الحديث، وروى ابن ماجه (١٦١٥) الحديث بلفظ: من مات مريضا مات شهيدا، وهو لفظ أعله الأئمة.

[2] شرح السير الكبير (١/ ٣٧).

چنانچہ اگر احادیث میں اس کا ذکر نہ بھی ہوتا کہ رباط میں فوت ہو جانے والے کے لیے شہید کا اجر ہے، تب بھی سابقہ دلیل کے سبب کہہ سکتے تھے۔ اب جبکہ پہرے داری کی موت کے شہادت ہونے پر توکئی احادیث موجود ہیں، گو ان کی سند میں کچھ کلام ہے، لیکن تعددِ طرق کی وجہ سے یہ حدیث قوی ہو جاتی ہے اور دستورِ خداوندی سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔

۷۔ پلِ صراط پر سے ہوا کی طرح گزرنا

عَن أبِي صَالِحٍ الحِمْصِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَبْعَثُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَقْوَامًا يَمُرُّونَ عَلَى الصِّرَاطِ كَهَيْئَةِ الرِّيحِ، لَيْسَ عَلَيْهِمْ حِسَابٌ وَلَا عَذَابٌ". قَالُوا. وَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "أَقْوَامٌ يُدْرِكُهُمْ مَوْتُهُمْ فِي الرِّبَاطِ".[1]

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو کھڑا فرمائیں گے وہ پلِ صراط پر سے ہوا کی طرح گزر جائیں گے، ان پر نہ حساب ہو گا نہ عذاب"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا: "یہ کون لوگ ہوں گے؟ اے اللہ کے رسول!" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی موت رباط یعنی پہرے داری کے دوران آئی ہو گی"۔

فوائد

۱۔ احادیثِ مبارکہ میں دو الفاظ وارد ہوئے ہیں؛ ایک رباط اور دوسرا حراسۃ۔ حراسۃ کا مطلب رات کی پہرہ داری ہے، جبکہ رباط کا مطلب سرحدی محاذوں پر موجود رہ کر مسلمانوں کی حفاظت و دفاع کی ذمہ داری انجام دینا ہے۔ اس باب میں جو فضائل بیان ہوئے ہیں، وہ رباط سے متعلق ہیں۔ خود حراسہ یعنی رات کی پہرہ داری کے بھی فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں، مثلاً

عنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "عَيْنَانِ لاَ تَمَسُّهُمَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ، وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ".[2]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضورِ اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی؛ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو، اور ایک وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں رات کی پہرہ داری میں جاگی ہو"۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِلَيْلَةٍ أَفْضَلَ مِنْ

---

[1] رواه ابن المبارك في الجهاد (١/ ١٦٥) مرسلا.

[2] أخرجه الترمذي (١٦٣٩) وحسنه، وأخرجه ابن أبي عاصم في الجهاد (١٤٦).

لَيْلَةِ الْقَدْرِ؟ حَارِسٌ حَرَسَ فِي أَرْضِ خَوْفٍ، لَعَلَّهُ أَنْ لَا يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ".[1]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ”کیا میں تم لوگوں کو شبِ قدر سے زیادہ افضل رات نہ بتاوں؟ وہ رات (وہ ہے) کہ جس میں کسی پہرہ دار نے خوف کی جگہ پر پہرہ داری کی، ایسے (خوف کے) عالم میں کہ شاید وہ اپنے گھر واپس نہ لوٹ سکے“۔

قَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "حَرَسُ لَيْلَةٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ لَيْلَةٍ يُقَامُ لَيْلُهَا، وَيُصَامُ نَهَارُهَا".[2]

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”جہاد میں ایک رات کی پہرہ داری ایک ہزار راتوں کے قیام اور ایک ہزار دنوں کے روزوں سے افضل ہے“۔

۲۔ ’رباط‘ کی تعریف میں امام ابن الھمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هُوَ الْإِقَامَةُ فِي مَكَانٍ يُتَوَقَّعُ هُجُومُ الْعَدُوِّ فِيهِ لِقَصْدِ دَفْعٍ لِلَّهِ تَعَالَى.[3]

”رباط ایسے مقام پر اقامت رکھنے کا نام ہے جہاں دشمن کے حملے کا خطرہ ہو اور مقصد اللہ کے لیے دفاع ہو“۔

امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ مزید جامع تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”رباط سے مراد یہ ہے کہ بندہ مومن جہاد یا پہرہ داری یا مسلمانوں کی قوت میں اضافہ کی نیت سے ایسی جگہ موجود ہو جہاں دشمن کے حملے کا خطرہ ہو“۔

آگے آپ فرماتے ہیں کہ جس قدر کسی مقام پر دشمن کا خوف زیادہ ہوگا، اسی قدر اس مقام پر رباط افضل اور زیادہ باعثِ ثواب ہوگا۔

مسلمانوں کی پوری تاریخ میں جہاد و شہادت سے سرشار مسلمانوں نے ہمیشہ کفار کے مقابلے میں سرحدی علاقوں میں محاذ قائم رکھے۔ یہ مرابطین وہاں دار الاسلام اور مسلمانوں کی دفاعی لائن بھی ہوتے تھے، اور وقتاً فوقتاً کفار کے علاقوں پر حملے کر کے اسلام کی نشر واشاعت اور دار الاسلام کی سرحدوں میں توسیع بھی کرتے رہتے تھے۔

۳۔ یہاں علمائے کرام کے سامنے ایک سوال آیا کہ کیا وہ سرحدی علاقے جہاں مسلمان اپنے اہل وعیال کے ساتھ آباد ہوں تو کیا وہ بھی رباط میں شامل ہیں یا نہیں؟ بعض علمائے کرام نے فرمایا کہ یہ لوگ مرابطین نہیں ہیں۔ یہ قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا

---

[1] أخرجه النسائي في الكبرى (٨٨١٧)، والحاكم (٢٤٢٤)، وصححه على شرط البخاري ولم يتعقبه الذهبي، وصوّب الدارقطني فيه أنه موقوف، كما في علله (١٢/ ٤١٥).

[2] أخرجه أحمد (٤٣٣)، وصححه الحاكم (٢٤٢٦)، ولم يتعقبه الذهبي.

[3] فتح القدير (٥/ ٤٣٦).

بھی ہے۔ اس مسئلے کی تحقیق میں امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو اس علاقے میں اس لیے موجود ہے کہ وہ جہاد کی نیت رکھتا ہے یا مسلمانوں کے دفاع میں پہرہ داری کی نیت رکھتا ہے، اور اسے اس علاقے سے دوسری جگہ منتقل ہونے میں کوئی مشقت نہیں ہے، یعنی وہ کسی بھی دنیوی غرض کی وجہ سے یہ علاقہ نہیں چھوڑتا، یہ شخص مرابط ہے اور رباط کے اجر کا حق رکھتا ہے، اگرچہ یہ شخص وہاں اپنے اہل وعیال کے ساتھ آباد ہو۔

ہمارے اسلاف کا یہ اسوہ رہا ہے کہ وہ خاص طور پر ایسے علاقوں میں آکر آباد ہوتے تھے، اور ان کی نیت دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد اور مسلمانوں کا دفاع ہوتا تھا۔ یہ بلاشبہ رباط میں داخل ہے۔

البتہ وہ لوگ جو ایسے علاقوں میں موجود ہوں، کسی دنیوی غرض کی وجہ سے... خواہ دنیوی کسب کی وجہ سے، یا شادی کی وجہ سے، یا کسی منصب کی وجہ سے... اور اگر اس علاقے میں جہاد کی کوئی توقع نہ ہو اور دشمن کا کوئی خطرہ نہ رہے، وہ پھر بھی اسی علاقے میں رہنا پسند کریں اور اس علاقے سے نہ جائیں، الٹا اگر کسی دوسرے علاقے میں زیادہ کمائی کا موقع ملے تو ایسے میں یہ علاقہ چھوڑنے کو تیار ہوں تو یہ لوگ مرابط نہیں ہیں۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول اسی قسم کے لوگوں سے متعلق ہے۔

۴۔ اس باب میں وارد احادیثِ مبارکہ میں ہم نے رباط کے درج ذیل فضائل پڑھے:

۱۔ اگر کوئی شخص دنیا ومافیہا سب کا مالک ہو اور اسے راہِ خدا میں لٹا دے تو بھی وہ ایک دن کے رباط کے اجر کو نہیں پہنچ سکتا۔ ایک دن کے رباط کا اجر اس سے زیادہ ہے۔

۲۔ ایک دن رات کی پہرہ داری اور رباط ایک مہینے کے روزوں سے افضل ہے، اور ایک مہینے کا رباط زندگی بھر کے روزوں سے افضل ہے۔

۳۔ اگر رباط میں کسی مسلمان کو موت آجائے تو قیامت تک اس کا اجر جاری رہے گا۔ یعنی اس کے نامہ اعمال میں قیامت تک کے ہر دن اور رات کے رباط کا اجر لکھا جاتا رہے گا۔

۴۔ رباط میں وفات پانے والا مسلمان قبر میں منکر نکیر کی آزمائش سے محفوظ ہوگا، اور ایک تشریح کے مطابق قبر کے بھینچنے (ضغطہ) سے محفوظ رہے گا۔

۵۔ رباط میں فوت ہونے والا مسلمان قیامت کے دن فزعِ اکبر سے محفوظ رہے گا۔

۶۔ اسے شہادت کا اجر نصیب ہوگا۔

۷۔ بروزِ قیامت پلِ صراط پر سے ہوا کی تیزی سے گزر جائے گا، اور اس کا کوئی حساب نہ ہوگا۔

سبحان اللہ! اگر کوئی مسلمان بھی آخرت کا خوف رکھے اور آخرت کی سختیوں اور تکلیفوں سے بچنا چاہے، اور آخرت میں کامیابی کی منازل حاصل کرنا چاہے تو اس کا سب سے واضح راستہ جہاد و رباط کا راستہ ہے۔ جہاد کی نیت سے نکل کر ایسی زمینوں کا رخ کیا جائے

جہاں یا بالفعل کافروں کے خلاف جہاد کا میدان گرم ہو یا جہاد کی تیاری اور دفاع کے لیے مسلمان بحالتِ رباط موجود ہوں۔ ایسی جگہوں میں آباد ہونا ہماری آخرت میں کامیابی کا ضامن ہو سکتا ہے، بشر طیکہ ہماری نیت اخلاص کے ساتھ جہاد کی ادائیگی کی ہو۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی رنگینیوں میں مگن ہو کر، بس اپنی زندگی کا محور اپنی فیملی، اپنی جاب اور اپنے لائف اسٹائل کو بنا کر، دنیا کے بہتر سے بہترین مستقبل کے لیے سرگرداں ہو کر میں اور آپ آخرت میں کامیاب ہو سکیں گے، کیا قبر کے عذاب اور تاریکی سے بچ سکیں گے، کیا پلِ صراط... جو تلوار سے بھی زیادہ دھاری دار اور دھاگے سے بھی زیادہ باریک ہے... اس پر سے گزر کر جنت تک پہنچ سکیں گے؟ اللہ کی قسم! سوچنے کا مقام ہے، اور سوچ سے آگے بڑھ کر عمل کا مقام ہے۔ یہ دنیا کی زندگی آخر ختم ہو جائے گی، اور ایک دن ہم موت کے منہ میں جا کر تاریک قبر میں اتریں گے۔ اگر ہم نے آج اس کا نہ سوچا اور اخروی زندگی کے لیے عمل کے میدان میں نہ اترے تو مشکل ہے کہ کل ہمیں وقت ملے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو آخرت کی فکر، امت کا غم اور جہاد و رباط کا جذبہ نصیب فرمائیں، آمین۔

پندرہواں باب

اللہ کے راستے کے خوف اور خطرے کے فضائل

عَنْ سَلمانَ رضي الله عنه قال: قالَ رَسُولُ اللّهِ صلى الله عليه وسلم: "إذا رَجفَ قلبُ المُؤمنِ في سبيل الله تَحاتَّتْ عنه خطاياه، كما يَتَحَاتُّ عِذقُ النَّخْلة".[1]

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب اللہ کے راستے میں مسلمان کا دل خوف زدہ ہوتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح کھجور کے خوشے سے کھجور جھڑتی ہے“۔

عَن سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، أَنَّه بَلَغَهُ، أنَّ عَبدَ الرَّحْمنَ بنَ عَوفٍ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ عَجِبَ لها النَّاسُ، حتَّى ذُكِرَتْ عِندَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فقالَ: "أعْجَبَتْكُم صَدَقةُ ابنُ عَوفٍ؟"، قالوا: نَعَمْ، يا رسول اللّه! قال: "لَرَوْعَةُ صُعْلُوكٍ مِن صَعَالِيكِ المُهَاجِرين، يَخِرُّسَوطُه في سَبِيلِ الله عزوجل، أَفضَلُ مِن صَدَقَةِ ابنِ عَوف".[2]

حضرت سعید بن ابی ہلال رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک بار سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اتنا مال صدقہ فرمایا کہ لوگ حیران رہ گئے، یہاں تک کہ اس صدقے کا تذکرہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے بھی ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کیا تمہیں عبد الرحمٰن بن عوف کا صدقہ بہت بھلا معلوم ہوا ہے؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: ”ہاں اے اللہ کے رسول!“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مہاجرین میں سے ایک فقیر آدمی کو جہاد میں اپنے کوڑے کے گر جانے کا جو صدمہ ہوتا ہے، وہ عبد الرحمٰن بن عوف کے صدقے سے افضل ہے“۔

فائدہ: حدیث شریف میں فقیر آدمی کا تذکرہ ہے کیونکہ مالدار آدمی کو عموماً کوڑے جیسی معمولی چیز کے ضائع ہونے کا کوئی صدمہ نہیں ہوتا۔

عن عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضي الله عنهما، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنْ غَازِيَةٍ، أَوْ سَرِيَّةٍ، تَغْزُو فَتَغْنَمُ وَتَسْلَمُ، إِلَّا كَانُوا قَدْ تَعَجَّلُوا ثُلُثَيْ أُجُورِهِمْ، وَمَا مِنْ غَازِيَةٍ، أَوْ سَرِيَّةٍ،

[1] أخرجه الطبراني في الكبير (٦٠٨٦) والأوسط (٨٣٤٥) مرفوعا، من طريق عمرو بن الحصين، وهو ضعيف. كما قال ابن النحاس والهيثمي في مجمع الزوائد (٥/ ٢٧٦)، وأخرجه ابن أبي شيبة (١٩٣١١) موقوفا وليس فيه عمرو بن الحصين، وذكره المنذري في الترغيب والترهيب (٢/ ١٧٧) بصيغة التمريض، ورجّح ابنُ النَّحَّاس أن الموقوف أصح.

[2] أخرجه ابن المبارك في الجهاد (١/ ٧٩)، وابن عساكر في تاريخ دمشق (٣٥/ ٢٦٩).

تُخْفِقُ وتُخوَّفُ وَتُصَابُ، إِلَّا تَمَّ أُجُورُهُمْ".[1]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو لشکر جہاد کے لئے نکلتا ہے اور مالِ غنیمت پا کر سلامت واپس آتا ہے تو وہ لشکر والے اپنا دو تہائی اجر دنیا میں لے لیتے ہیں۔ اور جو لشکر خالی ہاتھ ڈرایا ہوا اور زخمی واپس آتا ہے، وہ اپنا مکمل اجر (آخرت میں) پاتا ہے“۔

عَن أُمِّ مالكٍ البَهْزِيَّة رضي الله عنها قالت: ذكَرَرسولُ الله صلى الله عليه وسلم فتنةً فَقَرَّبَها، قالت، قلت: "يا رسول الله! مَن خيرُ الناس فيها؟" قال: "رَجُلٌ في ماشيةٍ يُؤَدِّي حقَّها، ويَعْبدُ ربَّه، وَرَجُلٌ آخِذٌ بِرَأس فَرَسِه، يُخِيفُ العَدُوَّ، ويُخِيفُونَه".[2]

سیدہ ام مالک رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فتنے کا تذکرہ فرمایا اور اسے قریب قرار دیا۔ میں نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! اس فتنے کے وقت لوگوں میں سب سے بہتر کون ہو گا؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”وہ آدمی جو اپنے ریوڑ میں ہو اور اس کے حق (زکوۃ وغیرہ) کو ادا کرتا ہو اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہو۔ اور وہ آدمی جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہو اور دشمنوں کو خوف زدہ کر رہا ہوں اور دشمن اسے خوف زدہ کر رہے ہوں“۔

عن مُجَاهِدٍ قَال، قالتْ أمُّ مُبَشِّرٍ رضيَ اللهُ عَنها: يا رسول الله! أيُّ الناسِ خيرٌ منزلةً عِندَ الله عزَّ وجَل؟ قال: "رجلٌ على مَتنِ فرَسٍ يُخِيفُ العَدُوّ، وَيُخِيفُونَه". ثم أشار بيده نحو الحجاز، قال: "ورجلٌ يُقِيمُ الصَّلاة، ويُعطِيْ حَقَّ اللهِ مِنْ مَالِه".[3]

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ سیدہ ام مبشر رضی اللہ عنہا نے پوچھا: ”اے اللہ کے رسول! لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین مقام والا کون ہے؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر دشمنوں کو خوف زدہ کر رہا ہو اور دشمن اسے خوف زدہ کر رہے ہوں“۔ پھر آپ ﷺ نے حجاز کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: ”اور وہ آدمی جو نماز قائم رکھتا ہو اور اپنے مال میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہو“۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو دن رات جہاد میں خوف اور خطرے کی زندگی گزارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر کے خزانے لوٹتے ہیں۔ ان کو ہر لمحہ دشمنوں کے بموں، راکٹوں، میزائیلوں اور حملے کا خطرہ رہتا ہے مگر وہ اسلام کی عظمت کی خاطر ڈٹے رہتے ہیں اور ہر وقت ہاتھوں میں اسلحہ اور دل میں شوق شہادت لئے دشمنوں کے سامنے سینہ سپر رہتے ہیں۔ چنانچہ دشمن بھی ان کے خوف

[1] أخرجه مسلم (١٩٠٦)، وأضفت لفظة "تُخوَّف" من جامع الأصول فقد عزاها إلى مسلم.

[2] أخرجه الترمذي (٢١٧٧) وقال: غريب من هذا الوجه، ورواه بنحوه أحمد (٢٧٣٥٣)، وإسحاق في مسنده (٢٣٢٥)، والجزء الأول ثبت معناه في عدة أحاديث، وأما الجزء الثاني فيشهد له الحديث الآتي.

[3] أخرجه ابن المبارك في الجهاد (١/ ١٥٧)، وإسحاق بن راهويه في مسنده (٢٢٠٠)، وذكر ابن النحاس أن البيهقي أيضا رواه بنحوه.

سے تھر تھر کانپتا رہتا ہے اور اس کی راتوں کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔ اللہ کے راستے کا خوف بہت بڑی نعمت ہے، کیونکہ اس کی بدولت پوری امتِ مسلمہ کو غلامی اور خوف سے نجات ملتی ہے۔ یہ چند اللہ کے شیر خوف کے طوفان کو اپنے مضبوط سینے پر روک لیتے ہیں اور اپنے پیچھے رہ جانے والوں میں امن کی سوغات بانٹتے ہیں اور بعض دفعہ وہ اس خوف کو واپس دشمنوں کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔ لیکن جب سارے مسلمان امن کی تلاش میں لگ جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی جہاد کے میدانوں میں نکل کر خوف کا سامنا نہیں کرتا تو پوری امت پر ذلت اور خوف چھا جاتا ہے۔ اور مسلمان شیر کافر گیدڑوں کے غلام بن جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایسا بنا رہے کہ دشمن اسے دیکھ کر جلتے رہیں اور اس سے ہمیشہ خوف زدہ رہیں۔ جیسا کہ آج ہمارے مسلمانوں کے چند نہتے اور فقیر منش مجاہدین نے دنیا کی بڑی بڑی شیطانی طاقتوں کا پتہ پانی کر رکھا ہے اور وہ ہزاروں میل دور بیٹھ کر بھی ان فقیروں سے ڈرتے ہیں۔

یاد رکھیے! جو قوم موت سے بھاگتی ہے، موت ہر طرف سے اس پر حملہ آور ہوتی ہے۔ اور جو لوگ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال لیتے ہیں، موت ان سے دور بھاگتی ہے اور ان کے دشمنوں پر جا گرتی ہے۔ یہی حال خوف کا ہے۔ جو لوگ خوف سے بھاگتے ہیں اور ہمیشہ امن امن کی رٹ لگاتے ہیں اور مسلمانوں کو ڈراتے ہیں کہ اگر ہم نے جہاد کیا تو دشمن یہ کر دیں گے، دشمن وہ کر دیں گے، ایسے لوگوں پر خوف چاروں طرف سے حملہ آور ہوتا ہے اور انہیں کہیں چین سے رہنے نہیں دیتا۔ اور وہ لوگ مسلح پہرے اور مضبوط قلعوں میں بھی تھر تھر کانپتے رہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ آگے بڑھ کر اس خوف کا سامنا کرتے ہیں اور جہادی کارروائیاں کرتے وقت دنیا کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتے اور اللہ کے دین کی عظمت کے لئے بڑے سے بڑے دشمن سے ٹکرانے کے لئے تیار رہتے ہیں تو خوف ان سے دور بھاگتا ہے اور ان کے دشمنوں پر مسلط ہو جاتا ہے۔ اور اس کا جو طبعی اثر ان مجاہدین کے دلوں میں باقی رہتا ہے، وہ ان کے لئے اللہ کے ہاں بخشش اور اونچے مقامات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کے یہ اہم نکتے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

سولہواں باب

جہاد میں تیر اندازی کے فضائل اور تیر اندازی سیکھ کر چھوڑنے والے کے گناہ گار ہونے کا بیان

یہ بات بھی اچھی طرح سے جان لیجیے کہ جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے تیر اندازی سیکھنا اور سکھانا اور آپس میں تیر اندازی کا مقابلہ کرنا ایسا عمل ہے جسے حضور اکرم ﷺ نے پسندیدہ قرار دیا ہے، اور آپ ﷺ نے اس کی ترغیب بھی دی ہے۔ آیئے اب ترتیب سے تیر اندازی کے کچھ فضائل پڑھتے ہیں۔

ا۔ تیر اندازی اللہ تعالیٰ کا حکم

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ﴾[الأنفال:٦٠]

ترجمہ: ”اور (مسلمانو!) جس قدر طاقت اور گھوڑوں کی جتنی چھاؤنیاں تم سے بن پڑیں، ان سے مقابلے کے لیے تیار کرو“۔

فائدہ: بعض علمائے کرام نے اسی آیت کی بنا پر تیر اندازی کو واجب قرار دیا ہے، کیونکہ صحیح حدیث میں قوۃ کے معنی تیر اندازی بیان کیے گئے ہیں۔

عَن عُقبَةَ بنِ عَامِرٍ رضي الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُولَ الله صلى الله عليه وسلم - وَهُوَ عَلى المِنْبَرِ- يَقُول: "أَعِدُّوا لَهُم مَا اسْتَطَعْتُم مِنْ قُوَّةٍ، أَلَا إِنَّ القُوَّة الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْي، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ"[1].

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ منبر پر فرما رہے تھے: ”[أَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ] اور ان کافروں سے لڑائی کے لئے تم تیار کرو جس قدر تم سے ہو سکے قوت۔ جان لو کہ قوت تیر اندازی ہے، جان لو کہ قوت تیر اندازی ہے، جان لو کہ قوت تیر اندازی ہے“۔

فائدہ: حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان میں الرمي کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ ہم نے تیر اندازی کیا ہے۔ ویسے عربی زبان

---

[1] أخرجه مسلم (١٩١٧).

میں رمی پھینکنے کو کہتے ہیں تو آپ ﷺ کے ان جامع الفاظ میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ اصل قوت ان ہتھیاروں سے حاصل ہوتی ہے جو دور سے پھینک کر مارے جاتے ہیں۔ چنانچہ ماضی میں مسلمانوں نے اسی فرمان پر عمل کرتے ہوئے جہاں ایک طرف تیر اندازی میں خوب مہارت حاصل کی تھی اور وہ بھاگتے ہرن کی جس آنکھ کو چاہتے تھے نشانہ بناتے تھے، تو دوسری طرف انھوں نے پھینک کر مارنے والے دوسرے ہتھیار بھی تیار فرمائے اور ان میں بھی خوب ترقی حاصل کی۔ خود حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں مسلمانوں نے منجنیق استعمال کی جس کے ذریعے بڑے بڑے پتھر دور فاصلے تک مارے جاتے تھے۔ پھر یہ منجنیق مسلمانوں کے ہاں ترقی کرتی چلی گئی اور مسلمانوں نے آتشی تیر اور بڑی بڑی چٹانیں اور بارود تک دشمن تک پھینکنے میں مہارت حاصل کی۔ مگر پھر مسلمانوں نے جہاد کو چھوڑ دیا اور ان کے دشمنوں نے قوت کے اس راز کو جو ہمارے آقا ﷺ نے مسجدِ نبوی کے منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا تھا سمجھ لیا۔ چنانچہ انہوں نے میزائلوں میں وہ ترقی حاصل کی جو مسلمان حاصل نہ کر سکے۔ آج جب دنیا میزائلوں کی دوڑ میں لگی ہوئی ہے اور جس کے پاس دور تک مارنے والے جتنے زیادہ طاقتور میزائل ہیں، وہی دنیا میں زیادہ طاقت والا ہے، ان حالات میں ایک طرف تو حضور اکرم ﷺ کے فرمان کی صداقت چمکتے سورج کی طرح نظر آرہی ہے کہ واقعی اصل قوت پھینک کر مارنے کی قوت ہے، جب کہ دوسری طرف یہ حدیث مسلمانوں کے لئے ایک سوالیہ نشان بھی ہے کہ انھوں نے اس فرمان کو بھلا کر اور اس سے غفلت کر کے اپنا کتنا بڑا نقصان کیا ہے۔

۲۔ایک تیر کی بدولت تین آدمی جنت میں

عَنْ خَالِدِ بْنِ زَيْدٍ ، قَالَ : كُنْتُ رَجُلاً رَامِيًا ، فَكَانَ يَمُرُّبِي عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ فَيَقُولُ : يَا خَالِدُ اخْرُجْ بِنَا نَرْمِي ، فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ أَبْطَأْتُ عَنْهُ، فَقَالَ : يَا خَالِدُ تَعَالَ أُخْبِرُكَ مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلاَثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ : صَانِعُهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ وَالرَّامِي بِهِ وَمُنْبِلُهُ، وَلَيْسَ اللَّهْوُ إِلاَّ فِي ثَلاَثٍ : تَأْدِيبُ الرَّجُلِ فَرَسَهُ، وَمُلاَعَبَتُهُ أَهْلَهُ، وَرَمْيُهُ بِقَوْسِهِ وَنَبْلِهِ، وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عَلِمَهُ فَهِيَ نِعْمَةٌ تَرَكَهَا، -أَوْ قال:- كَفَرَهَا".[1]

حضرت خالد بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تیر انداز آدمی تھا، سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ جب بھی میرے پاس تشریف لاتے تو ارشاد فرماتے: ''اے خالد! چلو تیر اندازی کرتے ہیں''۔ ایک بار میں نے کچھ سستی کی تو سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے خالد! کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جو حضور اکرم ﷺ نے بیان فرمائی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کی بدولت تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ ایک

---

[1] أخرجه أبو داود (٢٥١٣) وسكت عنه، والنسائي (٣٥٧٨)، وابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٧٧٩) وهذا لفظه، وأبو عوانة في مستخرجه (٧٤٩٥)، وصححه الحاكم (٢٤٦٧)، وانتقاه ابن الجارود (١٠٦٢)،

اس تیر کے بنانے والے کو جو بناتے وقت نیکی (یعنی جہاد) کی نیت کرے۔ دوسرا اس تیر کو (دشمن کی طرف) چلانے والے کو۔ تیسرا تیر انداز کے ہاتھ میں تیر پکڑانے والے کو۔ اے مسلمانو! تم تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو، اور تمہارا تیر اندازی کرنا میرے نزدیک تمہارے سوار ہونے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اور تین کھیلوں کے سوا کوئی کھیل درست نہیں۔ ایک آدمی کا اپنے گھوڑے کو تربیت دینا، دوسرا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا، تیسرا تیر اندازی کرنا۔ اور جس شخص نے تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دی تو اس نے ایک نعمت کو چھوڑ دیا یا نعمت کی ناشکری کی"۔

فائدہ: امام ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ "سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انھوں نے ستّر (۷۰) کمانیں چھوڑیں اور ہر کمان کے ساتھ ترکش اور تیر بھی تھے۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ یہ سب ہتھیار میرے بعد جہاد میں دے دیئے جائیں"[1]۔

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تیر اندازی کی معاونت کرنے والے کے لئے بھی جنت کی بشارت ہے اور یہ معاونت تین طرح سے ہو سکتی ہے۔ ایک جب تیر انداز دشمن پر تیر چلا رہا ہو تو کوئی شخص اس کے پہلو میں یا اس کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کو تیر دیتا رہے (جس طرح اس زمانے میں راکٹ لانچر والے کے ساتھ راکٹ دینے والا ایک معاون ہوتا ہے یا مجاہدین کے ساتھ ان کی بندوقوں کے میگزین بھر کر دینے والے ہوتے ہیں یا توپچی کو گولے لا لا کر دینے والے ہوتے ہیں، یہ بشارت ان سب کے لئے بھی ہے)۔ دوسرا جب تیر انداز تیر چلا لے تو اس کے چلائے ہوئے تیروں کو واپس لا کر اسے دینا یہ بھی معاونت ہے۔ تیسرا تیر انداز کو تیر یا کمان خرید کر دینا، یہ بھی معاونت ہے اور کئی احادیث سے ثابت ہے۔ اس زمانے میں کسی کو بندوق، راکٹ لانچر، توپ وغیرہ خرید کر دینا اور ان تمام ہتھیاروں کی گولیاں یا گولے خرید کر دینا اس میں شامل ہے۔

عن عامربن سعد، عن أبيه رضي الله عنه ، مرفوعًا إلى النبي صلى الله عليه وسلم، أنه قال يوم أحد: "أَنْبِلُوا سَعْدًا، ارْمِ يَا سَعْدُ، رَمَى اللهُ لَكَ، فِدَاكَ أَبِي وأُمِّي".[2]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ احد کے دن حضور اکرم ﷺ فرما رہے تھے: "سعد کو تیر دو۔ اے سعد! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، تیر مارو! اللہ تمہارا تیر بر ہدف لگوائے"۔

فائدہ: سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ غزوہ احد کے دن حضور اکرم ﷺ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دے رہے تھے کہ اپنے اپنے تیر حضرت سعد کو دو تا کہ وہ ان کا حق ادا کر سکیں۔

---

[1] عزاه ابن النحاس إلى الأوسط لابن المنذر، لكن لم أجده في المطبوع، ولكنه في مسند أحمد برقم: (١٧٣٣٧).

[2] أخرجه النسائي (٩٩٦٠)، وصححه الحاكم (٢٤٧٢) على شرط الشيخين، ولم يتعقبه الذهبي.

۳۔سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور حضورِ اکرم ﷺ، دونوں تیر انداز تھے

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَفَرٍ مِنْ أَسْلَمَ يَنْتَضِلُونَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ارْمُوا بَنِي إِسْمَاعِيلَ، فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا ارْمُوا، وَأَنَا مَعَ بَنِي فُلاَنٍ"، قَالَ: فَأَمْسَكَ أَحَدُ الفَرِيقَيْنِ بِأَيْدِيهِمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا لَكُمْ لاَ تَرْمُونَ". فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ نَرْمِي وَأَنْتَ مَعَهُمْ، قَالَ: "ارْمُوا وَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ".[1]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا گزر ایسے لوگوں پر سے ہوا جو تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے اسماعیل کی اولاد! تیر اندازی کیا کرو، کیونکہ تمہارے والد (اسماعیل علیہ السلام) تیر انداز تھے۔ تم تیر اندازی کرو اور میں فلاں کے ساتھ ہوں (یعنی میں بھی ایک گروپ کی طرف سے مقابلے میں حصہ لیتا ہوں)“۔ راوی فرماتے ہیں کہ (یہ سن کر) دوسرے فریق نے اپنے ہاتھ روک لیے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم لوگوں نے تیر اندازی کیوں بند کر دی؟“ انھوں نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! جب آپ دوسرے فریق کے ساتھ ہو گئے ہیں تو ہم (آپ کے مقابلے میں) کس طرح سے تیر اندازی کریں“۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”(اچھا) تم تیر اندازی کرو، میں تم سب کے ساتھ ہوں“۔

امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اچھی نیت سے تیر اندازوں کو مقابلے کے لیے غیرت دلانا تاکہ ان کے دل مضبوط ہو جائیں اور ان میں عمل کی خوب رغبت پیدا ہو جائے، ایک اچھا کام ہے۔ اور تیر اندازوں کی دل جوئی کے لئے حضورِ اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اسے سر انجام دینا چاہیے۔ لیکن ایک دوسرے کے ساتھ بغض و عداوت کے اظہار اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے جوش دلانا، جیسا کہ آج کل دیکھنے میں آرہا ہے، ایک حرام فعل ہے۔ یہی حکم تلوار بازی، نیزہ بازی اور بنوٹ وغیرہ کا بھی ہے“۔

اس زمانے میں بندوق سے نشانہ بازی کرنا اور دیگر جنگی آلات کے استعمال میں مقابلہ بازی کا بھی یہی حکم ہے کہ اچھی نیت سے کرنے پر اجر اور بری نیت سے کرنے پر گناہ ہو گا۔

عَن عُقبَةَ رضي الله عنه، قال : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُول : "سَتُفْتَحُ عَلَيْكُم أَرَضُون، وَيَكْفيكُمُ اللهُ، فَلَا يَعجَزْ أحَدُكُمْ أَنْ يَلْهُوَ بأَسْهُمِه ".[2]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”عنقریب علاقے تمہارے

---

[1] أخرجه البخاري (٣٣٧٣)، وغيره.

[2] أخرجه مسلم (١٩١٨)، وغيره.

ہاتھوں فتح ہوں گے اور دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے کافی ہو جائیں گے۔ تب بھی تم میں سے کوئی تیر اندازی نہ چھوڑے"۔

۴۔ تیر اندازی بہترین کھیل ہے

عَن سَعدِ بن أبي وَقَّاصٍ رضي الله عنه، رفعَه، قال : "علَيْكُمْ بِالرَّمْيِ فَإِنَّهُ خَيرُ- أَوْ مِنْ خَيْرِ- لَهْوِكُمْ".[١]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم تیر اندازی کو لازم پکڑو، کیونکہ یہ تمہارے کھیلوں میں سے بہترین کھیل ہے"۔

۵۔ تیر اندازی کھیل ہونے کے باوجود حق ہے

عَن أبي هُرَيرةَ رضي الله عنه، أنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قال : "كلُّ شيءٍ مِنْ لَهوِ الدُّنيا باطِلٌ، إلا ثَلَاثَة، انتِضَالُكَ بِقَوْسِكَ، وَتَأْدِيْبُكَ فَرَسَكَ، وَمُلَاعَبَتُكَ أَهْلَكَ، فَإِنَّها مِنَ الحَقِّ ".[٢]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "دنیا کے تمام کھیل باطل ہیں سوائے تین کھیلوں کے: (۱) تیر اندازی، (۲) گھوڑے کو تربیت دینا، (۳) بیوی کے ساتھ دل لگی کرنا۔ کیونکہ یہ تینوں حق ہیں"۔

عَنْ عَطاءِ بنِ أَبِي رَبَاح، قَالَ: رَأَيتُ جَابِرَ بنَ عَبدِ اللّهِ وَجَابِرَ بْنَ عُمَيرٍ الأَنْصَارِيَّ رضي الله عنهما يَرْتَمِيَان، فَمَلَّ أَحدُهما فَجَلَس، فَقالَ لَهُ الآخَر: كَسِلْتَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّهِ صلى الله عليه وسلم يقول: "كلُّ شيءٍ لَيْسَ مِنْ ذِكْرِاللهِ عَزَّوَجَلّ، فهُوَ لَهْوٌ أَوْ سَهْوٌ، إِلَّا أَرْبَعَ خِصَال، مَشْيُ الرَّجُلِ بَيْنَ الغَرَضَيْنِ، وَتَأْدِيْبُهُ فَرَسَه، وَمُلَاعَبَتُهُ أَهْلَه، وَتَعْلِيمُ السِّبَاحَة".[٣]

حضرت عطاء بن اَبی رَباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما اور سیدنا جابر بن عمیر

---

[١] أخرجه البزار في مسنده (١١٤٦)، وهذا لفظه، والطبراني في المعجم الأوسط (٢٠٤٩) كلاهما مرفوعا بإسناد وثق رجاله ابن النحاس، وأخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (٢٦٨٤٣)، وأبو عوانة في مستخرجه (٦٩٢٤)، والطبراني في فضل الرمي وتعليمه (ص: ٣٧) موقوفا، ورجّح البزّار والدارقطني في العلل (٤/ ٣٢٧) الموقوف. وصحح ابن حجر المرفوع في مختصر زوائد البزار (١/ ٦٩٥).

[٢] أخرجه ابن أبي الدنيا في النفقة على العيال (٥٥٤)، والطبراني في المعجم الأوسط (٥٣٠٩)، وصححه الحاكم (٢٤٦٨) على شرط مسلم، وتعقّبه الذهبي بأن فيه سويدا، وهو متروك، كما في مختصر التلخيص (٢/ ٥٩٥)، وبنحوه ذكر الهيثمي في مجمع الزوائد (٥/ ٢٦٩)، وزاد أن بقية رجاله ثقات، وقد وهّم أبو حاتم وأبو زُرعة سويدًا حيث أسند الحديث، وصوّبا أنه مرسل كما في علل ابن أبي حاتم (٣/ ٣٢٦ - ٤٤٦).

[٣] أخرجه النسائي في الكبرى (٨٨٨٩ و ٨٨٩١)، والطبراني في الكبير (١٧٨٥)، والأوسط (٨١٤٧)، وإسحاق القرّاب في فضائل الرمي (٤ و ٥)، والبيهقي في السنن الكبير (١٩٧٧١)، بإسناد صححه ابن حجر العسقلاني والهيتمي، وجوّده المنذري وابن النحاس، الترغيب والترهيب (٢/ ١٨٠)، الإصابة (٢/ ١٢٩)، الزواجر للهيتمي (٢/ ٢٩٨).

انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ دونوں تیر اندازی فرما رہے تھے۔ ان دونوں میں سے ایک اُکتا کر بیٹھ گیا، تو دوسرے نے فرمایا: کیا آپ سست ہو گئے ؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر وہ چیز جو ذکر اللہ میں سے نہ ہو وہ بے کار ہے، سوائے چار کاموں کے: (۱) آدمی کا تیر کے دو ہدفوں کے درمیان چلنا، (۲) اپنے گھوڑے کو تربیت دینا، (۳) بیوی سے دل لگی کرنا، (۴) تیر اکی سیکھنا۔

۶۔ ہر قدم پر نیکی

عَن أبي ذَرٍّ رضي الله عنه، عَنِ النَّبيِّ صلى الله عليه وسلم قال: "مَنْ مَشَى بينَ الغَرَضَينِ كانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَسَنَةً".[1]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص (تیر اندازی) میں دو ہدفوں کے درمیان چلے گا، اسے ہر قدم پر ایک نیکی ملے گی''۔

فائدہ: امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''یہ جان لیجیے کہ علمائے کرام نے اس بات کو نہایت صراحت سے بیان کیا ہے کہ تیر اندازی کی مَشق میں مستحب ہے کہ آمنے سامنے دو ہدف بنائے جائیں، پہلے دونوں تیر انداز ایک کی طرف سے کھڑے ہو کر اپنے سامنے والے ہَدف کو نشانہ بنائیں، پھر دوسری طرف آ کر اپنے تیر اٹھائیں اور وہاں سے اپنے سامنے والے ہدف کو نشانہ بنائیں۔ یہ وجہ ہے کہ علّامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عمل کو سنت قرار دیا ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس طرح کیا کرتے تھے۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ دو ہدفوں کے درمیان دوڑ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اس تیر کا (انجام) کیا ہوا، اس تیر کا (انجام) کیا ہوا۔ اس سے ملتا جلتا واقعہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے[2]۔

۷۔ دشمن تک پہنچنے والے تیر کا اجر

عن أبي نَجِيحٍ عمرُو بنُ عَبَسةَ رضي الله عنه، قال: حاصَرْنا معَ رسول الله صلى الله عليه وسلم الطائف، فسمعتُه يَقُول: "مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ في سَبِيلِ الله، فَلَهُ عِدْلُ مُحَرَّرٍ، وَمَنْ بَلَغَ بِسَهمٍ في سَبِيلِ

[1] أخرجه الطبراني في فضل الرمي (٤٨)، وفيه عثمان بن مطر، وهو ضعيف. مجمع الزوائد (٥/ ٢٦٩)، وفيه مقال غير ذلك إلا أن محقق كتاب الطبراني هذا ذكر أن الحديث ضعيف لكن يشهد له حديث جابر والذي أخرجه البيهقي في الكبير (١٩٧٧٠)، وأبو نعيم في جزء رياضة الأبدان (١٩) من طريق ابن لهيعة، وفي كلام المحقق نظر، والله أعلم.

[2] أخرجه سعيد بن منصور في سننه (٢٤٥٧ - ٢٤٦٠)، وجوّد ابن الملقن في البدر المنير (٩/ ٤٤٠) إسناد حديث ابن عمر.

اللهِ فَلَهُ دَرَجةٌ في الجنَّة". قال: فبلغت يومَئِذٍ سِتَّةَ عَشَرَ سَهْماً. [1]

سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طائف کا محاصرہ کیا، پس میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک تیر چلایا، تو اُس کا یہ تیر چلانا ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اور جس نے اپنا تیر دشمن تک پہنچایا تو اسے جنت میں ایک درجہ ملے گا“۔
سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اس دن میں نے سولہ تیر (چلا کر) دشمن تک پہنچائے۔
ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ درجہ ایسا ہے کہ ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہو گی۔ [2]

۸۔ تیر پہنچے یا نہ پہنچے اسے چلانا ہی باعثِ اجر ہے

سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کی ہی ایک روایت میں آتا ہے:

مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى بَلَغَ الْعَدُوَّ، أَوْ لَمْ يَبْلُغْ، كَانَ لَهُ كَعِتْقِ رَقَبَةٍ، وَمَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً، كَانَتْ لَهُ فِدَاءَهُ مِنَ النَّارِ عُضْوًا بِعُضْوٍ. [3]

”جس نے اللہ کی راہ میں ایک تیر چلایا، وہ تیر دشمن تک پہنچا، یا نہ پہنچا، تو اُسے ایک مسلمان غلام آزاد کرنے کا اَجر ملے گا، اور اس غلام کا ہر عُضو اس کے ہر عُضو کو جہنم سے بچانے کا ذریعہ ہو گا“۔

۹۔ تیر چلانے سے جنت واجب

عن عُتبةَ بنِ عَبدٍ السُّلَميِّ رضي الله عنه، قال: قالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِير: "مَنْ أَدْخَلَ هَذَا الحِصْنَ سَهْمًا فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الجَنَّةُ"، قَالَ عُتْبَة فَأَدْخَلْتُ ثَلاثَةَ أَسْهُم". [4]

سیدنا عتبہ بن عبد سُلمی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بنی قریظہ و بنی نَضیر میں ارشاد فرمایا: ”جس نے یہودیوں کے اس قَلعے کے اندر تیر چلایا، تو جنت اُس کے لیے واجب ہو گئی“۔ سیدنا عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُس دن تین تیر اس قلعے کے اندر تک پہنچائے۔

عن عُتبةَ بنِ عَبدٍ السُّلَميِّ رضي الله عنه أنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قالَ لِأَصْحَابِه: "قُومُوْا فَقَاتِلُوا"، قالَ: فَرَمَى رَجُلٌ بِسَهْمٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: أَوْجَبَ هَذَا. [5]

---

[1] أخرجه أبو داود (٣٩٦٥) وسكت عنه، والترمذي (١٦٣٨) وقال: حسن صحيح، والنسائي (٣١٤٣)، وأحمد (١٧٠٢٢)، وصححه ابن حبان (٤٦١٥)، والحاكم (٤٣٧١)، وليس عند أبي داود وابن حبان الجزء الأول منه.

[2] رواه النسائي (٣١٤٤)، وصححه ابن حبان (٤٦١٦) من حديث كعب بن مرة رضي الله عنه.

[3] رواه النسائي (٣١٤٢)، وصححه عبد الحق في الأحكام الصغرى (٢/ ٥٠٠)، وابن النَّحَّاس.

[4] رواه الطبراني في المعجم الكبير (٢٩٩)، وذكر الهيثمي أن فيه متروكا، مجمع الزوائد (٥/ ٢٧٠)، قلت: يشهد له ما بعده.

[5] رواه أحمد (١٧٦٤١ و ١٧٦٤٦)، وابن أبي عاصم في الجهاد (١٦٢) بإسناد حسنه الدمياطي في المتجر الرابح (ص: ٣٦٠)، وابن النحاس.

سیدنا عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''اُٹھو اور دشمن سے لڑو''۔ یہ سن کر ایک شخص نے دشمن پر تیر چلایا تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس کے لیے جنت واجب ہوگئی''۔

فائدہ: ان روایات اور سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس بات کی واضح دلیل ملتی ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے میں ایک تیر چلاتا ہے تو اللہ عزوجل اس کو جہنم سے آزاد کر دیتے ہیں، واللہ اعلم۔

فصل

تیر اندازی سیکھ کر چھوڑنے والے کے گناہ گار ہونے کا بیان

احادیثِ مبارکہ میں ان لوگوں کے لئے سخت وعید آئی ہے جو تیر اندازی سیکھ کر اسے چھوڑ دیتے ہیں۔

حضرت فقیم لخمی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: ''آپ تیر اندازی کے دو ہدفوں کے درمیان چل پھر رہے ہیں، حالانکہ آپ بوڑھے ہیں اور آپ کو اس میں بہت مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑ رہی ہے''، اس پر سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر میں نے حضور اکرم ﷺ کا ایک فرمان نہ سنا ہوتا تو میں اتنی مشقت نہ کرتا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من عَلِمَ الرَّميَ ثُمَّ تركَهُ فَليسَ مِنَّا- أو- قَدْ عَصَى ".[1]

جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے یا اس نے نافرمانی کی''۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ تَعَلَّمَ الرَّمْيَ ثُمَّ تَرَكَهُ فَقَدْ عَصَانِي".[2]

''جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا تو اس نے میری نافرمانی کی''۔

فائدہ: حضرات علمائے کرام میں سے ایک جماعت کے نزدیک تیر اندازی سیکھ کر اسے چھوڑ دینا کبیرہ گناہ ہے۔ وہ حضرات فرماتے ہیں کہ جس عمل کے بارے میں حضور اکرم ﷺ یہ فرمادیں کہ ایسا کرنے والا ہم میں سے نہیں ہے یا وہ نافرمان ہے تو وہ عمل کبیرہ گناہ ہوتا ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''تیر اندازی چھوڑ دینا سخت مکروہ فعل ہے''[3]۔

---

[1] أخرجه مسلم (١٩١٩).

[2] أخرجه ابن ماجه (٢٨١٤).

[3] شرح النووي على مسلم (١٣/ ٦٥).

امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان تمام اقوال کو سامنے رکھ کر اگر تیر اندازی چھوڑنے کو صغیرہ گناہ بھی قرار دیا جائے تو وہ ایسا صغیرہ گناہ ہے جس پر اگر اصرار کیا جائے تو وہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس گناہ سے بچے اور جو اس گناہ میں مبتلا ہو چکا ہو یعنی تیر اندازی چھوڑ چکا ہو، تو اسے چاہیے کہ فوراً توبہ کر کے اس عمل کو شروع کر دے اور زندگی بھر تیر اندازی کو لازم پکڑے۔

فوائد

تیر اندازی سیکھنے، دشمن کی طرف تیر پھینکنے اور تیر اندازی میں تعاون کے فضائل ہم نے پڑھ لئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں ان تمام فضائل کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آج اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان فضائل کا حاصل کرنا ہم کمزور مسلمانوں کے لئے آسان فرما دیا ہے۔ پہلے ایک ایک تیر کو پھینکنے کے لئے مشقت کرنی پڑتی تھی، زور لگانا پڑتا تھا اور تکلیف اٹھانی پڑتی تھی، مگر آج کل تو جدید اسلحہ تیار ہو چکا ہے۔ جس میں ٹریگر پر ہلکی سی انگلی دبا کر منٹوں میں ہزاروں گولیاں دشمن کی طرف چلائی جا سکتی ہیں۔ یاد رکھیں! دشمن کی طرف تیر پھینکا جائے یا خاک کی مٹھی، اللہ تعالیٰ اسے دشمنوں کے لئے خطرناک بنا دیتا ہے۔ اگرچہ ظاہری طور پر پھینکنے والا مجاہد ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اصل میں پھینکنے والے ہم ہوتے ہیں، یعنی اس میں تاثیر ہم ہی ڈالتے ہیں۔

آج سے پینتالیس سال قبل جب اپنے وقت کی سب سے بڑی جنگی اور ایٹمی طاقت سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تو نہتے مجاہدین ان کے مقابلے میں نکلے مگر دنیا جہاں نے وہ مناظر دیکھے جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مجاہدین پتھر پھینکتے تھے اور روسی ٹینکوں میں آگ لگ جاتی تھی۔ مجاہدین اپنی سادہ رائفل سے گولی چلاتے تھے اور روسی ہیلی کاپٹر زمین پر آ گرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ان ابابیلوں نے اپنی استطاعت کے مطابق دشمن پر اسلحہ پھینکا مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنی قوت کو شامل فرما دیا۔ پھر یہی نظارہ ہم نے تب بھی دیکھا جب امریکہ بدمست ہاتھی کی طرح افغانستان پر حملہ آور ہوا اور اس نے امارتِ اسلامیہ افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، لیکن دو تین سال میں ہی دوبارہ سے اللہ کے شیر میدان میں آ گئے اور دنیا کی واحد سپر پاور... سب سے اعلیٰ ٹیکنالوجی کی حامل... امریکہ کو بیس سے کم سالوں میں اپنے سادہ اسلحے کے ساتھ شکستِ فاش سے دوچار کیا، اور امریکہ ناک رگڑتے ہوئے اس سرزمین سے نکلا۔

پس آج مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ گولہ باری اور میزائل باری کی مشق کریں اور اپنے گھروں کی عورتوں کو بھی اسلحہ سکھائیں۔ کیونکہ آج کے اسلحے کا استعمال نہایت آسان ہے اور مسلمانوں پر خطرات بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ ان خطرات سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو پھینک کر مارنے والے آلات زیادہ سے زیادہ بنانے چاہییں اور ان کے استعمال میں خوب مہارت حاصل کرنی

چاہیے۔ اور جو مسلمان اسلحہ چلانا سیکھ چکے ہیں مگر اب گھروں میں جا بیٹھے ہیں، انھیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور دوبارہ میدانِ جہاد کا رخ کرنا چاہیے۔ کل قیامت کے دن ہر انسان سے اس کی استطاعت اور صلاحیت کے مطابق حساب لیا جائے گا۔ آج جب کہ مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر کر ختم کرنے کی سازشیں کی جارہی ہیں تو ہر باصلاحیت فرد کو اپنی صلاحیت استعمال کر کے مسلمانوں کی حفاظت کے لئے اور اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لئے میدانوں میں نکلنا چاہیے۔ حق و باطل کا یہ معرکہ جاری ہے۔ دنیا کے ائمہ کفر امریکہ اور اسرائیل مسلمانوں کے خلاف جنگ میں اترے ہوئے ہیں، چاہیے کہ ہر مسلمان تیاری کرے اور اپنی کمزور استطاعت اور کمزور اسلحے کے ساتھ بھی میدان میں نکلے۔ جس طرح اللہ نے انیس نوجوانوں کے ذریعے گیارہ ستمبر کے دن امریکہ کا غرور خاک میں ملایا تھا، وہ اللہ اب بھی مسلمانوں کی مدد کرے گا، بشرطیکہ مسلمان اللہ کی مدد کے لیے آگے بڑھیں۔

یا اللہ! تو ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرما، آمین۔

سترہواں باب

جہاد میں زخمی ہونے کی فضیلت

عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لا يُكْلَمُ أحدٌ فِي سَبِيلِ الله، وَاللهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِه، إِلَّا جَاءَ يَوْمَ القِيَامَةِ وَجُرْحُهُ يَثْعَبُ، اللَّونُ لَونُ دَمٍ، وَالرِّيحُ رِيحُ مِسْكٍ".[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اللہ کے راستے میں زخمی ہوتا ہے... اور اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ اس کے راستے میں زخمی ہونے والا کون ہے؟... وہ شخص قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے جسم سے (ایسا) خون بہہ رہا ہو گا جس کا رنگ خون جیسا اور خوشبو مشک کی ہو گی“۔

فائدہ: علامہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”قیامت کے دن اس کے بہتے ہوئے خون کے ساتھ حاضر ہونے میں دو مقصد ہیں؛ ایک یہ کہ یہ خون اسے زخمی کرنے والے کے خلاف ثبوت بنے گا، اور دوسرا یہ کہ اس کے خون میں مشک کی خوشبو جاری کر کے تمام لوگوں کے سامنے اس کی افضلیت کا اعلان ہو گا (کہ یہ وہ خوش قسمت ہے جس نے اپنا خون اللہ کے راستے میں بہایا تھا)“[2]۔

عَن مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضي الله عنه، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قال: "مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ سَأَلَ اللَّهَ الْقَتْلَ مِنْ نَفْسِهِ صَادِقًا، ثُمَّ مَاتَ أَوْ قُتِلَ، فَإِنَّ لَهُ أَجْرَ شَهِيدٍ، وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَوْ نُكِبَ نَكْبَةً، فَإِنَّهَا تَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَغْزَرِ مَا كَانَتْ: لَوْنُهَا لَوْنُ الزَّعْفَرَانِ وَرِيحُهَا رِيحُ الْمِسْكِ، وَمَنْ خَرَجَ بِهِ خُرَاجٌ فِي سَبِيلِ اللَّهَ، فَإِنَّ عَلَيْهِ طَابَعَ الشُّهَدَاءِ".[3]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے اللہ کے راستے میں دودھ نکالنے کے درمیانی وقفے جتنی مدت جہاد کیا جنت اس کے لئے واجب ہو گئی۔ اور جس شخص نے سچے دل سے اللہ

---

[1] رواه البخاري (٥٥٣٣)، ومسلم (١٨٧٦).

[2] إحكام الأحكام (٢/ ٣٠٥).

[3] رواه أبو داود (٢٥٤١) بإسناد حسنه ابن النحاس، واللفظ له، والترمذي (١٦٥٧)، وقال : حسن صحيح، والنسائي (٣١٤١)، وابن ماجه (٢٧٩٢).

تعالیٰ سے شہادت مانگی پھر وہ (طبعی موت) مر گیا یا شہید ہوا، اس کے لئے شہید کا اجر ہے۔ اور جو شخص اللہ کے راستے میں زخمی ہوا یا اس نے چوٹ کھائی تو قیامت کے دن اس کا زخم پہلے سے زیادہ تازہ ہو گا، اس (کے خون) کا رنگ زعفران جیسا اور خوشبو مشک کی ہو گی۔ اور جس کو اللہ کے راستے میں پھوڑا نکلا اس پر قیامت کے دن شہیدوں کی مہر ہو گی"۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضي الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " لَيْسَ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ وَ أَثَرَيْنِ، قَطْرَةٌ مِنْ دُمُوعٍ فِي خَشْيَةِ اللَّهِ، وَقَطْرَةُ دَمٍ تُهَرَاقُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَأَمَّا الأَثَرَانِ: فَأَثَرٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَ أَثَرٌفِي فَرِيضَةٍ مِنْ فَرَائِضِ اللَّهِ".[1]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں اور دو قدموں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے؛ ایک اس آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو اور دوسرا اس خون کا قطرہ جو اللہ کے راستے میں بہہ گیا ہو، اور دو محبوب قدموں میں پہلا وہ قدم ہے جو اللہ کے راستے میں اٹھا ہو اور دوسرا وہ قدم جو اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کی ادائیگی کے لئے اٹھا ہو"۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بھی غزوۂ احد کا تذکرہ کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ وہ دن سارا طلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ میں سب سے پہلے واپس لوٹنے والا شخص تھا جب واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کے سامنے کافروں سے لڑ رہا ہے۔ میں نے کہا: یہ یقیناً طلحہ ہی ہوں گے جو اس شرف کو حاصل کر گئے جو مجھ سے رہ گیا۔ اس دن سیدنا طلحہ کو ستّر (۷۰) سے زائد یا کچھ کم زخم لگے تھے"۔[2]

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو دیکھا جو شل ہو چکا تھا، اسی ہاتھ سے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی حفاظت فرمائی تھی (کہ دشمنوں کی طرف سے آنے والے تیر اپنے اس ہاتھ پر روک کر حضور اکرم ﷺ تک نہیں پہنچنے دیتے تھے)"۔[3]

حضرت ثابت بن مقدام رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ "حضور اکرم ﷺ نے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو ایک شخص نے بتایا کہ میں نے انھیں میدانِ جنگ میں دیکھا کہ ایک کافر نے انہیں نیزہ مارا۔ انھوں نے اسی زخمی حالت میں اس کافر پر حملہ کیا اور دونوں اکٹھے گر گئے"۔[4]

[1] رواه الترمذي (١٦٦٩)، وقال: حديث حسن غريب، ورواه ابن أبي عاصم في الجهاد (١٠٨)، والطبراني في المعجم الكبير (٧٩١٨).

[2] أخرجه ابن المبارك في كتاب الجهاد (١/ ١٠٦ - ١٠٧)، وأبو داود الطيالسي في مسنده (٦)، وهذا لفظه.

[3] أخرجه البخاري (٤٠٦٣).

[4] أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق (٧٢/ ١٣٣)، والذهبي في السير (١/ ٢١١)، وفيه انقطاع.

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جنگِ یمامہ کے دن سیدنا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے باغ کے اندر چھلانگ لگائی جس سے ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور وہ اس ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے"۔[1]

سیدنا معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے غزوۂ بدر کے دن ابو جہل کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ پھر جب مجھے موقع مل گیا تو میں نے اس پر حملہ کر کے اس کا پاؤں پنڈلی سے کاٹ دیا۔ اسی دوران عکرمہ بن ابو جہل نے میری گردن پر وار کیا اور میرا بازو کاٹ دیا۔ وہ بازو میرے جسم کی کھال کے ساتھ لٹکا رہ گیا اور اس حملے نے مجھے ابو جہل سے ہٹا دیا۔ میں سارا دن اسی لٹکے ہوئے بازو کے ساتھ لڑتا رہا۔ جب یہ بازو مجھے زیادہ تکلیف دینے لگا تو میں نے اسے پاؤں کے نیچے رکھ کر کھینچا اور اسے جسم سے جدا کر دیا"۔[2]

حضرت جعفر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنگِ یمامہ کے دن سیدنا ابو عقیل رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے زخم لگا۔ دشمن کی طرف سے ایک تیر آیا جو انہیں کندھے اور دل کے درمیان لگا۔ یہ تیر نکالا گیا لیکن ان کا بایاں حصہ سخت متاثر ہوا۔ چنانچہ وہ گھسٹ کر اپنے خیمے تک پہنچے۔ جب میدانِ جنگ سخت گرم ہو گیا اور مسلمانوں کو شکست ہونے لگی تو سیدنا معن بن عدی رضی اللہ عنہ نے انصار کو آواز لگائی: "اے انصاریو! آؤ اللہ کی طرف، آؤ اللہ کی طرف، اور دشمن پر پلٹ کر حملہ کرو"۔ یہ سن کر سیدنا ابو عقیل کھڑے ہو گئے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: "آپ کہاں جا رہے ہیں؟" فرمانے لگے: "پکارنے والے نے میرا نام بھی پکارا ہے"۔ میں نے کہا: "ان کا مقصد زخمیوں کو پکارنا نہیں تھا"۔ فرمانے لگے: "میں بھی انصار میں سے ہوں اور میں ضرور ان کی پکار پر جاؤں گا، اگرچہ گھسٹ کر جا سکوں"۔ انھوں نے پٹی باندھی اور تلوار لے کر نکل کھڑے ہوئے اور آوازیں لگانے لگے: "اے انصار! آج حنین کے دن کی طرح پلٹ کر حملہ کرو"۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "تلواریں آپس میں ٹکرانے لگیں اور سیدنا ابو عقیل رضی اللہ عنہ کا زخمی ہاتھ کندھے سے کٹ گیا"۔ میں نے کہا: "اے ابو عقیل!" انہوں نے کمزور سی آواز میں جواب دیا اور پوچھا: "کس کو شکست ہو رہی ہے"۔ میں نے کہا: "مبارک ہو! اللہ کا دشمن (یعنی مسیلمہ کذاب) مارا گیا ہے"۔ یہ سن کر انہوں نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور اللہ کا شکر ادا کیا اور شہید ہو گئے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "میں نے یہ واقعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا تو فرمانے لگے: ان پر اللہ کی رحمتیں ہوں، وہ شہادت کی طلب میں لگے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے اسے پا ہی لیا"۔[3]

سیدنا سالم (مولی ابو حذیفہ) رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک لڑائی کے دوران ان سے کہا گیا کہ "اگر آپ کو خوف اور

---

[1] تاریخ الإسلام للذهبي (٢/ ٤٥).

[2] سير أعلام النبلاء (١/ ٢٥٠).

[3] أخرجها ابن سعد في الطبقات (٣/ ٣٦١)، وابن الجوزي في صفة الصفوة (١/ ١٧٥).

خطرہ محسوس ہورہا ہو تو جھنڈا آپ کے علاوہ کسی اور کو دے دیا جائے"۔ سیدنا سالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "(اگر خوف کی وجہ سے جھنڈا کسی اور کو دے دوں) تب تو میں بہت بُرا قرآن کا عالم ہوں"۔ (جنگ کے دوران) ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ جب بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو جھنڈے کو سینے سے لگالیا۔ اس وقت وہ یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ○ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ○ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ﴾ [آل عمران: ۱۴۴۔۱۴۶]

ترجمہ: "اور محمد (ﷺ) ایک رسول ہی تو ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں، بھلا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا انہیں قتل کر دیا جائے تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور جو شکر گزار بندے ہیں، اللہ ان کو ثواب دے گا۔ اور یہ کسی بھی شخص کے اختیار میں نہیں ہے کہ اسے اللہ کے حکم کے بغیر موت آجائے، جس کا ایک معین وقت پر آنا لکھا ہوا ہے۔ اور جو شخص دنیا کا بدلہ چاہے گا ہم اسے اس کا حصہ دے دیں گے، اور جو آخرت کا ثواب چاہے گا ہم اسے اس کا حصہ عطا کر دیں گے۔ اور جو لوگ شکر گزار ہیں ان کو ہم جلد ہی ان کا اجر عطا کریں گے۔ اور کتنے سارے پیغمبر ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی"۔

جب آپ گر پڑے تو آپ نے ساتھیوں سے پوچھا: "ابو حذیفہ کا کیا ہوا؟" جواب ملا کہ "وہ شہید ہو گئے"۔ پھر پوچھا: "فلاں کا کیا ہوا؟" جواب ملا "وہ بھی شہید ہو گئے ہیں"۔ فرمایا: "مجھے ان دونوں کے درمیان لٹا دو"۔[1]

سیدنا یزید بن السکن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ احد کے دن جب سخت لڑائی شروع ہو گئی اور حضور اکرم ﷺ تک پہنچ گئی، اور آپ ﷺ نے اس دن دو زرہیں پہن رکھی تھیں جس کی وجہ سے کچھ بوجھ تھا۔ جب دشمن آپ کے قریب آگئے تو سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے انھیں آپ ﷺ سے ہٹایا، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ اور سیدنا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ بھی دشمنوں کو پیچھے دھکیل رہے تھے اور وہ شدید زخمی ہو گئے۔ خود حضور اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور آپ کے دانت مبارک شہید ہو گئے، اور آپ ﷺ کے ہونٹوں اور رخسار پر بھی زخم آئے۔ اس دن آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ رَجُلٌ يَبِيعُ لَنَا نَفْسَهُ؟"

"آج کون شخص ایسا ہے جو اپنی جان ہمارے لئے قربان کرے؟"

---

[1] أخرجه ابن المبارك في كتاب الجهاد (١/ ١٢٣)، وابن الأثير في أسد الغابة (٢/ ٣٨٢).

یہ سن کر انصار کے پانچ نوجوان پھلانگ کر میدان میں اترے۔ ان نوجوانوں میں سیدنا زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ سارے نوجوان شہید ہو گئے۔ سیدنا یزید لڑتے لڑتے زخمی ہو کر گر گئے۔ اسی دوران مسلمانوں نے حملہ کر کے سیدنا زیاد رضی اللہ عنہ کے آس پاس کافروں کو مار بھگایا۔ حضور اکرم ﷺ نے انھیں فرمایا: ”میرے قریب آجاؤ“۔ اس وقت وہ زخموں سے چور تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا پاؤں بچھا دیا۔ سیدنا زیاد رضی اللہ عنہ نے پاؤں مبارک پر اپنا منہ رکھا اور شہید ہو گئے[1]۔

احد کے دن حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ يَنْظُرُلِي مَا فَعَلَ سَعْدُ بنُ الرَّبِيعِ؟"

”کون ہے جو میرے پاس سعد بن ربیع کی خبر لے کر آئے؟“

ایک انصاری نے کہا: ”اے اللہ کے رسول! میں یہ کام کروں گا“۔ وہ انصاری صحابی مقتولین کے درمیان گھومنے لگے، یہاں تک کہ انھوں نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں دیکھا۔ آپ اس وقت آخری سانس لے رہے تھے۔ انصاری نے کہا: ”اے سعد! اللہ کے نبی نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں دیکھوں کہ آپ زندوں میں سے ہیں یا شہیدوں میں سے“۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں تو شہیدوں میں سے ہوں۔ میرا اسلام حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا دینا اور کہنا کہ سعد نے عرض کیا ہے: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے وہ بہترین بدلہ عطا فرمائے جو اللہ کسی قوم کی طرف سے اس کے نبی کو دیتا ہے۔ اور اپنی قوم (انصار) کو بھی میرا اسلام کہہ دینا اور ان سے کہنا: سعد نے تم سے کہا ہے کہ اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہیں ہو گا اگر حضور اکرم ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچی، اور تم میں سے کوئی آرام سے بیٹھا رہا“۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں جنت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں“۔[2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہ وہ پاکیزہ گروہ تھا جو اپنے نبی ﷺ پر ایمان لایا، ان کی نصرت کی، اور ان کے لائے ہوئے دین کے لیے اپنے زخمی جسموں اور اپنے کٹے بدنوں سے نذرانہ پیش کیا۔ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کا جو حق تھا، وہ ان پاکیزہ نفوس نے ادا کر دیا۔ انھوں نے خود وحی کو سنا اور وحی کو نازل ہوتے دیکھا، فضیلتوں کو سنا اور مجسم فضیلت بن گئے۔ یہ وہ پہلی نسل تھی جو اسلام نے پروان چڑھائی، اور انھوں نے اسلام کو پھیلایا۔ آج، اسلام پھر سے اجنبی ہے۔ آج اسلام پھر سے ایسے لوگوں کی تلاش میں ہے جو اس کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیں، جو اس کے لیے اپنی جانوں سے گزر جائیں، جو اپنی دنیا اس پر وار دیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی اجنبیت اور مظلومیت تبھی ختم ہو گی جب آج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جانشین مل جائیں۔ یہی وقت ہے کہ ہم اٹھ کر اللہ، اس کے رسول ﷺ اور دینِ اسلام کی نصرت کے لیے نکل کھڑے ہو جائیں۔ یہ اسلام کا

---

[1] أخرجه ابن المبارك في كتاب الجهاد (١/ ١٠٤) بإسناد حسنه ابن النحاس.

[2] أخرجه ابن المبارك في كتاب الجهاد. (١/ ١٠٨) مرسلًا، والحاكم في المستدرك (٤٩٠٦ و ٤٩٠٧).

حکم بھی ہے، یہ مسلمانی غیرت بھی ہے اور یہ ہمارا ورثہ بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حقیقی جانشینی نصیب فرمائیں، آمین۔

اٹھارواں باب

اللہ کے راستے میں کافروں کو قتل کرنے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ [النساء:۷۴]

ترجمہ: ”اور جو اللہ کے راستے میں لڑے گا، پھر چاہے قتل ہو جائے یا غالب آجائے، (ہر صورت میں) ہم اس کو زبردست ثواب عطا کریں گے“۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ﴾ [محمد:۴]

ترجمہ: ”اور جب ان لوگوں سے تمہارا مقابلہ ہو جنہوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے، تو ان کی گردنیں مارو“۔

قرآنِ مجید میں اس طرح کی آیات بہت زیادہ ہیں جن میں کافروں کو قتل کرنے اور ان کے خلاف قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يَجْتَمِعُ كَافِرٌ وَقَاتِلُهُ فِي النَّارِ أَبَدًا".[1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کافر اور اس کو قتل کرنے والا کبھی جہنم میں جمع نہیں ہوں گے“۔

عَن أَبِي أَيُّوبَ - خَالِدِ بنِ زَيْدٍ - رضي الله عنه، عَن رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، قال: "مَنْ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَبَرَ حَتَّى يُقْتَلَ أَوْ يَغْلِبَ لَمْ يُفْتَنْ فِي قَبْرِه".[2]

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص کا دشمن سے مقابلہ ہوا پھر وہ ڈٹ کر لڑا یہاں تک کہ شہید ہو گیا یا غالب رہا تو وہ قبر کے فتنے میں مبتلا نہیں ہو گا“۔

عَن أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قالَ يَوْمَ حُنَيْنٍ: "مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلَبُه".

---

[1] رواه مسلم (١٨٩١) وغيره.

[2] رواه الطبراني في الكبير (٤٠٩٤)، ورواه الحاكم في المستدرك (٢٥٥٦)، وقال : صحيح الإسناد، وأخرجه ابن أبي عاصم في الجهاد (١٢٦) بلفظ: من لقي في الله فصبر.. الحديث.

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حنین کے دن ارشاد فرمایا: "جو کسی کافر کو قتل کرے گا، اس کافر کا سامان اسے ملے گا"۔ سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس دن بیس کافروں کو قتل فرمایا اور ان کا سامان حاصل کیا۔[1]

سیدنا سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے اپنی اس تلوار سے ایک سو زرہ بند کافروں کو قتل کیا، وہ سارے غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ میں نے ان میں سے کسی کو باندھ کر نہیں مارا (یعنی سارے لڑائی کے دوران مارے)"۔[2]

فائدہ: سیدنا سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے صحابہ میں ذکر کیا ہے، جب کہ امام ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے انھیں صحابی قرار نہیں دیا۔ آپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوفہ کے پہلے گورنر بنے۔ اس وقت آپ کے پاس چار ہزار گھوڑے دشمن کے دفاع کے لئے تیار رہتے تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ آرمینیا کے گورنر بنے اور شہید ہوئے۔ آپ کو 'سلمان الخیل' کہا جاتا تھا۔

امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار سیدنا براء بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی پیٹھ کے بل لیٹ کر کچھ ترنم سے پڑھنے لگے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے انھیں فرمایا کہ "اے بھائی! اللہ کا ذکر کرو"۔ یہ سن کر سیدنا براء رضی اللہ عنہ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: "اے انس! اے میرے بھائی! میں اپنے بستر پر نہیں مروں گا۔ میں نے میدانِ جنگ کے مبارزہ میں سو مشرک قتل کئے ہیں۔ اور یہ ان کے علاوہ ہیں جن کے قتل میں میں نے شرکت کی (یعنی جو گھمسان کی لڑائی میں مارے گئے)"۔[3]

فائدہ: سیدنا براء بن مالک رضی اللہ عنہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ غزوۂ احد اور اس کے بعد کی لڑائیوں میں شریک رہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ کے بارے میں لکھا کرتے تھے کہ "انہیں کسی لشکر کا امیر نہ بناؤ کیونکہ یہ اس لشکر کو ہلاکت خیز مقامات میں ڈال دیں گے (یعنی یہ بے حد بہادر ہیں اور آگے بڑھ کر لڑنے کے عادی ہیں)"۔ مسیلمہ کذاب کے ساتھ لڑائی میں یہ اپنے ہاتھ میں ڈھال لے کر تیروں کی بوچھاڑ میں آگے بڑھتے اور حملہ کرتے رہے، یہاں تک کہ دروازے تک پہنچ کر اسے کھول دیا۔ اس دن آپ کو اسّی (۸۰) سے زائد زخم لگے۔

عَن أَنَسٍ رضي الله عنه قال: قالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "رُبَّ أَشْعَثَ أَغْبَرَذِيْ طِمرَيْنِ لَا

---

[1] رواه أبو داود (٢٧١٨) وحسنه، والدارمي في سننه (٢٥١٤- ٢٦٤١)، وابن أبي شيبة في مصنفه (٣٨١٤٣).

[2] رواه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٨١٢).

[3] أخرجه عبد الرزاق في مصنفه (٩٤٦٩) بإسناد صححه ابن النحاس.

يُؤْبَهُ لَه، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ، مِنْهُمُ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ".[1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بعض پراگندہ بالوں والے غبار آلودو پرانی چادروں والے شخص جن کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، اگر اللہ کے نام پر کسی چیز کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔ براء بن مالک بھی انہیں میں سے ہیں"۔

مسلمانوں نے تستر کی لڑائی کے دن آپ سے کہا کہ "اپنے رب کے نام کی قسم کھائیں"، تو آپ نے فرمایا: "اے میرے پروردگار! میں آپ کے نام پر قسم دیتا ہوں کہ آپ جب ہمیں ان (کافروں) پر غلبہ دے دیں تو مجھے اپنے نبی ﷺ سے ملادیں (یعنی شہادت نصیب فرمادیں)"، اس کے بعد آپ نے حملہ شروع کر دیا۔ دوسرے مسلمانوں نے بھی ان کے ساتھ مل کر حملہ کیا۔ اہلِ فارس کو شکست ہوئی اور سیدنا براء بن مالک رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔[2]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم بنا کر بھیجا گیا تو سیدنا براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔ وہ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے وزراء میں سے تھے۔ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا کہ "آپ اپنے لئے جو کام چاہیں، پسند کر لیں"۔ سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا جو کچھ میں آپ سے مانگوں گا، آپ مجھے دیں گے؟" سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جی ہاں"۔ اس پر سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "میں نہ تو آپ سے کسی شہر کی امارت مانگتا ہوں اور نہ خراج وصول کرنے کی ذمہ داری۔ بس آپ مجھے میری کمان، گھوڑا، نیزہ، تلوار اور زرہ دے کر جہاد میں جانے کی اجازت دے دیجیے"۔ چنانچہ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو ایک لشکر دے کر بھیج دیا اور آپ اس لشکر میں سب سے پہلے شہید ہو گئے۔[3]

حضرت علی بن بکار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں نے روم کی لڑائیوں میں ایک شخص کو دیکھا کہ ان کی آنتیں ان کے گھوڑے کی زین پر نکلی پڑی تھیں۔ انہوں نے ان آنتوں کو اپنے پیٹ میں ڈال کر اوپر سے اپنی پگڑی باندھ لی اور اسی حالت میں لڑتے ہوئے دس سے زیادہ رومی سرداروں کو قتل کیا"۔[4]

---

[1] أخرجه الترمذي (٣٨٥٤)، وقال: هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه، وأبو يعلى في مسنده (٣٩٨٧)، والحاكم في المستدرك (٥٢٧٤) وصحح إسناده، ووثق رجاله المناوي في تخريج المصابيح (٥/ ٣٤٦).

[2] أخرجه أبو نُعيم معرفة الصحابة (١/ ٣٨١)، وابن الجوزي في المنتظم (٤/ ٢٣٩).

[3] أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٧٤٤).

[4] أسنده البيهقي في شعب الإيمان (٦/ ١٦٧)..

فوائد

اسلام امن اور سلامتی والا دین ہے اور اسلام کے ہر حکم میں پوری انسانیت کے لئے زندگی اور امن وسکون کا پیغام پوشیدہ ہے۔ جس طرح انسانی جسم میں اگر کینسر ہو جائے تو اس کینسر کو فوری طور پر کاٹ پھینکنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر اس کینسر کو نہ کاٹا جائے تو پورے جسم کے گل سڑ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ موذی جانور جن کا انسانوں کے درمیان وجود انسانیت کے لئے خطرہ ہوتا ہے، ان کو مارنا بھی انسانیت کے تحفظ کے لئے سخت ضروری ہوتا ہے۔ آج کی غیر مہذب دنیا میں بھی منشیات کے تاجروں اور دوسرے خطرناک مجرموں کو مارنے کے قوانین موجود ہیں اور ان کو ہر کوئی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے، کیونکہ ان لوگوں کے وجود اور ان کی کارروائیوں کو انسانیت کے لئے شدید خطرہ سمجھا جاتا ہے۔ اسلام تو آیا ہی انسانیت کو ہر طرح کے نقصان اور برائیوں سے بچانے کے لئے ہے۔ چنانچہ وہ کافر جو کفر کے سوداگر بنے پھرتے ہیں اور دن رات اپنی پھونکوں سے نورِ اسلام کو بجھانے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں، ان کا وجود انسانیت کے لئے سخت خطرے اور نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ وہ کفر جیسی لعنت اور غلاظت کو پھیلاتے ہیں اور اسلام جیسی نعمت کو انسانیت سے چھیننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلام نے ان کافروں کو بھی ہدایت کا پیغام سنایا ہے، اور انہیں بھی دعوت دی ہے کہ وہ اپنی ان انسانیت کش حرکتوں سے باز آجائیں۔ لیکن جب وہ نہیں مانتے اور خم ٹھونک کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف میدانوں میں نکل آتے ہیں تو پھر اسلام نے ان کے ختم کرنے کو ایک فرض اور ایک عظیم الشان عبادت قرار دیا ہے۔ اور ان میں سے ہر کافر کو قتل کرنے پر جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ جو انسانیت کے خیر خواہ ہیں، اس فرض کو ادا کرنے کے لئے اور انسانیت کے اندر موجود اس کینسر کو کاٹنے کے لئے بھرپور کوشش کرتے ہیں، اور زیادہ سے زیادہ کافروں کو جہنم واصل کر کے زمین کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کرتے ہیں۔ کسی بھی زمین پر اس وقت تک کوئی نفع مند فصل نہیں لگائی جا سکتی جب تک وہاں موجود مضر اور نقصان دہ جڑی بوٹیوں اور کیڑے مکوڑوں کا صفایا نہ کر دیا جائے اور ان کی جڑیں کاٹ کر انہیں زمین کے لئے کھاد نہ بنا دیا جائے۔ اسی طرح مسلمان بھی جہاد کا ہل چلا کر زمین سے ان غلط عناصر کو اکھاڑ پھینکتے ہیں اور غلیظ کافروں کے خون کو زمین کے لئے کھاد بنا دیتے ہیں۔ اور پھر اپنے پاک خون کو بیج کی طرح زمین پر چھڑکتے ہیں تب جا کر زمین پر امن وسکون کی فصل لہلہانے لگتی ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین چونکہ اس نکتے کو سمجھ چکے تھے۔ اس لئے انھوں نے پہلے جزیرۃ العرب کو کافروں کے وجود سے پاک کیا۔ 'قلیبِ بدر' نامی کنوئیں میں ستّر (۷۰) کافروں کی لاشیں ڈال کر مکہ سے کفر کا جنازہ نکال دیا۔ پھر مدینہ منورہ میں موجود یہودیوں سے مدینہ کی سرزمین کو پاک کیا اور کئی گوریلا کارروائیوں کے ذریعے کفر کے بڑے بڑے ستونوں کو (جو گستاخیِ رسول ﷺ جیسے ناقابلِ معافی جرمِ عظیم میں مبتلا تھے) نیست ونابود کر دیا۔ وہ ایک ایک دن میں نو نو تلواریں ان کافروں پر توڑتے تھے اور ان کے نیزے ان کافروں کے جسم چھید چھید کر ٹیڑھے ہو جاتے تھے۔

کاش! آج کے مسلمان بھی اس فرض کی ادائیگی اور ان فضائل کو حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھیں۔ آج ایک طرف مکہ کے مشرکین کی تاریخ ہندوستان میں اور بنو قریظہ اور بنو نصیر کی صیہونیت کی تاریخ اسرائیل میں دہرائی جارہی ہے۔ کعب بن اشرف کا کردار بھی موجود ہے۔ قسطنطین کی باقیات بھی پوری دنیا کو صلیب پر لٹکانے کے خواب دیکھ رہی ہیں۔ مسیلمہ کذاب کے مشن کی تکمیل کے لئے بھی قوتیں میدان میں سرگرم ہیں۔ کل تک یہ عذر کیا جاسکتا تھا کہ ان سب کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کے پاس دنیا کا اکثر رقبہ ہونے کے باوجود کوئی علاقہ دارالاسلام نہیں ہے۔ مگر اب الحمدللہ مسلمانوں کو افغانستان کی صورت میں دارالاسلام بھی نصیب ہوچکا ہے اور امارتِ اسلامیہ کی صورت میں واحد مرکزی اسلامی حکومت۔

بس اب ضرورت ہے بدر و حنین اور یمامہ و یرموک کے مجاہدین کی، مدینہ منورہ میں تیار ہونے والے لشکروں اور گوریلا دستوں کے حقیقی جانشینوں کی۔ اب الحمدللہ، ان کی خوبصورت جھلک بھی نظر آرہی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے چاروں طرف پھیلے ہوئے مکڑی کے ان جالوں کو طاقتور اور مضبوط نہ سمجھیں بلکہ مدینہ منورہ سے نکلنے والے تین سو تیرہ جانبازوں اور ان کے چاروں طرف پھیلے ہوئے کفر کے سوداگروں کو یاد کریں۔ اور ماضی کی اس تاریخ کو حال میں دہرا کر یہ ثابت کردیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے جس طرح کل کسی سے بھی نہیں ڈرتے تھے، آج بھی کسی سے نہیں ڈرتے، اور کل جس طرح انہوں نے چند سالوں میں دنیا کے نقشے کو بدل دیا تھا، آج بھی وہ دنیا کے نقشے کو بدلنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

یا اللہ! ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، آمین۔

انیسواں باب

اکیلے مجاہد یا مختصر جماعت کا دشمن کے بڑے لشکر پر حملہ، اس کی فضیلت اور احکام

سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا واقعہ

سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومیوں کے مقابلے کے لئے صُفَّر (نامی مقام) پر اترے تو میں (اکیلا) اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر جابیہ کے دروازے تک پہنچ گیا، جو کہ دمشق شہر کا ایک دروازہ ہے۔ وہاں میں نے اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کے جسم کو مَلا، پھر اس پر زین کَسی اور اپنا نیزہ ہاتھ میں سنبھال لیا (یعنی حملے کے لئے تیار ہو گیا)۔ اسی اثناء میں میں نے جابیہ کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ قضائے حاجت کے لئے نکلے ہیں۔ میں نے کہا کہ ایسے لوگوں پر حملہ کرنا میرے لئے عار کی بات ہے۔ اس کے بعد ایک بڑا لشکر نکلا، میں نے اسے آگے جانے دیا۔ جب وہ آگے بڑھ گیا تو میں نے پیچھے سے ان پر حملہ کر دیا اور نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ انھوں نے سمجھا کہ ان کا شہر گھیرے میں آ گیا ہے، چنانچہ وہ پیچھے لوٹے۔ میں نے (تاک کر) ان کے سردار پر حملہ کیا اور نیزہ مار کر اسے گرا دیا۔ پھر میں نے آگے بڑھ کر اس کے برذون (یعنی تیز رفتار دیو ہیکل ترکی گھوڑے) کی لگام میں ہاتھ ڈالا اور اس پر سوار ہو گیا۔ لشکر والوں نے جب مجھے اکیلا دیکھا تو میری طرف بڑھے۔ میں بھی ان کی طرف مڑا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص ان میں سے آگے بڑھ چکا ہے۔ میں نے لگام کو زین کے سرے میں پھنسایا اور خود نیزہ لے کر اس پر حملہ آور ہوا اور اس کو چھید دیا۔ پھر میں برذون کی طرف لوٹا۔ لشکر والے میرے پیچھے بڑھے۔ میں پھر واپس مڑا اور پہلے کی طرح ایک اور شخص کو نیزے سے ہلاک کر دیا۔ جب انھوں نے میرا یہ طریقہ دیکھا تو واپس لوٹ گئے۔ میں وہاں سے واپس صُفَّر (نامی مقام) میں آ گیا۔ میں نے اپنے خیمے کے پاس آ کر ترکی گھوڑے کو باندھا اور اس کی زین اتاری اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا۔ اس وقت ان کے پاس رومیوں کا سب سے بڑا سردار بھی اپنے شہر والوں کے لئے امان مانگنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: "کیا تمھیں معلوم ہے کہ تمہارا نائب فلاں سردار مارا گیا ہے"۔ اس نے رومی زبان میں کہا: "مثانوس یعنی اللہ نہ کرے"۔ سیدنا واثلہ رضی اللہ عنہ وہی ترکی گھوڑا لے کر آ گئے۔ رومی سردار نے جب گھوڑا دیکھا تو پہچان گیا اور سیدنا واثلہ سے کہنے لگا: "کیا اس کی زین مجھے بیچو گے؟" سیدنا واثلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جی ہاں"۔ اس نے کہا: "میں اس کے دس ہزار دینے کے لئے تیار ہوں"۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ بیچ دو۔ میں نے کہا: "امیر صاحب! آپ بیچئے"۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے

وہ زین بیچ دی اور اس رومی کا سارا سامان مجھے عنایت فرمادیا‘‘۔[1]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا واقعہ

اسی سلسلے کا ایک مشہور واقعہ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ’ذی قرد‘ نامی مقام میں حضور اکرم ﷺ کی اونٹنیوں کی چراہ گاہ تھی۔ اور اس چراہ گاہ کے نگراں... جو سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے... کو مشرکین نے شہید کر دیا اور سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اور تمام اونٹنیوں کو پکڑ کر لے گئے۔ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کو اس چراہ گاہ میں لے کر جارہے تھے۔ انھوں نے ایک شخص کو اسی گھوڑے پر بٹھا کر حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دینے کے لئے روانہ کیا اور خود ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر تین بار آواز لگائی: یاصباحا۔ اور خود اپنی کمان اور تیر لے کر پیدل ان کے پیچھے دوڑے۔ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بڑے ماہر تیر انداز تھے اور بہت تیز دوڑتے تھے۔ وہ اس حملہ آور لشکر سے آگے نکل کر راستے میں بیٹھ جاتے تھے اور پھر ان کے گھڑ سواروں پر تیر چلا کر ان کے گھوڑوں کو زخمی کر دیتے تھے۔ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تیر برساتے جاتے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے۔

**خُذْهَا وَ أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعْ		وَالْيَوْمَ يَوْمُ الرُّضَّعْ**

[یہ لو! میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کے دن معلوم ہو جائے گا کہ کس نے شریف عورت کا دودھ پیا ہے اور کون کمینہ ہے۔]

سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ کی یہ عجیب و غریب پیدل کارروائی جاری رہی اور ایک ایک کر کے اونٹنیوں کو چھڑاتے، باندھتے اور پھر دوڑ کر آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام اونٹنیاں بھی ان سے چھڑالیں اور تیس یمنی چادریں بھی ان سے چھین لیں۔ اسی اثناء میں حضور اکرم ﷺ کا لشکر آپہنچا۔ اس میں سب سے آگے سیدنا اخرم اسدی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا اخرم کو سمجھایا کہ آپ پیچھے سے حضور اکرم ﷺ کے لشکر کو آنے دیں اور جلدی نہ کریں۔ اس پر سیدنا اخرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’اے سلمہ! اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور مانتے ہو کہ جنت اور جہنم حق ہیں تو میرے اور شہادت کے درمیان رکاوٹ نہ بنو‘‘۔ یہ سن کر میں نے ان کے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی۔ انہوں نے عبد الرحمٰن بن عیینہ پر حملہ کیا اور اس کے گھوڑے کو زخمی کر دیا، مگر عبد الرحمٰن نے نیزے کا وار کیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر عبد الرحمٰن کو قتل کر دیا۔ پھر وہ آگے بڑھے تو میں ان کے پیچھے دوڑتا رہا اور شام کو ان کے دو گھوڑے لے کر حضور اکرم ﷺ کے لشکر میں پہنچا، جو پانچ سو یا سات سو افراد پر مشتمل تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: ’’اے اللہ کے رسول! میں ان کو فلاں جگہ پیاسا چھوڑ کر آیا ہوں۔ اگر آپ سو آدمی مجھے دے دیں

---

[1] تاريخ دمشق (٣٤٥/٦٢) وأخرجه ابن زنجويه في الأموال (١/ ٤٢٨) برقم: (٦٩٤).

تو میں ان سب کو قتل (یا گرفتار) کر کے لے آؤں گا"۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ خوشی سے مسکرانے لگے۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"خَيرُ فُرْسَانِنَا الْيَوْمَ أَبُو قَتَادَةَ، وَخَيْرُ رِجَالَتِنَا سَلَمَةُ".

"ابو قتادہ! ہمارے بہترین گھڑ سوار ہیں اور سلمہ بن اکوع ہمارے بہترین پیادے ہیں"۔

پھر آپ ﷺ نے مجھے مالِ غنیمت میں سے گھڑ سوار اور پیادہ، دونوں کا حصہ عطا فرمایا۔[1]

فائدہ: امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح حدیث سے ثابت شدہ اس قصے سے چند باتیں وضاحت کے ساتھ سمجھ میں آتی ہیں:

۱۔ اکیلے آدمی کا کافروں کے لشکر پر حملہ کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ سیدنا سلمہ بن اکوع، سیدنا اخرم، اور سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کیا، اور حضور اکرم ﷺ نے سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی اور سیدنا اخرم رضی اللہ عنہ کے فعل کو بھی غلط قرار نہیں دیا۔

۲۔ امیر کو چاہیئے کہ اپنے مامور کو اکیلے حملہ کرنے سے روکے، لیکن اگر اسے اپنے اس مامور کے مضبوط ارادے، سچی نیت اور شوقِ شہادت کا علم ہو جائے تو پھر اجازت دینے میں بخل نہ کرے، جیسا کہ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے پہلے سیدنا اخرم رضی اللہ عنہ کو منع کیا، پھر اجازت دے دی۔ اور حضورِ اکرم ﷺ نے ان کے کسی عمل کو غلط قرار نہیں دیا۔

۳۔ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے حضورِ اکرم ﷺ سے جو سو آدمی مانگے، اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ کافروں کا لشکر کئی افراد پر مشتمل تھا، ورنہ سو آدمیوں کو لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔

جنگِ یرموک کے گمنام شہید کا واقعہ

ایک شخص نے جنگِ یرموک کے دن سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے کہا: "آج میں نے دشمنوں پر (اکیلے) حملہ کرنے کا عزم کر لیا ہے، کیا آپ حضورِ اکرم ﷺ کے نام کوئی پیغام بھیجنا چاہتے ہیں"۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ ہم نے اپنے رب کے وعدوں کو سچا پایا"۔ پھر وہ شخص حملے کے لیے آگے بڑھا، اور وہ جنگِ یرموک کا سب سے پہلا شہید تھا[2]۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی واقعے کو اشعار میں یوں بیان کیا ہے:

صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند　　　تھی منتظر حنا کی عروسِ زمینِ شام

---

[1] أخرجه مسلم (١٨٠٧)، وأحمد (١٦٥٣٩).

[2] فتوح الشام للواقدي (١/ ١٩٤)، تاريخ دمشق (٢/ ١٥١).

اک نوجوان صورتِ سیماب مضطرب　　آ کر ہوا امیرِ عسا کر سے ہم کلام
اے بو عبیدہ رخصتِ پیکار دے مجھے　　لبریز ہو گیا مرے صبر و سکوں کا جام
بے تاب ہو رہا ہوں فراقِ رسول میں　　اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام
جاتا ہوں میں حضورِ رسالت پناہ میں　　لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام
یہ ذوق و شوق دیکھ کر پر نم ہوئی وہ آنکھ　　جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغِ بے نیام
بولا امیر فوج کہ وہ نوجواں ہے تو　　پیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام
پوری کرے خدائے محمد تری مراد　　کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام
پہنچے جو بارگاہِ رسولِ امیں میں تو　　کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام
ہم پہ کرم کیا ہے خدائے غیور نے　　پورے ہوئے جو وعدے کیے تھے حضور نے

سیدنا بسر بن اَرطاۃ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

سیدنا بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ رومیوں کے ساتھ جہاد کے دوران ان کے لشکر کے ساقہ (پچھلے حصے) کو برابر نقصان پہنچتا رہا۔ سیدنا بسر رضی اللہ عنہ ان کے لئے کمین گاہیں بناتے، مگر رومی چھپ کر ان پر حملہ کر دیتے۔ سیدنا بسر رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھ کر سو آدمی اپنے ساتھ لئے اور لشکر سے پیچھے ایک پہاڑ کے دامن میں چھپ گئے۔ وہاں سے انہوں نے ایک جگہ تیس ترکی گھوڑے بندھے ہوئے دیکھے اور ان کے ایک جانب گرجاگھر تھا۔ اس گرجے میں ان گھوڑوں کے سوار تھے اور یہی لوگ اسلامی لشکر پر پیچھے سے حملے کرتے تھے۔ سیدنا بسر رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا قریب ہی باندھا اور خود اکیلے گرجاگھر میں داخل ہوئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ رومی دروازے کے بند ہونے سے حیران ہوئے اور اپنے نیزوں کی طرف بھاگے مگر نیزے اٹھانے سے پہلے ہی ان میں سے تین زمین پر تڑپ رہے تھے۔ ادھر سیدنا بسر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے جب انہیں نہ پایا تو ان کی تلاش میں نکلے۔ گرجے کے پاس انہوں نے آپ کے گھوڑے کو پہچان لیا اور انہیں گرجے کے اندر سے شور بھی سنائی دیا تو انہوں نے اس میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر دروازہ بند تھا۔ چنانچہ انہوں نے چھت کو توڑ کر جگہ بنائی اور اندر گھس گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ سیدنا بسر رضی اللہ عنہ نے اپنے بائیں ہاتھ سے اپنی آنتیں سنبھالی ہوئی ہیں اور دائیں ہاتھ میں تلوار لے کر لڑ رہے ہیں۔ جب ان کے ساتھی گرجاگھر پر قابض ہو گئے تو سیدنا بسر رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس لڑائی میں کئی رومی مارے گئے اور کئی قید ہوئے۔ ان قیدیوں نے سیدنا بسر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں سے پوچھا کہ ”یہ کون ہیں؟“ انہوں نے کہا: ”یہ بسر بن ارطاۃ ہیں“۔ وہ کہنے لگے: ”اللہ کی قسم! کسی ماں نے اس جیسا نہیں جنا ہو گا“۔ ان کے ساتھیوں نے ان کی آنتوں کو ان کے پیٹ میں واپس رکھ دیا اور اپنے عمامے پھاڑ کر ان کی پٹی کی اور انہیں اٹھا کر لے آئے۔ علاج کے بعد

اللہ تعالیٰ نے انہیں تندرستی عطا فرما دی۔[1]

فائدہ: سیدنا بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ اس امت کے عظیم بہادروں میں سے ایک تھے۔ ان کے صحابی ہونے میں مورخین کا اختلاف ہے۔ امام یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا بسر تلوار کے دھنی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر کئی علاقے فتح فرمائے۔

شرحبیل حمیری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت ولید بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حمص کے رہنے والے ایک بزرگ شخص نے بتایا کہ ان کی ملاقات ایک بوڑھے رومی شہسوار سے ہوئی، جو کسی زمانے میں حمص کے رومی لشکر کا سپاہی تھا، اور ایک آنکھ سے کانا تھا۔ اس بوڑھے رومی نے بتایا کہ جب مسلمانوں نے حمص پر لشکر کشی کی تو انہوں نے بحیرۂ قدس کے ایک دریا پر پڑاؤ ڈالا۔ حمص کے رومی جرنیل نے مجھے تیس گھڑسوار دے کر بھیجا کہ میں مسلمانوں میں سے کسی کو پکڑ کر لے آؤں یا ان کے حالات معلوم کر کے آؤں۔ میں اپنے ساتھیوں کو لے کر لشکر کے قریب ایک گھاٹی کے دامن میں چھپ گیا۔ اس دوران ہم نے دریا کے دوسرے کنارے پر ایک شخص کو دیکھا جو دریا میں سے اپنے گھوڑے کو پانی پلا رہا تھا اور اس کا نیزہ اس کے ایک طرف رکھا ہوا تھا۔ جب اس کی نظر ہم پر پڑی تو اس نے گھوڑے پر زین ڈالی اور سوار ہو گیا اور اپنا نیزہ ہاتھ میں لے لیا۔ ہم نے سمجھا کہ یہ ہم سے ڈر کر اپنے لشکر کی طرف بھاگ رہا ہے۔ لیکن اچانک اس نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ ہم اس کی جرأت اور بے خوفی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ دریا سے نکل کر جب گھوڑا کیچڑ اور دلدل والی جگہ کے پاس آیا تو اس نے وہاں سے چھلانگ لگانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ یہ دیکھ کر وہ گھڑسوار گھوڑے کی زین پر کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے نیزے کا سہارا لے کر چھلانگ لگائی اور دلدل کو عبور کر لیا۔ وہاں سے اس نے گھوڑے کو آواز دی تو گھوڑا بھی پہنچ گیا۔ یہ شخص اس پر سوار ہو کر ہماری طرف بڑھا اور ہم پر حملہ کر کے اس نے ہمیں بکھیر دیا۔ اور ہم میں سے ایک شخص کو الگ دیکھ کر قتل کر دیا۔ اسی طرح اس نے کئی بار کیا۔ ہم باقی لوگ جان بچانے کے لئے شہر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے، مگر وہ ہمارا پیچھا کرتا رہا اور ایک ایک کو قتل کرتا رہا، یہاں تک کہ میرے سوا کوئی زندہ نہ بچا۔ جب وہ حمص کے دروازے کے قریب پہنچ گیا تو دروازے پر موجود پہرے دار نے اس کی ساری کارگزاری دیکھ لی اور اس کی اطلاع پر کئی گھڑسوار ہماری طرف نکلے۔ میں نے جب گھڑسواروں کو آتے ہوئے دیکھا تو میں نے خیال کیا کہ وہ نوجوان گھڑسواروں کو دیکھ کر واپس بھاگ گیا ہو گا، چنانچہ میں نے اسے دیکھنے کے لئے گردن موڑی تو اس کا نیزہ میری آنکھ میں لگا۔ اسی اثناء میں رومی گھڑسواروں نے اسے گھیر کر شہید کر دیا۔ ادھر مسلمانوں کی ایک جماعت اس کی تلاش میں نکلی مگر وہ تب

---

[1] تاريخ دمشق (١٠/ ١٤٩)، تهذيب الكمال (٤/ ٦٢).

پہنچے جب یہ شہسوار گر چکا تھا۔ میں جب شہر میں داخل ہوا تو لوگ کہتے تھے: مسحل مسحل، یعنی وہ شخص بہت بہادر اور اکیلا لڑنے والا تھا۔ اسی وجہ سے اس جگہ کو جہاں اس شہسوار کو دفن کیا گیا "دیر مسحل" کہتے ہیں۔[1]

سلطان الپ ارسلان رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

اس طرح کے واقعات میں سے عجیب ترین واقعہ محمد بن داؤد الپ ارسلان کا ہے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ رومیوں کا بادشاہ قسطنطنیہ سے چھ لاکھ کا لشکرِ جرار لے کر نکلا اور رضاکارانہ طور پر نکلنے والوں کی تعداد ان کے علاوہ تھی۔ یہ لشکر سمندر کی طرح آگے بڑھ رہا تھا اور اس کے پاس موجود اسلحے اور آلاتِ حرب کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ اپنی طاقت اور کثرت کے نشے میں مست ہو کر انہوں نے ہر ایک لاکھ لشکر کے لئے مسلمانوں کے الگ الگ علاقے تقسیم کر دیے تھے کہ فلاں علاقہ فلاں ایک لاکھ کو ملے گا، فلاں علاقہ فلاں ایک لاکھ کو۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر اسلامی ممالک میں بے چینی اور خوف پھیل گیا۔ اور کئی جگہوں پر مسلمان اپنے علاقوں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ علاقے رومی لشکر کے لئے خالی کر دیے۔ الپ ارسلان سلجوقی اس وقت عجم اور عراق کے مسلمان حکمران تھے۔ انہوں نے اپنے وزراء کو جمع کیا اور فرمایا: "تم جانتے ہو کہ آج مسلمانوں پر کتنی بڑی مصیبت نازل ہو چکی ہے۔ تم لوگ اس بارے میں کیا رائے دیتے ہو"۔ انہوں نے کہا کہ "ہم تو آپ کے حکم کے تابع ہیں۔ ویسے اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے"۔ سلطان ارسلان نے کہا: "ہمارے لئے کوئی جائے فرار بھی تو نہیں ہے۔ جب ہم نے مرنا ہی ہے تو عزت والی موت مرنا زیادہ بہتر ہے"۔ وزراء نے کہا: "اگر آپ تیار ہیں تو ہماری جانیں بھی آپ کے ساتھ قربان ہوں گی"۔ چنانچہ جہاد کا فیصلہ ہو گیا اور یہ طے پایا کہ اپنے ملک کے پہلے ہی شہر میں اس لشکر کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ بیس ہزار چنے ہوئے مشہور بہادر اس لشکر میں شامل ہوئے۔ جب لشکر نے پہلا پڑاؤ ڈالا تو سلطان نے دیکھا کہ اب وہ پندرہ ہزار رہ گئے ہیں اور پانچ ہزار (خوف کی وجہ سے) واپس جا چکے ہیں۔ اگلے پڑاؤ پر لشکر کی تعداد بارہ ہزار رہ گئی تھی۔ جس دن صبح کے وقت یہ مختصر لشکر رومی لشکر کے سامنے پہنچا تو رومی لشکر کو دیکھ کر ان کی عقلیں دنگ رہ گئیں اور ذہن ماؤف ہو گئے۔ اسلامی لشکر رومی لشکر کے مقابلے میں اس طرح نظر آ رہا تھا جس طرح کالے بیل کے جسم میں سفید تِل (یا نشان)۔ سلطان نے کہا: "میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں سورج کے زوال کے بعد ان سے جنگ شروع کروں گا"۔ ساتھیوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ "اس وقت روئے زمین کے ہر منبر پر ہمارے لئے دعا کی جا رہی ہو گی، کیونکہ آج جمعہ کا دن ہے"۔
سورج ڈھلنے کے بعد سب نے نماز ادا کی پھر سلطان نے کہا: "ہر کوئی اپنے ساتھی سے الوداعی ملاقات کر لے اور جو وصیت کرنی ہو

[1] عزاها المصنف إلى ابن عساكر، ولم أجدها في تاريخه، فلعله عزاها إلى كتاب القاسم بن عساكر المفقود، ولكني وجدت القصة عند أبي الربيع الحميري في كتابه الاكتفاء بما تضمنه مغازي رسول الله والثلاثة الخلفاء (٢/ ٢٤٤)، وهو الذي سمّى صاحب القصة شرحبيل، ونسبه إلى حمير، وكان من أصحاب خالد بن الوليد رضي الله عنه.

وہ بھی کرلے"۔ چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا۔ سلطان نے فرمایا: "میں نے ان پر خود حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جب میں حملہ کروں تو تم بھی حملہ آور ہو جانا، اور جو کچھ میں کروں وہی کچھ کرنا"۔ مشرکین نے کل بیس صفیں بنائیں اور کسی صف کا کنارہ نظر نہیں آتا تھا۔ سلطان نے کہا: "اللہ کے نام اور اس کی برکت کے ساتھ میرے پیچھے پیچھے حملہ شروع کردو"۔ پھر سلطان نے حملہ شروع کیا اور لشکر والوں نے بھی اکٹھا حملہ کر دیا اور وہ دشمنوں کی صفوں کو پھاڑتے ہوئے بادشاہ کے خیموں تک پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر سلطان نے رکنے کا حکم دیا اور پھر ان خیموں کو گھیر لیا۔ بادشاہ کے ساتھ والوں کو اس کا تصور بھی نہیں تھا کہ کوئی ان تک پہنچ سکے گا۔ چنانچہ وہ سب غفلت میں مارے گئے۔ مسلمانوں نے ایک رومی کا سر کاٹ کر نیزے پر رکھا اور اعلان کر دیا کہ رومی بادشاہ مارا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور وہ شکست کھا کر پیچھے بھاگنے لگے، لیکن مسلمانوں کی تلواروں نے ان سے پچھلے تمام دنوں کا بدلہ چکایا۔ چنانچہ تمام لشکر والے یا تو مارے گئے یا گرفتار کر لئے گئے۔ سلطان الپ ارسلان رومی بادشاہ کے تخت پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے اس کے دستر خوان پر کھانا کھایا اور پھر رومی بادشاہ کو حاضر کرنے کے لئے کہا۔ رومی بادشاہ کے گلے میں رسی ڈال کر سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو سلطان نے پوچھا: "اگر تم مجھ پر فتح پالیتے تو میرے ساتھ کیا سلوک کرتے؟" رومی بادشاہ نے کہا: "کیا تمہیں اس میں شک ہے کہ تم قتل کر دیے جاتے؟" سلطان نے کہ "میں تجھ جیسے گھٹیا آدمی کو قتل کرنا گوارہ نہیں کرتا، اسے لے جاؤ اور فروخت کر دو"۔ مسلمان سپاہی اس کے گلے میں رسی ڈال کر پورے لشکر میں گھوم رہے تھے اور اسے بیچنے کا اعلان کر رہے تھے مگر کوئی اسے نہیں خرید رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ لشکر کے آخری حصے میں پہنچے تو ایک شخص نے کہا: "اگر تم اسے کتے کے بدلے بیچتے ہو تو یہ کتا دے کر اسے خرید لیتا ہوں"۔ سپاہی اس شخص کو لے کر سلطان کے پاس آئے اور بتایا کہ یہ خریدا رہے مگر کتے کے بدلے میں۔ اس پر سلطان نے کہا کہ "کتا اس رومی سے بہتر ہے۔ کیونکہ یہ کتا کوئی فائدہ تو پہنچاتا ہے، جب کہ یہ رومی تو کسی کام کا نہیں"۔ پھر سلطان نے اسے آزاد کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ "ایک ہی رسی میں کتے کو اور اس کو باندھ کر اس کے شہر پہنچا دو۔ جب وہ اپنے شہر پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اسے معزول کر کے اس کا منہ کالا کیا"۔[1]

فصل

دشمن پر اکیلے حملہ کرنے سے متعلق فقہائے کرام کے اقوال

اکیلے آدمی کے زیادہ دشمنوں پر حملہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں آپ بہت سارے واقعات پڑھ چکے ہیں۔ حضرات علمائے کرام کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ ان میں سے بعض کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

[1] ذكره الطرطوشي في سراج الملوك (ص: ١٧٨).

۱۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”حضور اکرم ﷺ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے مبارزہ میں حصہ لیا اور انصار کے ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے فضائل سن کر بدر کے دن اکیلے مشرکوں پر حملہ کیا۔ یہ انصاری سیدنا عوف بن عفراء رضی اللہ عنہ تھے“۔[1]

۲۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کے قصے سے استدلال میں فرماتے ہیں: ”جمہور علماء کے نزدیک اکیلے آدمی کا دشمنوں کی صفوں میں گھس جانا اور اپنے آپ کو شہادت کے لئے پیش کر دینا بلا کراہت جائز ہے“۔[2]

۳۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اگر کسی مسلمان کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ شہید ہونے سے پہلے دشمنوں کا کچھ نقصان ضرور کرلے گا، یا اپنی جرأت کا مظاہرہ کر کے کافروں کو خوف زدہ کرے گا، یا کافروں پر مسلمانوں کی بہادری اور شوقِ شہادت کا رعب ڈال دے گا تو ایسے آدمی کے لئے اکیلے پورے لشکر پر حملہ کرنا جائز ہے، اگرچہ اسے شہید ہونے کا مکمل یقین ہو۔ لیکن اگر اسے معلوم ہو کہ اس کے حملہ کرنے سے دشمن کا کچھ نقصان نہیں ہو گا تو پھر یہ حملہ کرنا حرام ہے، جیسا کہ اندھا آدمی خود کو دشمنوں پر جا گرائے کہ مجھے شہید کر دیں“۔[3]

۴۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اکیلے آدمی کے پورے لشکر پر حملے کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ہمارے علماء میں سے قاسم بن مخیمرہ، قاسم بن محمد اور عبد الملک فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص میں اس کی قوت ہو اور اس کی نیت خالص اللہ کے لئے ہو تو اس کے لئے بڑے لشکر پر حملہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر قوت نہ ہو تو یہ خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ شہادت کی طلب میں خالص نیت رکھتا ہو تو حملہ کر سکتا ہے، کیونکہ اس کا مقصد کافروں سے یہی چیز ہے۔ اور یہ قرآن مجید کی اس آیت سے واضح ہوتا ہے۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ﴾ [البقرة:۲۰۷]

ترجمہ: ”اور لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو اللہ کی خوشنودی کی خاطر اپنی جان کا سودا کرلیتا ہے“۔

ابن خویز منداد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ”اکیلے آدمی کے سو آدمیوں پر یا پورے لشکر پر یا چوروں اور خوارج کی جماعت پر حملہ کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ اگر حملہ آور کو غالب گمان ہو کہ وہ اپنے اوپر حملہ کرنے والوں کو قتل کر کے خود محفوظ رہے گا تو پھر حملہ کرنا بہت اچھا ہے۔ اسی طرح اگر اسے یقین یا گمان غالب ہو کہ وہ شہید ہو جائے گا لیکن دشمنوں کو بھی نقصان پہنچائے گا یا ان پر ایسا تاثر چھوڑے گا جو مسلمانوں کے لئے مفید ہو گا تو یہ بھی جائز ہے۔ جب قبیلہ بنو حنیفہ کے مرتدین نے باغ میں پناہ

---

[1] السنن الكبير للبيهقي (١٨/ ١٤٨).
[2] شرح النووي على مسلم (٤٦/١٣)
[3] إحياء علوم الدين (٣١٩/٢)

لے لی تو مسلمانوں میں سے ایک صاحب نے فرمایا کہ مجھے چمڑے کی ڈھال میں ڈال کر دشمنوں پر پھینک دو۔ دوسرے مسلمانوں نے ایسا کیا اور یہ اکیلے لڑتے رہے اور انہوں نے اندر سے باغ کا دروازہ کھول دیا"۔[1]

۵۔ امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ بھی اس بارے میں وہی کچھ فرماتے ہیں جو اوپر گزر چکا ہے کہ "اگر دشمنوں کو قتل کرنے یا زخمی کرنے یا شکست دینے کا غالب گمان ہو تو اکیلے آدمی کا حملہ کرنا درست ہے، اگر ان میں سے کسی قسم کے ظاہری نکایہ کا گمان نہ ہو تو جائز نہیں"۔[2]

فائدہ: اس زمانے کے استشہادی حملوں کو مذکورہ اقوال اور دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے تو مسئلے کی مکمل وضاحت سامنے آجاتی ہے۔

[1] تفسير القرطبي (٢/ ٣٦٤).

[2] شرح السير الكبير (١/ ١٦٣).

بیسواں باب

میدانِ جہاد سے فرار کے سخت گناہ ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ○ وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ﴾ [الانفال:۱۵۔۱۶]

ترجمہ: ”اے ایمان والو! جب کافروں سے تمہارا آمنا سامنا ہو جائے، جبکہ وہ چڑھائی کر کے آرہے ہوں، تو ان کو پیٹھ مت دکھاؤ۔ اور اگر کوئی شخص کسی جنگی چال کی وجہ سے ایسا کر رہا ہو یا اپنی کسی جماعت سے جا ملنا چاہتا ہو، اس کی بات اور ہے۔ مگر اس کے سوا جو شخص ایسے دن اپنی پیٹھ پھیرے گا تو وہ اللہ کی طرف سے غضب لے کر لوٹے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے“۔

خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ میدانِ جہاد سے بلا شرعی عذر بھاگنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور اس گناہ کا مرتکب شخص اللہ کے غضب، اس کی ناراضگی اور دردناک عذاب کا مستحق بنتا ہے۔ اس بارے میں کئی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ" قِيلَ: "يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا هُنَّ؟" قَالَ: "الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَأَكْلُ الرِّبَا، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ".[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو“۔ پوچھا گیا: ”اے اللہ کے رسول! وہ سات (کام) کیا ہیں؟“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، اس جان کو قتل کرنا جسے قتل اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہو (سوائے شرعی حق کے)، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا، بھولی بھالی پاکدامن مومن عورتوں پر تہمت لگانا“۔

[1] أخرجه البخاري (٢٧٦٦ و ٦٨٥٧) ومسلم (٨٩).

عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رضي الله عنه: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ بِكِتَابٍ فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ. [وفيها] وَإِنَّ أَكْبَرَ الْكَبَائِرِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الْمُؤْمِنَةِ بِغَيْرِ الْحَقِّ، وَالْفِرَارُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ.[1]

سیدنا عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”حضور اکرم ﷺ نے یمن والوں کو ایک خط لکھا جس میں فرائض، سنتیں اور دیت وغیرہ کے مسائل تھے۔ اس خط میں یہ بھی تھا کہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بڑے گناہ شرک کرنا، مسلمانوں کو ناحق قتل کرنا، جہاد کے میدان سے بھاگنا اور والدین کی نافرمانی کرنا ہیں“۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيرَةَ رضي الله عنه قال: "الْجَرِيءُ كُلُّ الْجَرِيءِ الَّذِي إِذَا حَضَرَ الْعَدُوَّ وَلَّى فِرَارًا، وَالْجَبَانُ كُلُّ الْجَبَانِ الَّذِي إِذَا حَضَرَ الْعَدُوَّ حَمَلَ فِيهِمْ حَتَّى يَكُونَ مِنْهُ مَا شَاءَ اللَّهُ". فَقِيلَ: "يَا أَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ هَذَا؟" قَالَ: "إِنَّ الَّذِي يَفِرُّ اجْتَرَأَ عَلَى اللَّهِ, فَفَرَّ, وَإِنَّ الْجَبَانَ فَرِقَ مِنَ اللَّهِ".[2]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”بڑا بہادر ہے وہ شخص جو جہاد میں دشمن کے سامنے سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے اور بہت بزدل ہے وہ شخص جو دشمنوں کا سامنا ہوتے ہی ان پر حملہ کر دے۔ یہاں تک کہ وہ ہو جائے جو اللہ نے چاہا“۔ عرض کیا گیا: ”اے ابوہریرہ! یہ کس طرح سے ہو گیا (کہ بھاگنے والا بہادر اور ڈٹ کر لڑنے والا بزدل)“۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جو میدانِ جہاد سے بھاگتا ہے وہ اللہ کے مقابلے میں جرات دکھاتا ہے (اور اللہ سے نہیں ڈرتا تو گویا کہ وہ بہادر ہوا) اس لئے بھاگ جاتا ہے۔ اور جو ڈٹ کر لڑتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے (اس لئے نہیں بھاگتا تو گویا وہ بزدل ہوا)“۔

فصل

میدانِ جہاد سے فرار کے متعلق بعض احکام

اس فصل میں میدانِ جہاد سے بھاگنے کے بارے میں بعض احکام ذکر کیے جا رہے ہیں جنھیں امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ یہ وہ احکام ہیں جن پر تمام فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔

۱۔ جہاد عمومی طور پر فرض کفایہ ہوتا ہے، لیکن جب مسلمانوں اور کافروں کی صفیں آمنے سامنے آ جائیں تو جہاد فرضِ عین ہو جاتا

[1] أخرجه ابن حبان في صحيحه (٦٥٥٩).
[2] أخرجه ابن المبارك في الجهاد (٨٤).

ہے اور پیچھے ہٹنا حرام ہو جاتا ہے۔

۲۔ اگر دشمن کی تعداد دوگنی نہ ہو تو میدان سے بھاگنا حرام ہے۔ مگر درج ذیل چند صورتوں میں یہ جائز ہو جاتا ہے:

(الف) دشمن کو دھوکا دینے کے لئے پیچھے ہٹنا، تاکہ پیچھے ہٹ کر حملہ کیا جاسکے۔

(ب) پیچھے بھاگ کر کہیں چھپ جانا، تاکہ جب دشمن تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچے تو اس پر حملہ کیا جاسکے۔

(ج) میدانِ جنگ اگر تنگ ہو اور پیچھے کھلی جگہ ہو تو وہاں آنے کے لئے بھاگنا یا سورج اور ہوا کے مناسب رخ کے لئے پیچھے ہٹنا۔

(د) پیچھے موجود اپنے لشکر میں آنا، تاکہ وہاں سے دوبارہ حملے کی تیاری کی جاسکے، خواہ یہ لشکر دور ہو یا قریب، چھوٹا ہو یا بڑا۔

۳۔ سخت بیماری، اسلحے کے ختم ہونے اور تیر اندازی کے مقابلے میں تیر نہ ہونے کی صورت میں بھی پیچھے ہٹنا جائز ہے، مگر جس شخص کو بھی عذر کی وجہ سے بھاگنا ہو، اس کے لئے اچھا یہ ہے کہ وہ پلٹ کر حملہ کرنے کی نیت سے راہِ فرار اختیار کرے۔

۴۔ اگر کافروں کی تعداد دوگنا سے زیادہ ہو تو پیچھے ہٹنا جائز ہے۔ لیکن ڈٹ جانا اور لڑنا افضل ہے، خصوصاً جب کہ لڑنے کی طاقت موجود ہو۔ اس بارے میں کئی عجیب و غریب واقعات پچھلے باب میں گزر چکے ہیں۔

۵۔ لشکر کے امیر کے مارے جانے کی وجہ سے فرار ہونا یا پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے۔

۶۔ جب مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار ہو اور وہ ایک امیر پر جمع ہوں تو ان کے لئے کسی حال میں فرار ہونا اور پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"لَنْ يُغلَبَ اثنَا عَشَرَ أَلْفًا مِنْ قِلَّة".[1]

"بارہ ہزار کا لشکر قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو گا"۔

فصل

غلبے اور ثابت قدمی کا راز

بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت دو طرح کی ہے۔ ایک معیت تو علم اور احاطے کے اعتبار سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ بھی اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں ہے۔ اس معیت کا تذکرہ اس آیت میں ہے:

---

[1] أخرجه أبو داود (٢٦١١) ورجح إرساله، والترمذي (١٥٥٥)، وأحمد (٢٦٨٢)، وصححه ابن خزيمة (٢٥٣٨)، وابن حبان (٤٧١٧).

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (الحدید:۴)

ترجمہ: "اور تم جہاں کہیں ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے"۔

یہی معنی اس اگلی آیت میں بھی ہے۔

﴿مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا﴾ [المجادلة:۷]

ترجمہ: "کبھی تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ نہ ہو، اور نہ پانچ آدمیوں کی کوئی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو، اور چاہے سرگوشی کرنے والے اس سے کم ہوں یا زیادہ، وہ جہاں بھی ہوں، اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے"۔

دوسری معیت نصرت، تائید اور دشمنوں پر غالب کرنے والی معیت ہے۔ یعنی خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ساتھ دیتا ہے، ان کی نصرت اور مدد فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں کو تباہ و برباد فرما دیتا ہے۔ اس معیت کا تذکرہ اس آیت میں ہے:

﴿اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ [التوبہ:۴۰]

ترجمہ: "جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ: غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھی ہے"۔

اسی طرح اس آیت میں بھی اسی معیت کا تذکرہ ہے:

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ﴾ [محمد:۳۵]

ترجمہ: "تم ہی سربلند رہو گے، اللہ تمہارے ساتھ ہے"۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ معیت اور ساتھ بندے کو اسی وقت نصیب ہوتا ہے جب وہ بندہ بننے اور بندگی کا حق ادا کرتا ہے اور اس کی بندگی میں نافرمانی کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ پس جو مجاہد اس طرح بندگی اختیار کرتا ہے تو اس پر کوئی بھی غالب نہیں آسکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کا مددگار ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ﴾ [محمد:۱۱]

ترجمہ: "یہ اس لیے کہ اللہ ان لوگوں کا رکھوالا ہے جو ایمان لائیں اور کافروں کا کوئی رکھوالا نہیں ہے"۔

لیکن جب مجاہد اللہ تعالیٰ کی بندگی اور فرمانبرداری کا حق ادا نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتا یا کافروں کی طرح گناہوں میں پڑ جاتا ہے، تو اس میں اور اس کے دشمن میں ایک چیز مشترک ہو جاتی ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی۔ چنانچہ کافروں کی طرح اس کے دل میں بھی رعب، دنیا کی محبت اور رسوائی جیسی بیماریاں داخل ہو جاتی ہیں اور وہ ذلت کی زندگی کو عزت کی موت پر ترجیح دینے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جس قدر بڑی ہو گی، اس کا اثر بھی اسی قدر بڑا ہو گا، اور یہ نافرمانی جس

قدر چھوٹی ہوگی اس کا اثر بھی کم ہوگا۔ کیا آپ نے کبھی حنین کے واقعے پر غور نہیں کیا۔ اس دن کچھ (نئے) مسلمانوں کا اپنی کثرت پر فخر کرنے اور اللہ کی نصرت پر نظر نہ رکھنے وجہ سے ابتدائی طور پر مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ لیکن چونکہ حضور اکرم ﷺ معصوم ہیں اور کئی ایمان والے بھی فخر سے محفوظ رہے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں فرار سے بچایا اور وہ ڈٹے رہے، اور بالآخر فتح انھی کی ہوئی اور دشمن کو شکستِ فاش ہوئی۔

یہی بات سمجھانے کے لئے قرآن مجید نے کئی جگہ جہاد و قتال کے ساتھ تقویٰ کا ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً﴾ [التوبہ:۱۲۳]

ترجمہ: ”اے ایمان والو! ان کافروں سے لڑو جو تم سے قریب ہیں۔ اور ہونا یہ چاہیے کہ وہ تمہارے اندر سختی محسوس کریں“۔

اس کے فوراً بعد فرمایا:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ [التوبہ:۱۲۳]

ترجمہ: ”اور یقین رکھو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے“۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کو یہ تسلی دینے کے بعد کہ آپ ان کافروں کی سازشوں سے پریشان نہ ہوں۔ فوراً یہ ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ [النحل:۱۲۸]

ترجمہ: ”یقین رکھو کہ اللہ ان لوگوں کا ساتھی ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو احسان پر عمل پیرا ہیں“۔

عَنْ حَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ قَالَ، سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنْ لَمْ تَغُلَّ أُمَّتِي لَمْ يَقُمْ لَهُمْ عَدُوٌّ أَبَدًا". قَالَ أَبُو ذَرٍّ لِحَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ: هَلْ يَثْبُتُ لَكُمُ الْعَدُوُّ حَلْبَ شَاةٍ؟ قَالَ: نَعَمْ وَثَلَاثَ شِيَاهٍ غُزْرٍ، قَالَ أَبُو ذَرٍّ: "غَلَلْتُمْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ".[1]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”اگر میری امت مالِ غنیمت میں خیانت نہیں کرے گی تو دشمن کبھی اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا“۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے سیدنا حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”کیا دشمن میدانِ جنگ میں تمہارے سامنے ایک بکری کے دودھ دوہنے کی مدت ٹھہرتا ہے؟“ انھوں نے کہا: ”ہاں! اور (بعض اوقات) تین بکریوں کا دودھ دوہنے کی مدت بھی ٹھہرتا ہے“۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”ربِ کعبہ کی قسم! تم میں مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے موجود ہیں (اسی

---

[1] أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط (٨١٠٨)، وجوّد إسناده المنذري في الترغيب والترهيب (٢/ ٢٠١)، ونفى أن يكون فيه تدليس، ووثق رجاله الهيثمي في مجمع الزوائد (٥/ ٣٣٨)، وجوّده ابن حجر الهيتمي في الزواجر (٢/ ٢٩١).

وجہ سے دشمن اتنی دیر تمہارے سامنے جم کر لڑنے کی ہمت پالیتا ہے)"۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "سلطان رکن الدین بیبرس رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک مجاہد کے پاس ایک شاندار گھوڑا تھا جو میدانِ جنگ میں خوب آگے بڑھتا تھا۔ ایک بار لڑائی کے دوران گھوڑا سست ہو گیا۔ وہ مجاہد اپنے گھوڑے کو آگے بڑھنے کے لئے مارتا تھا، مگر گھوڑا پیچھے ہٹتا تھا۔ اس پر وہ مجاہد بہت حیران ہوا۔ رات کو اس نے خواب میں اپنے اسی گھوڑے کو دیکھا تو اسے اس کی سستی اور پیچھے ہٹنے پر ملامت کرنے لگا۔ اس پر گھوڑے نے کہا کہ میں کیسے دشمن پر چڑھائی کرتا جب کہ تم نے میرا چارہ کھوٹے پیسے سے خریدا تھا۔ صبح اٹھ کر یہ مجاہد چارہ بیچنے والے کے پاس گیا تو چارہ فروش نے اسے دیکھتے ہی کہا کہ کل آپ نے جو مجھے درہم دیا تھا وہ کھوٹا تھا۔ اور وہ درہم اسے واپس دے دیا"۔[1]

اسی طرح کا ایک واقعہ یہ بھی مشہور ہے کہ ایک بار مسلمانوں نے کافروں کے ایک قلعے کا کئی دنوں سے سے محاصرہ کر رکھا تھا۔ ان سے کوئی سنت چھوٹ رہی تھی، اس لئے قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا۔ جب غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مسواک میں سستی کی جا رہی ہے۔ پس سارے لشکر نے اس سنت کو زندہ کیا تو قلعہ فوراً فتح ہو گیا۔

اب آپ اسی سے اندازہ لگا لیجیے کہ ایک سنت چھوڑنے پر جب یہ نحوست آ گئی تو حرام کام کرنے اور حرام چیزیں کھانے اور پینے سے کتنی نحوست نازل ہوتی ہو گی۔ پس یہی چیزیں مجاہدین کے لئے ذلت اور شکست کا باعث بنتی ہیں۔ اس لئے اے مجاہدینِ کرام! اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارادہ تک نہ آنے دیجیے اور اپنے باطن کو نافرمانی کی غلاظت سے بچائے رکھیے، اور وساوس کی تاریکیوں میں یقین اور توکل کے چراغ جلائیے۔ اور یہ یقین رکھیے کہ موت نے ہر حال میں اپنے مقررہ وقت پر آنا ہے، نہ کوئی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اس موت سے بچ سکتا ہے اور نہ انسانوں کی تدبیریں اس موت کو ٹال سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾[النساء:۷۸]

ترجمہ: "جہاں بھی ہو گے (ایک نہ ایک دن) موت تمہیں جا پکڑے گی، چاہے تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ رہ رہے ہو"۔

اگر تقدیر میں کسی کے لیے قتل ہونا لکھا ہوا ہے تو وہ اس سے بچ نہیں سکتا۔

﴿قُل لَّوْ كُنتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ﴾[آل عمران:۱۵۴]

ترجمہ: "کہہ دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے، تب بھی جن کا قتل ہونا مقدر میں لکھا جا چکا تھا وہ خود باہر نکل کر اپنی اپنی قتل گاہوں تک پہنچ جاتے"۔

[1] عزاه المصنف إلى تاريخ ابن كثير ولم أجده.

اے مجاہدینِ کرام! اپنے اور اپنے دشمنوں میں فرق کرنے کے لیے تقویٰ کی محفوظ چادر اوڑھے رکھیے (تاکہ کافروں کی کوئی صفت آپ لوگوں میں نہ آجائے اور ان کی کوئی عادت یا خصلت آپ لوگوں میں پیدا نہ ہو جائے)۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کے بعد اپنے ظاہری و باطنی اسباب پر تکیہ کرنے کی بجائے اللہ پر بھروسہ کیجیے۔

﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾ [آل عمران:۱۵۹]

ترجمہ: "پھر جب تم رائے پختہ کر کے کسی بات کا عزم کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ یقیناً توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"۔

جب آپ تقویٰ اختیار کر لیں اور ظاہری تیاری کے بعد اللہ پر توکل کر لیں تو یقین کیجیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اور معیت میں ہوں گے۔

﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ [الحج:۴۰]

ترجمہ: "اور اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کریں گے۔ بلاشبہ اللہ بڑی قوت والا، بڑے اقتدار والا ہے"۔

بس اب اللہ کے دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹ جایئے، اور کسی حال میں بغیر اسلام کی مصلحت کے پیچھے نہ ہٹیے، یہاں تک کہ یا اللہ کی بارگاہ میں اپنی جان دے کر مقبول ہو جائیں، اور یا دنیا میں اللہ کی مدد سے دشمنانِ اسلام پر فتحیاب ہو جائیں۔

اکیسواں باب

شہادت کی خواہش، شہادت کے لئے دعا کرنے کی ترغیب، اور شہداء کرام کے فضائل کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ [الفاتحہ:۵۔۶]

ترجمہ: ''ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما۔ ان لوگوں کے راستے کی جن پر تو نے انعام کیا''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم کیا ہے کہ وہ ہر نماز میں ان لوگوں کے راستے پر چلنے کی دعا کیا کریں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔ اور وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، اس آیت میں مذکور ہیں:

﴿فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ [النساء:٦٩]

ترجمہ: ''(اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے) تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں''۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ رضي الله عنه، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ سَأَلَ اللهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ، بَلَّغَهُ اللهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ، وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ".[1]

سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے سچے دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی، اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے مقام تک پہنچا دے گا، اگرچہ وہ اپنے بستر پر مرے''۔

عن مُعَاذ بْنَ جَبَلٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ سَأَلَ اللَّهَ الْقَتْلَ مِنْ نَفْسِهِ صَادِقًا، ثُمَّ مَاتَ أَوْ قُتِلَ، فَإِنَّ لَهُ أَجْرَ شَهِيدٍ".[2]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اللہ کے راستے میں اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیانی وقفے جتنی دیر جہاد کیا، اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ اور جس نے سچے دل کے

---

[1] أخرجه مسلم (١٩٠٨)

[2] أخرجه أبو داود (٢٥٤١) بأطول منه في بعض نسخه، والنسائي (٣١٤١) كذلك، وأخرجه الترمذي مفرقا (١٦٥٤ و ١٦٥٧)، وابن ماجه (٢٧٩٢) مختصرا، وصححه الحاكم (٢٤١٠)، وتعقّبه الذهبي قائلا: بل هو منقطع، فلعله من الناسخ، ويُنظر: علل الدارقطني (٦/ ٥٢).

ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی پھر وہ انتقال کر گیا یا قتل کر دیا گیا، تو اس کے لئے شہید کا اجر ہے"۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نماز میں حاضر ہوا اور حضور اکرم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے۔ وہ شخص جب صف میں پہنچا تو اس نے کہا: "اے میرے پروردگار! مجھے وہ سب سے افضل چیز عطا فرمایئے جو آپ اپنے نیک بندوں کو عطا فرماتے ہیں"۔ جب حضور اکرم ﷺ نے نماز مکمل فرمائی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَنِ الْمُتَكَلِّمُ آنِفًا؟"

"ابھی کون یہ دعا کر رہا تھا"؟

اس شخص نے عرض کیا: "یا رسول اللہ میں (یہ دعا کر رہا تھا)"۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"إِذَنْ يُعْقَرُ جَوَادُكَ وَتَسْتَشْهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ".[1]

"تب تو تیرے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی جائیں گی اور تو اللہ کے راستے میں شہید کیا جائے گا، (یعنی یہی وہ افضل ترین چیز ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو عطا فرماتے ہیں)"۔

سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللهُمَّ اجْعَلْ فَنَاءَ أُمَّتِي قَتْلًا فِي سَبِيلِكَ بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُونِ".[2]

"اے میرے پروردگار! میری امت کی موت اللہ کے راستے میں نیزوں اور طاعون سے مارے جانے کو بنا دیجیے"۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کے لئے شہادت کی دعا فرمائی۔ جب کہ آگے والی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خود حضور اکرم ﷺ نے اپنی ذاتِ مبارک کے لئے بھی شہادت کی تمنا فرمائی۔

عَن أَبِي هُرَيرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهُ قَال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَوَدِدْتُ أَنِّي قَاتَلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَقُتِلْتُ، ثُمَّ أُحْيِيتُ ثُمَّ قُتِلْتُ، ثُمَّ أُحْيِيتُ".[3]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کے راستے میں جہاد کروں اور شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں (پھر شہید کیا جاؤں)"۔

عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهما، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا ذُكِرَ

---

[1] أخرجه أبو يعلى في مسنده (٦٩٧ و ٧٦٩)، والبزار في مسنده (١١١٣)، وصححه ابن خزيمة (٩٧٩)، وابن حبان (٤٦٤٠)، والحاكم (٢٤٠٢)، وحسن إسناده الضياء في المختارة (٩٧٩).

[2] أخرجه ابن أبي عاصم في الجهاد (١٨٩)، وابن أبي شيبة في مسنده (٦٢٣)، وأحمد في مسنده (١٨٠٨٠)، وصححه الحاكم (٢٤٦٢)، والبوصيري والهيتمي، وحسن إسناده المنذري. الترغيب والترهيب (٢/ ٢٢١)، إتحاف الخيرة (٢/ ٤٢٤)، الزواجر للهيتمي (٢/ ٢٩٠).

[3] أخرجه البخاري (٢٩٧٥).

أَصْحَابُ أُحُدٍ: "وَاللَّهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي غُودِرْتُ مَعَ أَصْحَابِي بِنُحْصِ الْجَبَلِ".[1]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب شہدائے اُحد کا تذکرہ کرتے تو ارشاد فرماتے: ''اللہ کی قسم! مجھے یہ محبوب ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ پہاڑ کے دامن میں شہید کر دیا گیا ہوتا''۔

فصل

شہدائے کرام کے فضائل کا بیان

اللہ عزوجل کے یہاں شہادت ایک عظیم رتبہ اور بہت بڑا مقام ہے جو قسمت والوں کو ملتا ہے، اور وہی خوش قسمت اسے پاتے ہیں جن کے مقدر میں ہمیشہ کی کامیابی لکھی ہوتی ہے۔ شہادت کا مقام نبوت کے مقام سے تیسرے درجے پر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿فَأُولَٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ [النساء:٦٩]

ترجمہ: ''(اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے) تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین۔ اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں''۔

شہید کے فضائل اور مقامات بے شمار ہیں، یہاں ان میں سے بعض فضائل بیان کیے جا رہے ہیں۔

ا۔ شہداء زندہ ہیں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ [البقرۃ:١٥٤]

ترجمہ: ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوں ان کو مردہ نہ کہو، دراصل وہ زندہ ہیں مگر تم کو (ان کی زندگی کا) احساس نہیں''۔

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ

---

[1] أخرجه أحمد في مسنده (١٥٠٢٥)، وابن أبي الدنيا في المتمنّين (١)، وصححه الحاكم (٢٤٠٧)، وقال الهيثمي في مجمع الزوائد (١٢٣/٦): رجاله رجال الصحيح غير ابن إسحاق، وقد صرح بالسماع.

اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۙ وَيَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِالَّذِيۡنَ لَمۡ يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ مِّنۡ خَلۡفِهِمۡ ۙ اَلَّا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضۡلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴾ [آل عمران: ۱۶۹-۱۷۱]

ترجمہ: ”جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے، انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔ اپنے پروردگار کے ہاں سے وہ رزق پا رہے ہیں۔ جو کچھ اللہ کا ان پر فضل ہو رہا ہے، اس سے وہ بہت خوش ہیں۔ اور وہ ان لوگوں سے بھی خوش ہوتے ہیں جو ان کے پیچھے ہیں اور ابھی تک شہید ہو کر ان سے ملے نہیں، انہیں نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمزدہ ہوں گے۔ وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کے انعام اور فضل سے، اور اللہ تعالیٰ یقیناً مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا“۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الشُّهَدَاءُ عَلَى بَارِقِ نَهْرٍ بِبَابِ الْجَنَّةِ فِي قُبَّةٍ خَضْرَاءَ، يَخْرُجُ إِلَيْهِمْ رِزْقُهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ بُكْرَةً وَعَشِيًّا".[1]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”شہداء جنت کے دروازے پر دریا کے کنارے ایک سبز گنبد میں رہتے ہیں اور ان کے لیے صبح و شام جنت سے رزق لایا جاتا ہے“۔

فائدہ: امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”معلوم یہ ہوتا ہے کہ بعض شہداء ایسے ہیں جن کی روحیں پرندوں کے قالب میں ہیں، اور بعض وہ ہیں جن کا ٹھکانا یہ گنبد ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جنت میں سے پھرتے پھراتے یہاں پر جمع ہوتے ہوں، اور پھر یہ کھانے یہیں کھلائے جاتے ہوں“۔[2]

۲۔ جنت سے نکل کر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا

عن أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَا مِنْ أَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا، وَأَنَّ لَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ، غَيْرُ الشَّهِيدِ، فَإِنَّهُ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ، فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ، لِمَا يَرَى مِنَ الْكَرَامَةِ، وفي رواية: مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ".[3]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کوئی شخص جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹایا جائے یا دنیا کی کوئی چیز دی جائے، سوائے شہید کے۔ وہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور دس بار شہید کیا جائے۔ یہ تمنا وہ [اپنے شہید ہونے کی] تعظیم [اور مقام] دیکھنے کی وجہ سے کرے گا“۔ اور ایک روایت میں یہ ہے: ”وہ (دوبارہ دنیا میں لوٹنے کی تمنا) شہادت کا مقام جاننے کے سبب

---

[1] أخرجه أحمد (٢٣٩٠)، وابن أبي شيبة في مصنفه (١٩٦٦٧)، وابن أبي عاصم في الجهاد (١٩٩)، وصححه ابن حِبَّان (٤٦٥٨)، والحاكم (٢٤٠٣)، وجوّده ابن كثير في تفسيره (٢/ ١٤٤).

[2] تفسير ابن كثير (٢/ ١٤٤).

[3] أخرجه البخاري (٢٨١٧)، ومسلم (١٨٧٧).

کرے گا"۔

۳۔ تمام گناہوں کا کفارہ

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضي الله عنهما، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ"، وفي رواية: "الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ، إِلَّا الدَّيْنَ".[1]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قرض کے سوا شہید کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں"۔ ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں: "اللہ کے راستے میں قتل ہو جانا قرض کے سوا ہر گناہ کا کفارہ ہے"۔

فائدہ: علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ شہید کے لیے قرض کا معاف نہ ہونا ابتدائے اسلام میں تھا، بعد میں یہ فرمادیا گیا کہ اللہ تعالی اس کا قرضہ ادا کر دے گا۔[2]

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو قرضہ جنت میں جانے سے روکتا ہے، وہ قرضہ ہے جو کسی نے لیا ہو اور اس کے پاس ادائیگی کی گنجائش بھی ہو، مگر نہ وہ اسے ادا کرے اور نہ مرنے کے بعد ادا کرنے کی وصیت کرے۔ یا وہ قرضہ ہے جو بے وقوفی اور اسراف کے کاموں کے لئے لیا ہو اور پھر بغیر ادا کئے مر گیا ہو۔ لیکن اگر کسی نے کوئی حق واجب ادا کرنے کے لئے قرضہ لیا ہو، مثلاً فاقے سے بچنے کے لئے یا زیادہ تنگ دستی کی وجہ سے قرضہ لیا، اور اس نے ادائیگی کے لئے بھی کچھ نہ چھوڑا ہو، تو امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ قرضہ اس کے لئے جنت سے روکنے کا باعث نہیں بنے گا۔ وہ مقروض شہید ہو یا غیر شہید، کیونکہ مسلمانوں کے حاکم کے ذمے اس طرح کے قرضے اجتماعی مال سے ادا کرنا لازم ہے۔[3]

امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کی تصدیق سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے والد کے واقعے سے بھی ہوتی ہے، کیونکہ جب وہ غزوہ احد کے دن نکلے تھے تو ان پر قرضہ تھا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا جابر کو پریشان دیکھا تو خوشخبری سنائی کہ تمھارے والد کے ساتھ اللہ تعالی نے آمنے سامنے بغیر پردے کے بات کی ہے۔ اب اگر ہر قرضہ جنت سے روکنے کا باعث ہوتا ہے تو سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے مقروض والد کو اتنا بڑا مقام کیسے ملتا۔ اسی طرح سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی معروف ہے کہ انہوں نے شہادت کے وقت بائیس لاکھ کا قرضہ چھوڑا تھا۔

---

[1] أخرجه مسلم (١٨٨٦).
[2] المقدمات الممهدات (١/ ٣٥١).
[3] تفسير القرطبي (٤/ ٢٧٤).

۴۔ خالص اللہ کی راہ میں شہادت پر جنت میں داخلے کی پکی ضمانت ہے

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾[سورة التوبة:١١١]

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالی نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات کے بدلے خرید لیے ہیں کہ جنت انہی کی ہے''۔

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ○ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ○ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ﴾[سورة محمد: ٤-٦]

ترجمہ: ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے اللہ کے ان کے اعمال کو ہر گز ضائع نہیں کرے گا، وہ انہیں منزل مقصود تک پہنچادے گا، اور ان کی حالت سنوار دے گا، اور انہیں جنت میں داخل کرے گا جس کی انہیں خوب پہچان کرا دی ہو گی''۔

عَنْ سَمُرَةَ بنِ جُنْدُبٍ رضي الله عنه، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ، فَأَدْخَلاَنِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَ أَفْضَلُ، لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، قَالاَ: أَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ".[1]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رات کو میں نے دیکھا کہ دو آدمی آئے اور انہوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھایا۔ پھر مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو بہت حسین اور بہت اعلی تھا۔ میں نے اس جیسا حسین محل پہلے نہیں دیکھا۔ ان دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ شہداء کا گھر ہے''۔

۵۔ قبر کے فتنے اور قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے نجات، اور گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالی کے راستے میں اسلامی سرحدوں کی پہرے داری کرنے والا (مرابط) قبر کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ جب اس کے لیے یہ نعمت ہے تو شہید اس نعمت کا بدرجہ اولی مستحق ہے، کیونکہ وہ مرابط سے افضل ہے۔ مرابط کو یہ نعمت اس وجہ سے ملتی ہے کہ وہ اپنی جان اللہ کے راستے میں قربانی کے لیے پیش کرتا ہے، تو وہ شخص جس کی جان قبول کر لی گئی ہو وہ اس نعمت کا کس طرح سے مستحق نہیں ہو گا۔

عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا بَالُ الْمُؤْمِنِينَ

[1] أخرجه البخاري (٢٧٩١).

يُفْتَنُونَ فِي قُبُورِهِمْ إِلَّا الشَّهِيدَ؟ قَالَ: "كَفَى بِبَارِقَةِ السُّيُوفِ عَلَى رَأْسِهِ فِتْنَةً".[1]

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ): کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کو قبر کے فتنے کا سامنا ہوتا ہے، سوائے شہید کے [کہ اسے قبر کے فتنے سے نجات مل جاتی ہے]؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس کے سر پر تلواروں کی چمک اسے فتنے سے بچانے والی ہے"۔

فائدہ: اس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ قبر میں فرشتوں کا آدمی سے سوال کرنا قبر کا ایک فتنہ ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے تاکہ مؤمن کے ایمان اور یقین کا امتحان لیا جاسکے، لیکن وہ شخص جو میدانِ قتال میں نکلتا ہے اور وہ تلواروں کو چمکتا اور کاٹتا، نیزوں کو کودتا اور پھاڑتا، تیروں کو چلتا اور جسموں سے پار ہوتا دیکھتا ہے، اور اس کے سامنے سر جسموں سے اڑائے جاتے ہیں اور خون کے فوارے بہتے ہیں، اور جسموں کے ٹکڑے بکھیرے جاتے ہیں، اور ہر طرف مقتول اور زخمی پڑے ہوئے لوگ اسے نظر آتے ہیں، مگر پھر بھی وہ میدان میں ڈٹا رہتا ہے، اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی بجائے اپنی جان اللہ کو سپرد کرنے کے لئے مکمل ایمان اور یقین کے ساتھ جما رہتا ہے۔ تو یہی اس کے ایمان کے امتحان کے لیے کافی ہے، کیونکہ اگر اس کے دل میں شک یا تردد ہوتا تو وہ میدان سے بھاگ جاتا اور ثابت قدمی سے محروم ہو جاتا اور منافقوں کی طرح شکوک میں پڑ جاتا، مگر ایسا نہیں ہوا۔ تو ثابت ہوا کہ اس کا ایمان مکمل اور یقین مضبوط ہے۔ پھر ایسے شخص سے مزید کسی پوچھ گچھ کی کیا ضرورت ہے۔

عَنِ المِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللَّهِ سِتُّ خِصَالٍ: يُغْفَرُ لَهُ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ، وَيَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الجَنَّةِ، وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ القَبْرِ، وَيَأْمَنُ مِنَ الفَزَعِ الأَكْبَرِ، وَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الوَقَارِ، اليَاقُوتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَيُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ زَوْجَةً مِنَ الحُورِ العِينِ، وَيُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَقَارِبِهِ ".[2]

سیدنا مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "شہید کے لیے اللہ تعالی کے ہاں چھ خصوصی انعامات ہیں؛ (۱) خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور جنت میں اس کا مقام اس کو دکھلا دیا جاتا ہے۔ (۲) اسے عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے، (۳) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے وہ محفوظ رہتا ہے، (۴) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے، (۵) بہتّر (۷۲) حور عین سے اس کا نکاح کرا دیا جاتا ہے، (۶) اور اس کے اقارب میں ستر (۷۰) کے بارے

---

[1] أخرجه النسائي (٢٠٥٣)، وابن أبي عاصم في الجهاد (٢٣٠)، وسكت عنه عبد الحق مصححا له في الأحكام الوسطى (٢/ ٣٥٥)، وحسنه ابن القَطَّان في بيان الوهم والإيهام (٥/ ٧٤٣)، وقد عزا الزركشي في تشنيف المسامع (٤/ ٨١٦)، والملا علي القاري في شرح الفقه الأكبر (ص: ٢٩٢) وغيرهما هذا الحديث إلى صحيح مسلم، لكن لم أجده فيه، فالله أعلم.

[2] أخرجه عبدالرزاق في مصنفه (٩٥٥٩)، وأحمد (١٧١٨٢)، والترمذي (١٦٦٣) وصححه، وابن ماجه (٢٧٩٩)، وحسَّنه ابنُ القَطَّان في بيان الوهم والإيهام (٥/ ١٦١)، وجُعلت في بعض روايات الحديث هذه الخصال سبعة وفي بعضها تسعة.

میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے“۔

مسند احمد کی ایک روایت میں ان انعامات کے علاوہ ایک اور انعام کا ذکر ہے، اور وہ یہ ہے کہ اسے ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے[1]۔

مذکورہ بالا فضائل کے علاوہ بھی شہید کے لیے بے شمار انعامات ہیں، جن کا تذکرہ باب کے آخر میں ہوگا ان شاء اللہ۔

فصل

بعض شہادت پانے والوں کے واقعات

سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا واقعہ

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ احد کے دن سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: ”آؤ، ہم دونوں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں“۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ہم دونوں کسی گوشہ میں سب سے علیحدہ ہوکر ایک طرف بیٹھ گئے۔ پہلے میں نے دعا مانگی کہ اے اللہ! آج میرا ایسے دشمن سے مقابلہ ہو جو نہایت شجاع اور دلیر اور نہایت غضبناک ہو، کچھ دیر میں اس کا مقابلہ کروں اور وہ میرا مقابلہ کرے، پھر اس کے بعد اے اللہ تعالیٰ مجھے اس پر فتح نصیب فرما، یہاں تک کہ میں اسے قتل کردوں۔ سیدنا عبد اللہ بن جحش نے آمین کہا۔ اور پھر انہوں نے یہ دعا مانگی: اے اللہ! آج میرا ایسے دشمن سے مقابلہ ہو جو بڑا ہی سخت زور آور اور غضبناک ہو، میں محض تیرے لئے اس سے قتال کروں اور وہ مجھ سے قتال کرے، بالآخر وہ مجھے قتل کردے اور میری ناک اور کان کاٹے، اور اے پروردگار! جب میں تجھ سے ملوں اور تو دریافت فرمائے کہ اے عبد اللہ! یہ تیرے ناک اور کان کہاں کٹے؟ تو میں عرض کروں: اے اللہ! تیری اور تیرے پیغمبر کی راہ میں، اور تو اس وقت یہ فرمائے کہ تو نے سچ کہا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ میں نے شام کو دیکھا کہ ان کے ناک کان ایک دھاگے میں لٹکے ہوئے ہیں“۔[2]

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”مجھے امید ہے کہ جس طرح سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا کا پہلا حصہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا، اسی طرح ان کی دعا کا آخری حصہ بھی قبول فرمائے گا (جو آخرت میں اللہ کے یہاں قبولیت سے متعلق ہے)“۔[3]

---

[1] أخرجه أحمد (١٧١٨٢) بإسناد حسنه ابن النحاس، والدمياطي في المتجر الرابح (ص: ٣٨٣).

[2] أخرجه الحاكم في المستدرك (٢٤٠٩). وأبو نُعيم في معرفة الصحابة (٣/ ١٦٠٧)، والبيهقي في الكبرى (١٢٨٩٨)، وجوّد إسناده العراقي في تخريج الإحياء (ص: ١٦٩٥).

[3] أخرجه ابن المبارك في الجهاد (١/ ١٠٢).

سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

غزوۂ موتہ کا واقعہ ہے کہ جب مسلمان اس لشکر کے امراء اور مجاہدین کو رخصت کرنے لگے تو سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ لوگوں نے کہا: "اے ابن رواحہ! کس چیز نے آپ کو رلایا ہے؟" تو سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "اللہ کی قسم! مجھے نہ دنیا سے محبت ہے اور نہ تم میں رہنے کا شوق۔ لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتے سنا ہے: (ترجمہ:) "تم میں سے ہر شخص نے دوزخ پر سے گزرنا ہے اور اللہ کے نزدیک یہ بات مقدر ہو چکی ہے"۔ میں نہیں جانتا کہ جہنم پر گزرنے کے بعد میرے لئے واپسی کیسے ہو گی؟ (پس یہی چیز مجھے رلا رہی ہے)"۔ مسلمانوں نے (لشکر کو رخصت کرتے ہوئے) کہا: "اللہ کا ساتھ تمہیں نصیب ہو اور اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے اور آپ کو صحیح سالم واپس لائے"۔ یہ سن کر سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

لكِنَّنِي أسأَلُ الرَّحْمنَ مَغْفِرَةً　　　وَضَرْبَةً ذاتَ فَرْغٍ تَقْذِفُ الزَّبَدا
أَوْ طَعْنَةً بِيَدَيْ حَرَّانَ مُجْهِزَةً　　　بِحَرْبَةٍ تُنْفِذُ الْأَحْشَاءَ وَالْكَبِدَا
حَتَّى يُقالَ إِذَا مَرُّوا عَلَى جَدَثِي　　　أَرْشَدَهُ اللهُ مِنْ غَازٍ وَقَدْ رَشَدَا

(میں واپسی نہیں چاہتا بلکہ اللہ کی مغفرت اور اس کی راہ میں ایسے زخم کا سوال کرتا ہوں جو کہ جھاگ پھینکتا ہو۔ یا ایسا کاری زخم ہو کہ جو تیز ہو اور ایسے نیزے سے لگے جو میری آنتوں اور جگر سے پار ہو جائے۔ یہاں تک کہ لوگ جب میری قبر سے گزریں تو یہ کہا جائے کہ ماشاء اللہ! اللہ نے کیا ہی توفیق دی، کیا ہی غازی تھا اور کیسا کامیاب ہوا۔)[1]

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے شخص سے نقل کرتے ہیں جو غزوۂ موتہ میں شریک تھے، وہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ موتہ کے دن ہم نے بہت سخت جنگ کی۔ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جو مسلمانوں کے پہلے امیر تھے) نے زرہ پہن لی اور گھوڑے پر سوار ہو گئے اور جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لڑتے رہے۔ پھر وہ اپنے گھوڑے سے اترے اور زرہ بھی اتار دی اور فرمایا: "یہ کون لے گا؟" پھر آپ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کے بعد جھنڈا سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے لے لیا۔ وہ بھی پہلے زرہ پہن کر سوار ہو کر لڑتے رہے۔ پھر انھوں نے بھی زرہ اتار دی اور گھوڑے سے اتر کر لڑے اور شہید ہو گئے۔ تب سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے جھنڈا اٹھا لیا اور پہلے والے دو حضرات کی طرح لڑتے ہوئے شہید ہو گئے"۔[2]

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: "اے میرے پروردگار! مجھے

[1] سيرة ابن هشام (٢/ ٣٧٣)، دلائل النبوة للبيهقي (٤/ ٣٥٨).
[2] تاريخ دمشق لابن عساكر (١٢/٢).

اپنے راستے کی شہادت عطا فرمایئے اور اپنے رسول ﷺ کے شہر میں موت نصیب فرمایئے"۔[1]

امیر جراح بن عبد اللہ حکمی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے وزراء کا واقعہ

سلیم بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں خراسان اور بصرہ کے حاکم حضرت جراح بن عبد اللہ حکمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا تو انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھالئے۔ ان کے وزراء نے بھی ہاتھ اٹھالئے۔ وہ کافی دیر تک دعا کرتے رہے۔ پھر مجھ سے کہنے لگے: "اے ابو یحیٰ! کیا تم جانتے ہو کہ ہم کیا مانگ رہے تھے؟" میں نے کہا: "نہیں، میں نے تو آپ لوگوں کو توجہ سے دعا مانگتے دیکھا تو میں نے بھی ہاتھ اٹھالئے"۔ انہوں نے فرمایا: "ہم اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگ رہے تھے"۔ سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ "اللہ کی قسم! ان تمام حضرات کو شہادت نصیب ہوئی"۔[2]

حضرت اسود بن کلثوم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسود بن کلثوم رحمۃ اللہ علیہ جب چلتے تھے تو اپنے پاؤں اور انگلیوں کے پوروں کی طرف دیکھتے تھے۔ جب وہ جہاد کے لئے نکلے تو انہوں نے دعا کی: "اے میرے پروردگار! میرا نفس آسانی کے دنوں میں یہ گمان کرتا تھا کہ وہ تجھ سے محبت کرتا ہے۔ اگر میرا نفس سچا ہے تو پھر اسے اپنی ملاقات نصیب فرما۔ اگر یہ جھوٹا ہے تو تب بھی اس پر اپنی ملاقات ڈال دے، اگرچہ یہ اسے ناپسند ہی کیوں نہ کرے۔ اور میری موت کو اپنے راستے کی شہادت بنا دیجیے اور میرا گوشت درندوں اور پرندوں کو کھلا دیجیے"۔ اس کے بعد وہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ چل پڑے اور ایک شگاف کے ذریعے ایک چار دیواری میں داخل ہوگئے۔ اچانک دشمن کا لشکر آگیا اور وہ اسی شگاف پر قابض ہوگیا۔ حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی تو کسی طرح اس چار دیواری سے نکل گئے مگر وہ خود نہ نکل سکے، یہاں تک کہ دشمنوں کی بڑی تعداد اس شگاف پر پہنچ گئی۔ حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھوڑے سے اترے اور انہوں نے گھوڑے کے منہ پر کوڑا مارا تو وہ گھوڑا اتنا تیز دوڑا کہ دشمنوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ پھر وہ پانی پر گئے اور وضو کرکے نماز پڑھنے لگے۔ دشمن کہنے لگے کہ "عرب لوگ اسی طرح ہتھیار ڈالتے ہیں (یعنی نماز پڑھنے کے بعد وہ خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیں گے)"۔ نماز کے بعد حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ نے دشمنوں پر حملہ کر دیا اور لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ بعد میں مسلمانوں کا لشکر وہاں سے گزرا تو اس میں حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی بھی تھے۔ ان کے بھائی سے کسی نے کہا: "تم اس چار دیواری میں جاکر اپنے بھائی کی بچی کچی ہڈیاں تو چن کر دفنا دو"۔ ان کے بھائی نے کہا: "میں ایسا نہیں کروں گا۔ کیونکہ میرے بھائی نے ایک دعا کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو قبول فرمالیا

---

[1] أخرجه البخاري (١٨٩٠)

[2] سير أعلام النبلاء (٥/ ١٩٠).

ہے"۔ ان کے بھائی کا جواب سن کر لوگ خاموش ہو گئے۔[1]

سیدنا ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ کا واقعہ

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں اور میرے بھائی ہشام جنگِ یرموک میں شریک تھے۔ رات کو میں بھی اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعا کرتے رہے۔ جب صبح (لڑائی) ہوئی تو انہیں شہادت نصیب ہو گئی، جب کہ میں محروم رہا"۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ دشمنوں پر برابر حملے کرتے رہے اور ان کی ایک بڑی تعداد کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ شہادت کے بعد گھوڑوں نے انہیں روند ڈالا، یہاں تک کہ ان کے بھائی نے ان کے جسم کے ٹکڑے ایک چادر میں جمع کئے پھر انہیں دفنا دیا۔

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ان (سیدنا ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ) کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ان پر اللہ کی رحمتیں ہوں، وہ اسلام کے بہترین مددگار تھے"۔[2]

سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا واقعہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جنگِ یمامہ کے دن میں سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو وہ حنوط کی خوشبو لگا رہے تھے۔ میں نے کہا: "چچا جان! مسلمانوں پر کیا بیت رہی ہے اور آپ یہاں پر ہیں"۔ (جنگِ یمامہ میں ابتداءً مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمائی۔) یہ سن کر وہ مسکرائے اور فرمانے لگے: "او بھتیجے! (ابھی میں نکل رہا ہوں)"۔ انھوں نے اسلحہ لٹکایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں پہنچ گئے، اور فرمایا: "افسوس ہے مسلمانوں پر، آج یہ کیا کر رہے ہیں۔ اور افسوس ہے دشمنوں پر اور ان کے معبودوں پر۔ چھوڑ دو میرے گھوڑے کا راستہ تاکہ میں جنگ کی گرمی میں کود جاؤں"۔ اس کے بعد حملہ فرمایا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔[3]

فائدہ: امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "حنوط کی خوشبو عام طور پر مُردوں کو لگائی جاتی ہے۔ شاید حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اپنے نفس کو موت کے لئے تیار کرنے کی خاطر اور شہادت پانے کے عزم کو مضبوط کرنے کے لئے یہ استعمال فرماتے تھے"۔

---

[1] أخرجه ابن المبارك في الجهاد (٢/ ١٤٩).

[2] أخرج هذه الروايات ابن سعد في الطبقات (٤/ ١٤٦ - ١٤٧).

[3] أخرجه ابن المبارك في الجهاد (١/ ١٠٠)، والبيهقي في السنن الكبرى (١٧٩٧٧).

فوائد

یہاں ہم شہید فی سبیل اللہ کے ان تمام فضائل کا ذکر کر رہے ہیں جو امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں احادیث کے حوالے سے ذکر کیے ہیں:

۱۔ شہداء زندہ ہیں۔

۲۔ شہید کا جنت میں داخل ہونے کے باوجود جنت سے نکل کر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا کرنا۔

۳۔ شہادت ان تمام گناہوں کا کفارہ ہے جو بندہ اور اللہ کے درمیان ہیں۔

۴۔ شہید پر فرشتوں کے پروں کا سایہ ہوتا ہے۔

۵۔ خالص اللہ کی راہ میں شہادت پر جنت میں داخلے کی پکی ضمانت ہے۔

۶۔ شہداء کی شہادت کے وقت اللہ عزوجل ان کی ارواح کو جنت کے سبز پرندوں میں ڈال دیتے ہیں۔

۷۔ شہید کو قبر کے فتنے سے نجات مل جاتی ہے۔

۸۔ شہید اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرتا ہے۔

۹۔ شہید قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔

۱۰۔ اللہ عزوجل شہید کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش فرمادیتے ہیں، اور جنت میں اس کا مقام اس کی آنکھوں کے سامنے دکھادیا جاتا ہے۔

۱۱۔ شہید کو اپنا خون خشک ہونے سے پہلے ہی حور عین کی زیارت ہو جاتی ہے۔

۱۲۔ شہادت کے وقت شہید کو صرف چیونٹی کے کاٹنے جیسا درد ہوتا ہے۔

۱۳۔ فرشتے شہید پر داخل ہوتے ہیں اور اسے سلام بھیجتے ہیں۔

۱۴۔ اللہ کی ایسی رضا اور خوشنودی نصیب ہوتی ہے جس کے بعد ناراضگی نہیں ہو گی۔

۱۵۔ شہادت کی قبولیت کے لیے ماضی میں نیک اعمال شرط نہیں ہیں۔

۱۶۔ شہید پر انبیائے کرام کی فضیلت درجہ نبوت کی وجہ سے ہے۔

۱۷۔ حور عین سے ان کی شادی کرادی جاتی ہے۔

شہادت کے فضائل ہم نے پڑھ لیے۔ احادیث میں جو فضائل بیان کئے گئے ہیں ان کے سچا ہونے میں کوئی شبہہ نہیں ہے اور اسی طرح اس میں بھی کوئی شبہہ نہیں ہے کہ یہ فضائل صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم یا امت کے پہلے لوگوں کے لیے نہیں ہیں، بلکہ یہ فضائل قیامت تک کے انسانوں کے لیے بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ جس طرح ماضی کے خوش قسمت افراد نے ان

فضائل کو پڑھا، اور سمجھا، اور ان پر یقین کیا، اور پھر میدانوں میں نکل کر بھرپور محنت کر کے ان فضائل کو پالیا۔ اسی طرح آج ہمیں بھی یقین اور عمل کی آنکھوں سے ان فضائل کو پڑھنا چاہیے اور ان کو حاصل کرنے کے لیے بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھنا چاہیے جب تک یہ فضائل حاصل نہ ہو جائیں۔

شہادت سے ڈرنا ایک غفلت اور بیوقوفی ہے، کیونکہ موت کا وقت مقرر ہے۔ اور شہادت سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے، کیونکہ حقیقی مؤمن وہی ہے جو اللہ تعالی کو اپنی جان اور مال دے کر اس کی رضا کا طلب گار ہوتا ہے اور وہ اسے بھی اللہ کا فضل سمجھتا ہے۔ جان دینے والا بھی اللہ تعالی ہے، اب اس کی دی ہوئی چیز واپس اس کو دے کر اس کی رضا اور جنت کی نعمتیں پانا نفع کا سودا نہیں تو اور کیا ہے؟!

کیا یہ ہمارے لیے سوچنے کا مقام نہیں ہے کہ ہم آج کے دور کے لوگوں کو اپنے آباء واجداد سے کیا نسبت ہے۔ وہ لوگ مرنے کے لیے جیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں بھی عزت کی زندگی نصیب فرمائی اور آخرت کی کامیابی بھی ان کا مقدر بنے گی۔ اور ہم دنیا کے لیے جیتے ہیں تو دنیا میں بھی ہم ذلیل ورسوا ہو رہے ہیں، اور معلوم نہیں کہ آخرت میں ہمارا کیا حال ہو گا؟ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے، آمین۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرما دے اور آخرت کا غم عطا فرما دے، جو ہماری زندگی بے چین کر دے اور ہمیں مرنے کے لیے جینے والا بنا دے، آمین۔

خاتمۃ الأبواب

جہاد میں اخلاصِ نیت میں خلل واقع ہونے سے متعلق بعض مسائل

فصل

اخلاص کے بعد ریا میں مبتلا ہونے والے کا حکم

وہ شخص جو اخلاص کے ساتھ نکلا تھا مگر پھر وہ دکھلاوے، ریاکاری (اور شہرت پسندی) میں مبتلا ہو گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس سوال کے جواب میں امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل صورتیں بیان فرمائی ہیں:

۱۔ اگر ریاکاری اور دکھلاوے کی نیت پیدا ہونے سے پہلے وہ کچھ جہادی اعمال اخلاص کے ساتھ کر چکا ہے تو ان سابقہ اعمال کا اجر اسے ملے گا۔ لیکن اگر ان سابقہ اعمال کو بھی دکھلاوے اور شہرت کے لئے استعمال کر رہا ہے تو وہ اعمال بھی برباد اور موجودہ بھی برباد ہو جائیں گے۔

۲۔ اگر کسی نے ریاکاری کی نیت سے پہلے کوئی عمل نہیں کیا، بلکہ جیسے ہی جہاد میں نکلا اور لوگوں کے اکرام کو دیکھا تو اسے لوگوں کو اپنے احوال بتلانے سے خوشی محسوس ہونے لگی، اور لوگوں کی تعریف سے اسے سکون ملنے لگا، اور اس کی نظر اللہ کی رضاجوئی سے ہٹ گئی، تو اس کا تمام عمل برباد ہو گیا اور وہ اللہ کی ناراضگی اور اس کے عذاب کا مستحق بن گیا۔

۳۔ اگر کسی کو ریاکاری کا خیال پیدا ہو گیا، لیکن اس کی کارگزاری لوگوں کو معلوم نہ ہو سکی۔ مگر پھر بھی وہ جہاد میں لگا رہا تو اس کا عمل ان شاء اللہ مقبول ہو گا۔ کیونکہ حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہاد کر رہا ہے۔ اسی لئے لوگوں کو اطلاع نہ ہونے کے باوجود وہ ڈٹا ہوا ہے۔

۴۔ اگر اللہ کی رضا کے لئے جہاد شروع کیا تھا، مگر جب لڑائی شروع ہوئی تو اس کو یہ نیت یاد نہ رہی اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی اور غلط نیت پیدا ہوئی، تو ایسے شخص کے لئے پہلی نیت ہی کافی ہے۔ چنانچہ اسے اجر بھی ملے گا اور شہادت بھی۔

۵۔ اگر ایک شخص اخلاص کے ساتھ جہاد میں نکلا اور لڑائی شروع ہوتے وقت تک اس کی نیت یہی رہی، مگر جب لڑائی شروع ہوئی تو وہ ڈر گیا اور اس کے دل میں بزدلی آگئی، لیکن اب وہ لوگوں سے شرم کی وجہ سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ اگر اسے اندھیرا یا لوگوں کی نظروں سے بچ کر بھاگنے کا موقع مل جاتا تو وہ بھاگ جاتا۔ لیکن وہ اس لئے نہیں بھاگتا کہ لوگ اسے بزدل اور شکست خوردہ

بھگوڑا کہیں گے۔ چنانچہ وہ لڑتا ہوا مارا گیا تو ایسے شخص پر افسوس کے آنسو بہائے جانے چاہییں، کیونکہ اس نے محض لوگوں کی خاطر جان جیسا قیمتی سرمایہ قربان کر دیا۔ پس ایک مجاہد پر لازم ہے کہ اپنے اندر اخلاص پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرے اور اگر اس میں کچھ کمی ہے، تو اسے اللہ کے سامنے اس طرح گڑگڑانا چاہیے جس طرح سے پانی میں ڈوبتا شخص گڑگڑاتا ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمادے اور اسے اخلاص کی دولت عطا فرمادے۔

فصل

اخلاصِ نیت سے جہاد کرنے کے بعد اپنے عملِ جہاد کا اظہار کرنے کی خواہش کا حکم

ایک شخص نے اخلاص کے ساتھ جہاد کر لیا، مگر بعد میں اسے شوق پیدا ہو گیا کہ لوگ اس کے جہاد کو جانیں اور اس کی بہادری اور کارنامے لوگوں کو معلوم ہو جائیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”یہ چیز بھی خطرناک ہے جب کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت اس کے عمل کو ضائع کرنے والی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے بارے میں سنا کہ وہ کہتا ہے میں نے رات کو سورۂ بقرہ پڑھی تھی۔ فرمایا: بس اسے یہی کچھ مل گیا (یعنی لوگوں کو پتہ چل گیا۔ یہی اس کی تلاوت کا بدلہ ہے)“۔[1]

اسی طرح ایک شخص نے کہا: ”میں نے زندگی بھر روزہ رکھا“، تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا:

"لَمْ تَصُم وَلَمْ تُفطِر".[2]

”تونے نہ روزہ رکھا نہ افطار کیا (یعنی تجھے کچھ اجر نہیں ملا)“۔

بہر حال چونکہ یہ ایک خطرناک بات ہے، اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ جہاد اور اپنے دوسرے نیک اعمال کا تذکرہ نہ کیا کرے تاکہ اس کے عمل کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ رہے۔ لیکن اگر اپنے عمل کا تذکرہ کرنے سے مقصود یہ ہو کہ لوگ اس عمل کی طرف راغب ہوں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی جہاد کی ترغیب ہو اور ان کے دل میں بھی قوت اور سخاوت پیدا ہو تو پھر تذکرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ہمارے اسلاف کا واقعات بیان کرنے سے یہی مقصود ہوتا تھا اور اس صورت میں زیادہ احتیاط والی بات یہ ہے کہ اپنے واقعات

---

[1] إحياء علوم الدين (٣٠٧/٣).

[2] أخرجه مسلم (١١٦٢) من حديث أبي قتادة رضي الله عنه.

اپنی نسبت سے بتانے کے بجائے یوں بیان کرے کہ ایک مجاہد کا واقعہ یوں ہے یا ایک شخص نے اپنا اتنا مال خرچ کیا وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس طرح واقعات سنانے سے ترغیب اور دعوت کا مقصد پورا ہو سکتا ہو تو پھر اپنا نام نہ لے بلکہ اسے مخفی رکھے۔ ہمارے اکثر اسلاف کا طریقہ یہی رہا ہے، کیونکہ ریاکاری کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے:

"أَخْفَى مِن دَبِيْبِ النَّمْل" یعنی چیونٹی کی چال سے زیادہ چپکے سے انسان کے دل میں داخل ہو جاتی ہے۔[1]

ایک حدیث شریف میں آیا ہے:

"مَن سَمَّع الناسَ بعملِه سَمَّعَ اللهُ به سامعَ خلقِه وصَغَّره وحَقَّره".[2]

"جو لوگوں کو سنانے کے لئے عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی یہ نیت لوگوں پر ظاہر فرما کر اسے حقیر و ذلیل کر دیتا ہے"۔

انہی احادیث و روایات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے سارے اکابر ریاکاری کے خوف سے اپنے اعمال کو چھپانے کے لئے سخت محنت فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں بطورِ مثال دو واقعات ملاحظہ فرمائیے۔

امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت عبد اللہ بن سنان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں طرسوس (نامی مقام) پر جہاد میں امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام معتمر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا۔ اچانک دشمن کے ساتھ لڑائی شروع ہو گئی تو امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور امام معتمر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ بھی لشکر میں نکل کھڑے ہوئے۔ جب مسلمانوں اور رومیوں کی صفیں آمنے سامنے آگئیں تو رومیوں کی طرف سے ایک شخص نے نکل کر مقابلے کی دعوت دی۔ ایک مسلمان آگے بڑھا مگر رومی نے شدید حملہ کر کے اسے شہید کر دیا۔ اور پھر اس نے مقابلے کی دعوت دی۔ اس طرح اس نے یکے بعد دیگرے چھ مسلمان شہید کر دیے۔ وہ رومی دونوں لشکروں کے درمیان اکڑ کر چل رہا تھا۔ یہ دیکھ کر امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے: "اگر میں شہید ہو گیا تو تم فلاں فلاں کام کر لینا"۔ پھر انہوں نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور اس رومی کے سامنے جا پہنچے۔ تھوڑی دیر تک مقابلہ ہوا اور امام عبد اللہ بن مبارک نے اس رومی کو قتل کر دیا اور پھر مقابلے کی دعوت دی۔ مگر رومی آپ سے سخت خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ چکے تھے۔ یہ دیکھ کر امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور کہیں غائب ہو گئے۔ اچانک میں نے انہیں اپنی سابقہ جگہ پر کھڑا ہوا پایا۔ وہ مجھے فرما رہے تھے: "اے عبد اللہ بن سنان! اگر تم نے

---

[1] أخرجه أحمد (١٩٦٠٦)، والطبراني في المعجم الأوسط (٣٤٧٩) من حديث أبي موسى رضي الله عنه، وروي بنحوه من حديث عدة من الصحابة كأبي يكر الصديق وابنته الصديقة رضي الله عنهما، وقد استشهد بها العلماء سلفا وخلفا.

[2] أخرجه ابن المبارك في الزهد (١٤١)، وأحمد في مسنده (٦٥٠٩) من حديث ابن عمرو رضي الله عنهما، وجوَّده ابنُ النحَّاس.

میری زندگی میں یہ واقعہ کسی کو سنایا تو پھر ایسا اور ایسا (یعنی کوئی سخت بات فرمائی)"۔ عبد اللہ کہتے ہیں کہ "میں نے ان کی زندگی میں یہ واقعہ کسی کو نہیں سنایا"۔[1]

امیر مسلمہ بن عبد الملک کے لشکر کے ایک گمنام سپاہی کا واقعہ

حضرت مسلمہ بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ نے دشمن کے ایک قلعے کا محاصرہ کیا، مگر انھیں سخت مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑی (اور قلعہ فتح نہیں ہوا)۔ اچانک لوگوں نے قلعے میں ایک سوراخ دیکھ لیا مگر کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ لشکر میں سے ایک شخص (مثالی بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے) اس سوراخ میں داخل ہو گیا اور اس نے قلعے کا دروازہ کھول دیا اور مسلمانوں نے قلعہ فتح کر لیا۔ (جنگ کے بعد) حضرت مسلمہ بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کروایا کہ وہ شخص جس نے یہ کارنامہ سرانجام دیا آگے آئے، مگر تین بار اعلان کے باوجود کوئی نہیں آیا۔ جب چوتھی بار منادی کرائی گئی تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا: "امیر صاحب، میں وہ شخص ہوں"۔ پھر وہ قسمیں دے کر کہنے لگا: "اللہ کے لئے میرا نام کارگزاری میں نہ لکھیے اور نہ مجھے کوئی انعام دیجیے اور نہ مجھے اپنے کام سے ہٹایئے"۔ حضرت مسلمہ بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "ٹھیک ہے، ہم ایسا ہی کریں گے"۔ پھر وہ شخص غائب ہو گیا اور اس کے بعد نظر نہ آیا۔ اور حضرت مسلمہ بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ ہر نماز کے بعد دعا میں کہتے تھے کہ "اے میرے پروردگار! مجھے اس شخص کے ساتھ شامل فرما دیجیے"۔[2]

امام ابن النحاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکابر کے اس طرح کے واقعات بہت زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی اس کی توفیق عطا فرمانے والے ہیں۔

یہ اس کتاب کا اہم ترین باب ہے۔ مجاہدین کو چاہیے کہ وہ اس باب کو اول باب کے ساتھ ملا کر بار بار پڑھتے رہا کریں۔ اور ہر دم اپنی نیتوں کا محاسبہ اور اپنے اعمال کی اصلاح کرتے رہا کریں۔

آخری فصل

مجاہدین کے لیے ضروری نصائح

۱۔ مجاہدین اللہ کے لیے اپنے گھر بار اور عیش و آرام کو چھوڑتے ہیں، مگر شیطان کی کوشش ہوتی ہے کہ ان میں ریاکاری پیدا ہو جائے اور مجاہدین کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ و برباد ہو جائیں۔ اس کتاب کی تعلیم اور مطالعہ سے مجاہد کو اس بات کی یاد دہانی

[1] أسنده البيهقي في شعب الإيمان (٤٠١٣)، وابن عساكر في تاريخ دمشق (٣٢/ ٤٤٨).

[2] أسنده الدينوري في المجالسة وجواهر العلم (١٣٥٤) وابن عساكر في تاريخ دمشق (٥٨/ ٣٦).

ہو گی کہ وہ اپنے عمل کو ان انسانوں کے درمیان عزت پانے کے لئے تباہ نہ کرے جو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان اور جن کے ہاں عزت بھی عارضی ہوتی ہے۔

۲۔ اگر جہاد میں اخلاص نہیں ہو گا تو مجاہد سے غلطیاں ہوں گی، وہ شہوت پرست لٹیرا بن جائے گا اور دشمنوں کو مسلمانوں پر ہنسنے کا موقع ملے گا۔ اخلاصِ نیت کی تعلیم اس سے مجاہدین کو محفوظ رکھتی ہے۔

۳۔ موجودہ زمانے میں یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جہاد کرنے والی بعض جماعتیں جب قوت پکڑ لیتی ہیں تو آہستہ آہستہ ان کے امراء زمین پر قوت پکڑنے کو کامیابی کی منزل سمجھنے لگتے ہیں اور آہستہ آہستہ اعلائے کلمۃ اللہ کی جگہ ذاتی جاہ و منصب اور اقتدار و حکومت دل و دماغ کا مقصد بن جاتا ہے۔ یہ انتہائی خطرناک صورتحال ہے۔ ایسے میں ماضی کے مجاہدین حال کے مفسدین بن جاتے ہیں، اور ناحق قتل اور غصبِ اموال ان کا راستہ بن جاتا ہے۔ اور ساری محنت اکارت جاتی ہے۔ آج کے دور میں خود کفار کی یہ کوشش ہے کہ وہ مجاہدین کی جماعتوں کو کرسی اقتدار کے نشے میں مبتلا کر کے جہاد و اسلام کے ہدف سے ہٹا دیں اور بالآخر اپنا ایجنٹ اور آلہ کار بنالیں۔ اللہ تعالیٰ ہر جہادی جماعت اور اس کے امراء کو اس سے محفوظ رکھیں، آمین۔ اس کتاب کا مستقل مطالعہ اس فساد کے راستے میں رکاوٹ بنے گا اور مجاہدین کو حق کے راستے پر ثابت قدم رکھے گا، ان شاء اللہ۔

۴۔ آج کل کی بعض تنظیمیں اور دوسری پارٹیاں اپنی تشہیر کے لیے جھوٹ تک بولتی ہیں، اور مجاہدین کی طرف جھوٹی کارروائیوں اور کارناموں کی نسبت کرتی ہیں، اور واقعات بیان کرنے میں مبالغے سے کام لیتی ہیں۔ ان کے اس طرزِ عمل سے دیگر مجاہدین پر بھی اثر ہوتا ہے۔ اول و آخر دونوں ابواب کو پڑھنے سے اس بیماری کا علاج ہو گا۔

۵۔ بعض جماعتوں سے وابستہ افراد اپنی جماعت کی مشہوری اور انھیں دوسری جماعتوں کے مقابلے میں بالا و برتر دکھانے کے لیے اپنے امیر یا امراء کی زندگی میں ان کی ایسی تشہیر کرتے ہیں اور ان کی مدح سرائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ یہ مدح سرائی کرنے والے اور کرانے والے، دونوں کے حق میں دنیا و آخرت کے فساد اور برائی کا سبب بنتا ہے۔ اخلاصِ نیت کی یاد دہانی اس مرض سے نجات کی دوا ثابت ہوتی ہے۔

۶۔ مجاہدین کی ریاکاری کی وجہ سے عسکری طور پر بھی بے حد نقصانات ہوتے ہیں اور دشمن کو تفتیش کرنے اور مجاہدین تک پہنچنے میں سہولت ہو جاتی ہے۔ بلکہ مجاہدین کی طرف سے ریاکاری اور دکھلاوے والے بیانات دشمن کا آدھا کام سرانجام دے دیتے ہیں۔ اس کی بجائے اگر اخفاء سے کام لیا جائے تو دشمن کو سخت مشکلات پیش آسکتی ہیں اور مجاہدین کی نشاندہی کرنے میں اس کا بے شمار سرمایہ اور صلاحیت ضائع ہو سکتی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ... ان شاء اللہ... مجاہدین میں اخفاء کا جذبہ پیدا کرے گا جو ان کے لئے عسکری اور جنگی اعتبار سے بھی سخت ضروری ہے۔

۷۔ عام طور پر لوگ مجاہدین کی مدد کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ اسی لئے غالباً بعض جہادی تنظیمیں مبالغہ آمیزی اور بعض

جھوٹ بولنے پر مجبور ہوتی ہیں تاکہ لوگوں کو متاثر کیا جاسکے۔ لیکن اگر اس اخلاصِ نیت کی تذکیر کثرت سے کرائی جائے تو مجاہدین میں اللہ کی ذات پر اعتماد اور یقین بڑھے گا۔ اور اللہ تعالیٰ خود ان کی ضروریات کو پورا فرمادے گا اور انہیں کسی سے مانگنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ الحمدللہ! جو مخلص تنظیمیں اس اصول کو اپنائے ہوئے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کا محتاج نہیں ہونے دیا۔

۸۔ آخری اور سب سے اہم گزارش یہ ہے کہ اس باب کو پڑھنے کے بعد دل تھام کر نہ بیٹھ جائیں کہ ہمارا جہاد تو قبول ہی نہیں ہو گا، چنانچہ ریاکاری سے بچنے کے لئے خدانخواستہ جہاد ہی چھوڑدیں۔ اس باب کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد مجاہدین میں اخلاص پیدا کرنا ہے، تاکہ وہ اور زیادہ محنت اور جذبے کے ساتھ جہاد کر سکیں۔ آج اگر کوئی ریاکاری کی وجہ سے جہاد چھوڑدے گا تو پھر کون سا عمل ایسا ہے جس میں ریاکاری کا خطرہ نہیں ہے۔ تو کیا اس طرح اعمال چھوڑدینا ہی ریاکاری کا علاج ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ حضرات اکابر رحمۃ اللہ علیہم نے تو لکھا ہے کہ ریاکاری کے ڈر سے اعمال چھوڑدینا خود سب سے بڑی ریاکاری ہے، کیونکہ مخلوق کو دکھانے یا نہ دکھانے پر نظر گئی اور اللہ تعالیٰ سے نظر ہٹ گئی۔ اسی کو 'ریاکاری' اور 'شرک خفی' کہتے ہیں۔ اخلاص تو تمام اعمال کی جان ہے اور جان کی حفاظت ہی تو کی جاتی ہے۔ اسی طرح نیت کی بھی حفاظت کرنی چاہیے۔ ریاکاری کے ڈر سے اعمال چھوڑنے والے کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی کا سانس اٹکنے لگے تو وہ سانس کو بحال کرنے والی دوائیاں کھانے کی بجائے سانس کو بالکل بند کرنے والی دوائی یعنی زہر کھانا شروع کردے۔ مجاہدین کو چاہیے کہ مخلصین اولیائے کرام کی صحبت میں بیٹھ کر نیت کو درست کرنے اور درست رکھنے کے طریقے سیکھیں اور ساری زندگی اہلِ حق علمائے کرام کی رہنمائی میں گزاریں۔ اس دنیا کی زندگی کو ہمیشہ عارضی اور فانی سمجھیں اور اپنے جہاد کی قیمت یا بدلہ دنیا میں وصول کرنے کا تصور بھی نہ کریں۔ تب ان شاءاللہ ان میں اخلاص پیدا ہو جائے گا اور ان شاءاللہ تادم شہادت وہ ریاکاری سے محفوظ رہیں گے۔

اے اللہ! تو اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو اخلاص کی دولت عطا فرما اور ریاکاری سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! ہمیں دین کا صحیح علم نصیب فرما اور برحق عمل کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں دنیا سے بے رغبت فرما کر آخرت کے شوق میں بے تاب فرما۔ اے اللہ! ہمیں جہاد کو اس طرح انجام دینے والا بنادے جس طرح تجھے محبوب ہے۔ اے اللہ! ہمیں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اپنی راہ میں قبول فرمالے اور ہمیں لمحہ بھر کے لیے بھی اپنے نفسوں کے حوالے مت فرما۔ اے اللہ! ہمیں اپنے راستے میں ثابت قدمی عطا فرما، یہاں تک کہ ہم تیرے پاس پہنچ جائیں۔ اے اللہ! ہمیں شہادت سے محروم نہ فرما۔ آمین، ثم آمین۔ یارب العالمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، وصلى الله وسلم على نبينا الأمين!

مراجع ومصادر

اس کتاب کی تیاری میں درج ذیل مراجع ومصادر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ یہاں موضوع کے حساب سے ان مصادر کو ذکر کیا جارہا ہے، اور ہر مصدر کی طباعت بھی ذکر کی جارہی ہے۔ تاکہ اگر کوئی حوالہ جات کو اصل مصادر میں دیکھنا چاہے تو وہ سہولت سے دیکھ سکے۔

١. القرآن الكريم

کتبِ تفاسیر

٢. تفسير الطبري (جامع البيان عن تأويل آي القرآن)، المؤلف: محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى: ٣١٠هـ)، تحقيق: الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي، دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان.

٣. تفسير القرآن العظيم، لابن أبي حاتم، أبو محمد عبد الرحمن بن محمد بن إدريس بن المنذر التميمي، الحنظلي، الرازي ابن أبي حاتم (المتوفى: ٣٢٧هـ)، المحقق: أسعد محمد الطيب، الناشر: مكتبة نزار مصطفى الباز - المملكة العربية السعودية.

٤. تفسير الماتريدي (تأويلات أهل السنة)، المؤلف: محمد بن محمد بن محمود، أبو منصور الماتريدي (المتوفى: ٣٣٣هـ)، المحقق: د. مجدي باسلوم، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان.

٥. أحكام القرآن للجصاص، المؤلف: أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي (المتوفى: ٣٧٠ هـ)، المحقق: محمد صادق القمحاوي، الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت – لبنان.

٦. بحر العلوم، المؤلف: أبو الليث نصر بن محمد بن أحمد بن إبراهيم السمرقندي (المتوفى: ٣٧٣هـ).

٧. معالم التنزيل في تفسير القرآن (تفسير البغوي)، المؤلف: محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود البغوي (المتوفى: ٥١٠هـ)، المحقق: محمد عبد الله النمر - عثمان جمعة ضميرية - سليمان مسلم الحرش، الناشر: دار طيبة للنشر والتوزيع.

٨. الجامع لأحكام القرآن (تفسير القرطبي)، المؤلف: أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى: ٦٧١هـ)، تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش، الناشر: دار الكتب المصرية – القاهرة.

٩. تفسير النسفي (مدارك التنزيل وحقائق التأويل)، المؤلف: أبو البركات عبد الله بن أحمد بن محمود حافظ الدين النسفي (المتوفى: ٧١٠هـ)، حققه وخرج أحاديثه: يوسف علي بديوي، راجعه وقدم له: محيي الدين ديب مستو، الناشر: دار الكلم الطيب، بيروت.

١٠. تفسير القرآن العظيم (ابن كثير)، المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى: ٧٧٤هـ)، المحقق: محمد حسين شمس الدين، الناشر: دار الكتب العلمية، منشورات محمد علي بيضون – بيروت.

١١. آسان ترجمہ قرآن، تشریحات کے ساتھ، مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

کتبِ حدیث

١٢. الجامع، (منشور كملحق بمصنف عبد الرزاق)، معمر بن أبي عمرو راشد الأزدي مولاهم، أبو عروة البصري، نزيل اليمن (المتوفى: ١٥٣هـ)، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي، المجلس العلمي بباكستان، وتوزيع المكتب الإسلامي ببيروت.

١٣. الموطأ، المؤلف: مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي المدني (المتوفى: ١٧٩هـ)، المحقق: محمد مصطفى الأعظمي، الناشر: مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان للأعمال الخيرية والإنسانية - أبو ظبي – الإمارات.

١٤. الزهد لوكيع، المؤلف: أبو سفيان وكيع بن الجراح بن مليح بن عدي بن فرس بن سفيان بن الحارث بن عمرو ابن عبيد بن رؤاس الرؤاسي (المتوفى: ١٩٧هـ)، حققه: عبد الرحمن عبد الجبار الفريوائي، الناشر: مكتبة الدار، المدينة المنورة.

١٥. المسند لعبد الله بن وهب، المؤلف: أبو محمد عبد الله بن وهب بن مسلم المصري القرشي (المتوفى: ١٩٧ هـ)، المحقق: أبو عبد الله محي الدين بن جمال البكاري، الناشر: دار التوحيد لإحياء التراث.

١٦. مسند أبي داود الطيالسي، المؤلف: أبو داود سليمان بن داود بن الجارود الطيالسي البصري (المتوفى: ٢٠٤)، تحقيق: الدكتور محمد بن عبد المحسن التركي، الناشر: دار هجر – مصر.

١٧. المصنَّف، أبو بكر عبد الرزاق بن همام بن نافع الحميري اليماني الصنعاني (المتوفى: ٢١١هـ)، المحقق: حبيب الرحمن الأعظمي، الناشر: المجلس العلمي- الهند.

١٨. سنن سعيد بن منصور، المؤلف: أبو عثمان سعيد بن منصور بن شعبة الخراساني الجوزجاني (المتوفى: ٢٢٧هـ)، المحقق: حبيب الرحمن الأعظمي، الناشر: الدار السلفية – الهند.

١٩. المصنَّف، المؤلف: أبو بكر بن أبي شيبة، عبد الله بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي (المتوفى: ٢٣٥)، الناشر: دار القبلة، المحقق: الدكتور محمد عوامة.

٢٠. مسند أحمد، المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ٢٤١هـ)، تحقيق: شعيب الأرنؤوط - عادل مرشد، وآخرون، الناشر: مؤسسة الرسالة.

٢١. فضائل الصحابة، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ٢٤١هـ)، تحقيق: د. وصي الله محمد عباس، الناشر: مؤسسة الرسالة – بيروت.

٢٢. المنتخب من مسند عبد بن حميد، المؤلف: أبو محمد عبد الحميد بن حميد بن نصر الكَسّي ويقال: الكَشّي (المتوفى: ٢٤٩هـ)، المحقق: صبحي البدري السامرائي , محمود محمد خليل الصعيدي، الناشر: مكتبة السنة – القاهرة.

٢٣. مسند الدارمي المعروف بـ(سنن الدارمي)، المؤلف: أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بَهرام بن عبد الصمد الدارمي، التميمي السمرقندي (المتوفى: ٢٥٥هـ)، تحقيق: حسين سليم أسد الداراني، الناشر: دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية.

٢٤. صحيح البخاري (الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه)، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله البخاري الجعفي، تحقيق: محمد زهير بن ناصر الناصر، الناشر: دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي).

٢٥. الأدب المفرد، المؤلف: محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة البخاري، أبو عبد الله (المتوفى: ٢٥٦)، المحقق: محمد فؤاد عبدالباقي، الناشر: دار البشائر الإسلامية - بيروت.

٢٦. صحيح مسلم (المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم)، المؤلف: مسلم بن الحجاج أبو الحسين القشيري النيسابوري (المتوفى: ٢٦١)، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي، الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت.

٢٧. سنن ابن ماجه، المؤلف: ابن ماجة - وماجة اسم أبيه يزيد - أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني (المتوفى: ٢٧٣)، تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي، الناشر: دار إحياء الكتب العربية - فيصل عيسى البابي الحلبي.

٢٨. سنن أبي داود، المؤلف: أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السّجستاني (المتوفى: ٢٧٥)، المحقق: محمد محيي الدين عبد الحميد، الناشر: المكتبة العصرية، صيدا – بيروت.

٢٩. المراسيل، أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السجستاني (المتوفى: ٢٧٥هـ)، تحقيق: شعيب الأرناؤوط، الناشر: مؤسسة الرسالة – بيروت.

٣٠. سنن الترمذي، وهو الجامع الكبير، المؤلف: محمد بن عيسى بن سورة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: ٢٧٩)، تحقيق وتعليق: أحمد محمد شاكر (جـ ١، ٢)، ومحمد فؤاد عبد الباقي (جـ ٣)، وإبراهيم عطوة عوض (جـ ٤، ٥)، مطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر.

٣١. الآحاد والمثاني، أبو بكر بن أبي عاصم وهو أحمد بن عمرو بن الضحاك بن مخلد الشيباني (المتوفى: ٢٨٧هـ)، تحقيق: د. باسم فيصل أحمد الجوابرة، الناشر: دار الراية، الرياض.

٣٢. مسند البزار (البحر الزخار)، المؤلف: أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق العتكي المعروف بالبزار (المتوفى: ٢٩٢)، تحقيق: محفوظ الرحمن زين الله، وعادل بن سعد وصبري عبد الخالق

الشافعي، الناشر: مكتبة العلوم والحكم - المدينة المنورة.

٣٣. السنن الصغرى (المجتبى من السنن)، المؤلف: أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: ٣٠٣)، تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة، الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب.

٣٤. السنن الكبرى، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: ٣٠٣هـ)، حققه وخرج أحاديثه: حسن عبد المنعم شلبي، أشرف عليه: شعيب الأرناؤوط، قدم له: عبد الله بن عبد المحسن التركي، الناشر: مؤسسة الرسالة – بيروت.

٣٥. المنتقى من السنن المسندة، المؤلف: أبو محمد عبد الله بن علي بن الجارود النيسابوري (المتوفى: ٣٠٧هـ)، المحقق: عبد الله عمر البارودي، الناشر: مؤسسة الكتاب الثقافية – بيروت.

٣٦. مسند أبي يعلى، المؤلف: أبو يعلى أحمد بن علي بن المثنى بن يحيى بن عيسى بن هلال التميمي، الموصلي (المتوفى: ٣٠٧)، المحقق: حسين سليم أسد، الناشر: دار المأمون للتراث – دمشق.

٣٧. صحيح ابن خزيمة، المؤلف: أبو بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة بن المغيرة بن صالح بن بكر السلمي النيسابوري (المتوفى: ٣١١هـ)، المحقق: د. محمد مصطفى الأعظمي، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت.

٣٨. مختصر الأحكام (مستخرج الطوسي على جامع الترمذي)، المؤلف: أَبو عَلِيٍّ الحسنُ بنُ عَليِّ بنِ نَصْرٍ الطُّوْسِيُّ، المُلَقَّبُ: بِكَرْدُوشٍ (المتوفى: ٣١٢هـ)، المحقق: أنيس بن أحمد بن طاهر الأندونوسي، الناشر: مكتبة الغرباء الأثرية - المدينة المنورة – السعودية.

٣٩. مستخرج أبي عوانة (المسند الصّحيح المخرّج على صحيح مسلم)، المؤلف: أبو عوانة يعقوب بن إسحاق الإسفرايينيّ (المتوفى ٣١٦)، تحقيق: أيمن بن عارف الدمشقي، الناشر: دار المعرفة – بيروت.

٤٠. المسند للشاشي، المؤلف: أبو سعيد الهيثم بن كليب بن سريج بن معقل الشاشي البِنْكَثي (المتوفى: ٣٣٥هـ)، المحقق: د. محفوظ الرحمن زين الله، الناشر: مكتبة العلوم والحكم - المدينة المنورة.

٤١. صحيح ابن حبان (الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان)، المؤلف: محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن معبد، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البستي (المتوفى: ٣٥٤هـ)، ترتيب: الأمير علاء الدين علي بن بلبان الفارسي (المتوفى: ٧٣٩)، حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه: شعيب الأرنؤوط، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت.

٤٢. المعجم الكبير، لسليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (ت: ٣٦٠هـ)، تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي، دار النشر: مكتبة ابن تيمية - القاهرة.

٤٣. المعجم الأوسط، سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني

(المتوفى: ٣٦٠هـ)، تحقيق: طارق بن عوض الله بن محمد، عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني، الناشر: دار الحرمين – القاهرة.

٤٤. مسند الشاميين، المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: ٣٦٠هـ)، المحقق: حمدي بن عبدالمجيد السلفي، الناشر: مؤسسة الرسالة – بيروت.

٤٥. المستدرك على الصحيحين، المؤلف: أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد الضبي الطهماني النيسابوري المعروف بابن البيع (المتوفى: ٤٠٥)، تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت.

٤٦. السنن الكبير، المؤلف: أبو بكر أحمد بن الحسين بن عليّ البيهقي (٣٨٤ - ٤٥٨)، تحقيق: الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي، الناشر: مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية (الدكتور، عبد السند حسن يمامة).

٤٧. معجم ابن عساكر (أو: معجم الشيوخ)، المؤلف: ثقة الدين، أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (المتوفى: ٥٧١)، تحقيق: الدكتورة وفاء تقي الدين، الناشر: دار البشائر – دمشق.

٤٨. الأحاديث المختارة أو المستخرج من الأحاديث المختارة مما لم يخرجه البخاري ومسلم في صحيحيهما، المؤلف: ضياء الدين أبو عبد الله محمد بن عبد الواحد المقدسي (المتوفى: ٦٤٣هـ)، تحقيق: الدكتور عبد الملك بن عبد الله بن دهيش، الناشر: دار خضر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت – لبنان.

٤٩. مختصر سنن أبي داود، الحافظ عبد العظيم بن عبد القوي المنذري (المتوفى: ٦٥٦ هـ)، تحقيق وتعليق مع إضافة أحكام الألباني: محمد صبحي بن حسن حلاق أبو مصعب، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض، المملكة العربية السعودية.

٥٠. المهذب في اختصار السنن الكبير، اختصره: أبو عبد الله محمّد بن أحمد بن عثمان الذّهبيّ الشّافعيّ (ت٧٤٨ هـ)، تحقيق: دار المشكاة للبحث العلمي، بإشراف أبي تميم ياسر بن إبراهيم، الناشر: دار الوطن.

کتب تخریج احادیث ورجال

٥١. علل الترمذي الكبير، المؤلف: محمد بن عيسى بن سورة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: ٢٧٩هـ)، رتبه على كتب الجامع: أبو طالب القاضي، تحقيق: صبحي السامرائي , أبو المعاطي النوري , محمود خليل الصعيدي، الناشر: عالم الكتب.

٥٢. العلل، لابن أبي حاتم، أبو محمد عبد الرحمن بن محمد بن إدريس بن المنذر التميمي، الحنظلي، الرازي ابن أبي حاتم (المتوفى: ٣٢٧هـ)، تحقيق: فريق من الباحثين بإشراف وعناية د. سعد بن عبد الله الحميد و د. خالد بن عبد الرحمن الجريسي، الناشر: مطابع الحميضي.

٥٣. علل الدارقطني (العلل الواردة في الأحاديث النبوية)، المؤلف: أبو الحسن علي بن عمر الدارقطني (المتوفى: ٣٨٥)، المجلدات من الأول، إلى الحادي عشر، تحقيق وتخريج: محفوظ الرحمن زين الله السلفي، الناشر: دار طيبة - الرياض، والمجلدات من الثاني عشر، إلى الخامس عشر، علق عليه: محمد بن صالح بن محمد الدباسي، الناشر: دار ابن الجوزي – الدمام.

٥٤. تذكرة الحفاظ (أطراف أحاديث كتاب المجروحين لابن حبان)، أبو الفضل محمد بن طاهر بن علي بن أحمد المقدسي الشيباني، المعروف بابن القيسراني (المتوفى: ٥٠٧هـ)، تحقيق: حمدي عبد المجيد السلفي، دار الصميعي للنشر والتوزيع، الرياض.

٥٥. بيان الوهم والإيهام في كتاب الأحكام، المؤلف: علي بن محمد بن عبد الملك الكتامي الحميري الفاسي، أبو الحسن ابن القطان (المتوفى: ٦٢٨هـ)، تحقيق: د. الحسين آيت سعيد، الناشر: دار طيبة – الرياض.

٥٦. الموضوعات، المؤلف: رضي الدين الحسن بن محمد بن الحسن بن حيدر العدوي العمري القرشي الصغاني الحنفي (المتوفى: ٦٥٠هـ)، المحقق: نجم عبد الرحمن خلف، الناشر: دار المأمون للتراث – دمشق.

٥٧. تهذيب الكمال في أسماء الرجال، يوسف بن عبد الرحمن بن يوسف، أبو الحجاج، جمال الدين ابن الزكي أبي محمد القضاعي الكلبي المزي (المتوفى: ٧٤٢هـ)، تحقيق: د. بشار عواد معروف، مؤسسة الرسالة - بيروت.

٥٨. تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف (ومعه النكت الظراف)، المؤلف: جمال الدين أبو الحجاج يوسف بن عبد الرحمن المزي (المتوفى: ٧٤٢ هـ)، المحقق: عبد الصمد شرف الدين، طبعة: المكتب الإسلامي، والدار القيّمة.

٥٩. تنقيح التحقيق في أحاديث التعليق، المؤلف: شمس الدين محمد بن أحمد بن عبد الهادي الحنبلي (المتوفى: ٧٤٤ هـ)، تحقيق: سامي بن محمد بن جاد الله وعبد العزيز بن ناصر الخباني، دار النشر: أضواء السلف – الرياض.

٦٠. جامع المسانيد والسُّنَن الهادي لأقوم سَنَن، المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى: ٧٧٤هـ)، المحقق: د عبد الملك بن عبد الله الدهيش، الناشر: دار خضر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت – لبنان.

٦١. كشف المنَاهج والتَّنَاقيح في تخرِيج أحاديثِ المصابيح، المؤلف: محمد بن إبراهيم بن إسحاق

السلمي المُنَاوِي ثم القاهري، الشافعيّ، صدر الدين، أبو المعالي (المتوفى: ٨٠٣هـ)، دِرَاسَة وتحقيق: د. مُحمَّد إِسْحَاق مُحَمَّد إبْرَاهِيم، تقديم: الشيخ صالح بن محمد اللحيدان، الناشر: الدار العربية للموسوعات، بيروت – لبنان.

٦٢. مختصر استدراك الحافظ الذّهبي على مستدرك أبي عبد الله الحاكم، المؤلف: ابن الملقن سراج الدين أبو حفص عمر بن علي بن أحمد الشافعي المصري (المتوفى: ٨٠٤هـ)، تحقيق ودراسة: ج ١، ٢: عبد الله بن حمد اللحيدان، ج ٣-٧: سعد بن عبد الله بن عبدالعزيز آل حميّد، الناشر: دار العاصمة، الرياض - المملكة العربية السعودية.

٦٣. البدر المنير في تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في الشرح الكبير، ابن الملقن سراج الدين أبو حفص عمر بن علي بن أحمد الشافعي المصري (المتوفى: ٨٠٤هـ)، المحقق: مصطفى أبو الغيط وعبد الله بن سليمان وياسر بن كمال، الناشر: دار الهجرة للنشر والتوزيع - الرياض-السعودية.

٦٤. تحفة المحتاج إلى أدلة المنهاج (على ترتيب المنهاج للنووي)، المؤلف: ابن الملقن سراج الدين أبو حفص عمر بن علي بن أحمد الشافعي المصري (المتوفى: ٨٠٤هـ)، المحقق: عبد الله بن سعاف اللحياني، الناشر: دار حراء - مكة المكرمة.

٦٥. كشف الأستار عن زوائد البزار، نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي (المتوفى: ٨٠٧هـ)، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت.

٦٦. المغني عن حمل الأسفار في الأسفار، في تخريج ما في الإحياء من الأخبار (مطبوع بهامش إحياء علوم الدين)، المؤلف: أبو الفضل زين الدين عبد الرحيم بن الحسين بن عبد الرحمن بن أبي بكر بن إبراهيم العراقي (المتوفى: ٨٠٦هـ)، الناشر: دار ابن حزم، بيروت – لبنان.

٦٧. مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، المؤلف: أبو الحسن نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي (المتوفى: ٨٠٧)، بتحرير الحافظين الجليلين: العراقي وابن حجر، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت.

٦٨. موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، المؤلف: أبو الحسن نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي (المتوفى: ٨٠٧)، تحقيق: حسين سليم أسد الدّاراني - عبده علي الكوشك، الناشر: دار الثقافة العربية، دمشق.

٦٩. كشف الأستار عن زوائد البزار، نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي (المتوفى: ٨٠٧هـ)، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت.

٧٠. إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، المؤلف: أبو العباس شهاب الدين أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل البوصيري الكناني الشافعي (المتوفى: ٨٤٠هـ)، تقديم: الدكتور أحمد معبد عبد الكريم، المحقق: دار المشكاة للبحث العلمي، دار النشر: دار الوطن للنشر، الرياض.

٧١. مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه، المؤلف: أبو العباس شهاب الدين أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل بن سليم بن قايماز بن عثمان البوصيري الكناني الشافعي (المتوفى: ٨٤٠هـ)، المحقق: محمد المنتقى الكشناوي، الناشر: دار العربية – بيروت.

٧٢. المطالب العالية بِزَوَائِدِ المسَانيد الثّمَانية، المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: ٨٥٢هـ)، المحقق: مجموعة من الباحثين، تنسيق: د. سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثري، الناشر: دار العاصمة للنشر والتوزيع - دار الغيث.

٧٣. التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير، المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: ٨٥٢هـ)، الناشر: دار الكتب العلمية.

٧٤. الأمالي المطلقة، المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: ٨٥٢هـ)، المحقق: حمدي بن عبد المجيد بن إسماعيل السلفي، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت.

٧٥. تهذيب التهذيب، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: ٨٥٢هـ) ، مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند.

٧٦. تقريب التهذيب، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: ٨٥٢هـ)، تحقيق: محمد عوامة، الناشر: دار الرشيد – سوريا.

٧٧. الأجوبة المرضية فيما سئل السخاوي عنه من الأحاديث النبوية، المؤلف: شمس محمد بن عبد الرحمن السخاوي (المتوفى: ٩٠٢ هـ)، المحقق: د. محمد إسحاق محمد إبراهيم، الناشر: دار الراية للنشر والتوزيع.

٧٨. المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة، المؤلف: شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد السخاوي (المتوفى: ٩٠٢هـ)، المحقق: محمد عثمان الخشت، الناشر: دار الكتاب العربي – بيروت.

٧٩. اللآلىء المصنوعة في الأحاديث الموضوعة، المؤلف: عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: ٩١١هـ)، المحقق: أبو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عويضة، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت.

٨٠. كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، علاء الدين علي بن حسام الدين ابن قاضي خان القادري الشاذلي الهندي البرهانفوري ثم المدني فالمكي الشهير بالمتقي الهندي (المتوفى: ٩٧٥هـ)، المحقق: بكري حياني - صفوة السقا، الناشر: مؤسسة الرسالة.

٨١. سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها، المؤلف: أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، بن الحاج نوح بن نجاتي بن آدم، الأشقودري الألباني (المتوفى: ١٤٢٠)، الناشر: مكتبة

المعارف للنشر والتوزيع، الرياض.

٨٢. سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ في الأمة، المؤلف: أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين، بن الحاج نوح بن نجاتي بن آدم، الأشقودري الألباني (المتوفى: ١٤٢٠هـ)، دار المعارف، الرياض.

٨٣. صحيح التَّرْغِيب وَالتَّرْهِيب، وضعيف الترغيب والترهيب، المؤلف: محمد ناصر الدين الألباني، الناشر: مكتَبة المَعارف لِلنَشْرِ والتوزيْع، الرياض - المملكة العربية السعودية.

٨٤. إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، المؤلف : محمد ناصر الدين الألباني (المتوفى : ١٤٢٠هـ)، إشراف: زهير الشاويش، الناشر: المكتب الإسلامي – بيروت.

كتب شروحاتِ حديث

٨٥. النهاية في غريب الحديث والأثر، مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الكريم الشيباني الجزري ابن الأثير (المتوفى: ٦٠٦هـ)، الناشر: المكتبة العلمية - بيروت، تحقيق: طاهر أحمد الزاوي - محمود محمد الطناحي.

٨٦. المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، المؤلف: أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى: ٦٧٦هـ)، الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت.

٨٧. جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثاً من جوامع الكلم، المؤلف: زين الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب، البغدادي، ثم الدمشقي، الحنبلي (المتوفى: ٧٩٥هـ)، تحقيق: الدكتور محمد الأحمدي أبو النور، الناشر: دار السلام للطباعة والنشر والتوزيع.

٨٨. فتح الباري شرح صحيح البخاري، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي، الناشر: دار المعرفة - بيروت، رقم كتبه وأبوابه وأحاديثه: محمد فؤاد عبد الباقي، قام بإخراجه وصححه وأشرف على طبعه: محب الدين الخطيب.

٨٩. التيسير بشرح الجامع الصغير، المؤلف: زين الدين محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفين بن علي بن زين العابدين الحدادي ثم المناوي القاهري (المتوفى: ١٠٣١هـ)، الناشر: مكتبة الإمام الشافعي – الرياض.

٩٠. مرشد ذوي الحجا والحاجة إلى سنن ابن ماجه والقول المكتفى على سنن المصطفى، محمد الأمين بن عبد الله بن يوسف بن حسن الأُرمي العَلَوي الأثيوبي الهَرَري الكري البُوَيطي، مراجعة لجنة من العلماء برئاسة: الأستاذ الدكتور هاشم محمد علي حسين مهدي، الناشر: دار المنهاج، المملكة العربية السعودية – جدة.

کتبِ عقائد واحکام

٩١. الجهاد لابن المبارك، المؤلف: أبو عبد الرحمن عبد الله بن المبارك بن واضح الحنظلي، التركي ثم المرْوزي (المتوفى: ١٨١هـ)، حققه وقدم له وعلق عليه: د نزيه حماد، الناشر: الدار التونسية – تونس.
٩٢. الخراج، المؤلف: أبو زكرياء يحيى بن آدم بن سليمان القرشي بالولاء، الكوفي الأحول (المتوفى: ٢٠٣هـ)، الناشر: المطبعة السلفية ومكتبتها.
٩٣. الأم، الشافعي أبو عبد الله محمد بن إدريس بن العباس بن عثمان بن شافع بن عبد المطلب بن عبد مناف المطلبي القرشي المكي (المتوفى: ٢٠٤هـ)، الناشر: دار المعرفة – بيروت.
٩٤. الأموال، لابن زنجويه، أبو أحمد حميد بن مخلد بن قتيبة بن عبد الله الخرساني المعروف بابن زنجويه (المتوفى: ٢٥١هـ)، تحقيق الدكتور: شاكر ذيب فياض الأستاذ المساعد - بجامعة الملك سعود، الناشر: مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية.
٩٥. الجهاد لابن أبي عاصم، المؤلف: أبو بكر بن أبي عاصم وهو أحمد بن عمرو بن الضحاك بن مخلد الشيباني (المتوفى: ٢٨٧هـ)، المحقق: مساعد بن سليمان الراشد الجميد، الناشر: مكتبة العلوم والحكم - المدينة المنورة.
٩٦. البعث، المؤلف: أبو بكر بن أبي داود، عبد الله بن سليمان بن الأشعث الأزدي السجستاني (المتوفى: ٣١٦هـ)، تحقيق: أبو هاجر محمد السعيد بن بسيوني زغلول، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان.
٩٧. الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف، أبو بكر محمد بن إبراهيم بن المنذر النيسابوري (المتوفى: ٣١٩هـ)، تحقيق: أبو حماد صغير أحمد بن محمد حنيف، الناشر: دار طيبة - الرياض – السعودية.
٩٨. الإبانة الكبرى لابن بطة، المؤلف: أبو عبد الله عبيد الله بن محمد بن محمد بن حمدان العُكْبَري المعروف بابن بَطَّة العكبري (المتوفى: ٣٨٧هـ)، المحقق: رضا معطي، وعثمان الأثيوبي، ويوسف الوابل، والوليد بن سيف النصر، وحمد التويجري، الناشر: دار الراية للنشر والتوزيع، الرياض.
٩٩. الجامع لمسائل المدونة، أبو بكر محمد بن عبد الله بن يونس التميمي الصقلي (المتوفى: ٤٥١ هـ)، مجموعة باحثين في رسائل دكتوراه، معهد البحوث العلمية وإحياء التراث الإسلامي - جامعة أم القرى ، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع.
١٠٠. البعث والنشور، المؤلف: أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي بن موسى البيهقي (٣٨٤ - ٤٥٨)، حققه وضبطه وعلق عليه: أبو عاصم الشوامي الأثري، الناشر: مكتبة دار الحجاز للنشر

والتوزيع، الرياض.

١٠١. شرح السير الكبير، المؤلف: محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي (المتوفى: ٤٨٣هـ)، تحقيق: الدكتور صلاح الدين منجد، الناشر: الشركة الشرقية للإعلانات.

١٠٢. المقدمات الممهدات، المؤلف: أبو الوليد محمد بن أحمد بن رشد القرطبي (المتوفى: ٥٢٠هـ)، تحقيق: الدكتور محمد حجي، الناشر: دار الغرب الإسلامي، بيروت – لبنان.

١٠٣. الأربعون في الحث على الجهاد، المؤلف: ثقة الدين، أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (المتوفى: ٥٧١هـ)، الناشر: دار الخلفاء للكتاب الإسلامي – الكويت.

١٠٤. الأحكام الوسطى من حديث النبي - صلى الله عليه وسلم -، المؤلف: عبد الحق بن عبد الرحمن بن عبد الله الأزدي، الأندلسي الأشبيلي، المعروف بابن الخراط (المتوفى: ٥٨١ هـ)، تحقيق: حمدي السلفي، صبحي السامرائي، الناشر: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع، الرياض .

١٠٥. الأحكام الصغرى، المؤلف: عبد الحق بن عبد الرحمن بن عبد الله الأزدي، الأندلسي الأشبيلي، المعروف بابن الخراط، (المتوفى:٥٨١هـ)، المحقق: أم محمد بنت أحمد الهليس، الناشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة، مكتبة العلم، جدة.

١٠٦. المغني، لابن قدامة، أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة الجماعيلي المقدسي ثم الدمشقي الحنبلي، الشهير بابن قدامة المقدسي (المتوفى: ٦٢٠هـ)، الناشر: مكتبة القاهرة.

١٠٧. المجموع شرح المهذب (مع تكملة السبكي والمطيعي)، أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى: ٦٧٦هـ)، الناشر: دار الفكر.

١٠٨. إحكام الإحكام شرح عمدة الأحكام، المؤلف: محمد بن علي بن وهب بن مطيع، أبو الفتح، تقي الدين القشيري، ابن دقيق العيد(المتوفى: ٧٠٢هـ)، الناشر: مطبعة السنة المحمدية.

١٠٩. مجموع الفتاوى، تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني (المتوفى: ٧٢٨هـ)، المحقق: عبد الرحمن بن محمد بن قاسم، الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية.

١١٠. الفتاوى الكبرى لابن تيمية، المؤلف: تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام بن عبد الله بن أبي القاسم بن محمد ابن تيمية الحراني الحنبلي الدمشقي (المتوفى: ٧٢٨هـ)، الناشر: دار الكتب العلمية.

١١١. فتح القدير، المؤلف: كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي المعروف بابن الهمام (المتوفى: ٨٦١هـ)، الناشر: دار الفكر.

١١٢. كشف اللثام شرح عمدة الأحكام، شمس الدين، أبو العون محمد بن أحمد بن سالم السفاريني الحنبلي (المتوفى: ١١٨٨ هـ)، اعتنى به تحقيقا وضبطا وتخريجا: نور الدين طالب، الناشر: وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية - الكويت، دار النوادر – سوريا.

كتب تاريخ

١١٣. فتوح الشام، المؤلف: محمد بن عمر بن واقد السهمي الأسلمي بالولاء، المدني، أبو عبد الله، الواقدي (المتوفى: ٢٠٧هـ)، الناشر: دار الكتب العلمية.

١١٤. السيرة النبوية لابن هشام، المؤلف: عبد الملك بن هشام بن أيوب الحميري المعافري، أبو محمد، جمال الدين (المتوفى: ٢١٣ هـ)، تحقيق: طه عبد الرؤوف سعد، الناشر: دار الجيل.

١١٥. الطبقات الكبرى، أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء، البصري، البغدادي المعروف بابن سعد (المتوفى: ٢٣٠هـ)، تحقيق: محمد عبد القادر عطا، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت.

١١٦. تاريخ المدينة لابن شبة، المؤلف: عمر بن شبة (واسمه زيد) بن عبيدة بن ريطة النميري البصري، أبو زيد (المتوفى: ٢٦٢هـ)، حققه: فهيم محمد شلتوت.

١١٧. تاريخ الطبري (تاريخ الرسل والملوك)،(ومعه صلة تاريخ الطبري)، المؤلف: محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى: ٣١٠هـ)، (صلة تاريخ الطبري لعريب بن سعد القرطبي، المتوفى: ٣٦٩هـ)، الناشر: دار التراث – بيروت.

١١٨. معرفة الصحابة لابن منده، المؤلف: أبو عبد الله محمد بن إسحاق بن محمد بن يحيى بن منده العبدي (المتوفى: ٣٩٥هـ)، حققه وقدم له وعلق عليه: الأستاذ الدكتور، عامر حسن صبري، الناشر: مطبوعات جامعة الإمارات العربية المتحدة.

١١٩. معرفة الصحابة، أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (المتوفى: ٤٣٠هـ)، تحقيق: عادل بن يوسف العزازي، الناشر: دار الوطن للنشر، الرياض.

١٢٠. حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني (المتوفى: ٤٣٠هـ)، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت.

١٢١. الاستيعاب في معرفة الأصحاب، أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبي (المتوفى: ٤٦٣هـ)، تحقيق: علي محمد البجاوي، الناشر: دار الجيل، بيروت.

١٢٢. تاريخ دمشق (أو: تاريخ مدينة دمشق وذكر فضلها وتسمية من حلها من الأماثل)، المؤلف: أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (المتوفى: ٥٧١)، تحقيق: عمرو بن غرامة العمروي، الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع.

١٢٣. صفة الصفوة، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: ٥٩٧هـ)، تحقيق: أحمد بن علي، الناشر: دار الحديث، القاهرة، مصر.

١٢٤. المنتظم في تاريخ الأمم والملوك، المؤلف: جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: ٥٩٧هـ)، المحقق: محمد عبد القادر عطا، مصطفى عبد القادر عطا، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت.

١٢٥. أسد الغابة في معرفة الصحابة، أبو الحسن علي بن أبي الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم الشيباني الجزري، عز الدين ابن الأثير (المتوفى:٦٣٠هـ)، تحقيق: علي محمد معوض - عادل أحمد عبد الموجود، الناشر: دار الكتب العلمية.

١٢٦. الاكتفاء بما تضمنه من مغازي رسول الله - صلى الله عليه وسلم - والثلاثة الخلفاء، المؤلف: سليمان بن موسى بن سالم بن حسان الكلاعي الحميري، أبو الربيع (المتوفى: ٦٣٤هـ)، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت.

١٢٧. مرآة الزمان في تواريخ الأعيان، المؤلف: شمس الدين أبو المظفر يوسف بن قِزْأُوغلي بن عبد الله المعروف بـ «سبط ابن الجوزي» (٥٨١ - ٦٥٤ هـ)، تحقيق وتعليق: [بأول كل جزء تفصيل أسماء محققيه]، الناشر: دار الرسالة العالمية، دمشق – سوريا.

١٢٨. عيون الأثر في فنون المغازي والشمائل والسير، المؤلف: محمد بن محمد بن محمد بن أحمد، ابن سيد الناس، اليعمري الربعي، أبو الفتح، فتح الدين (المتوفى: ٧٣٤هـ)، تعليق: إبراهيم محمد رمضان، الناشر: دار القلم – بيروت.

١٢٩. سير أعلام النبلاء، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي (المتوفى:٧٤٨هـ)، تحقيق: مجموعة من المحققين بإشراف الشيخ شعيب الأرناؤوط، الناشر: مؤسسة الرسالة.

١٣٠. تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام، شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي (المتوفى:٧٤٨هـ)، تحقيق: الدكتور بشار عواد معروف، الناشر: دار الغرب الإسلامي.

١٣١. تجريد أسماء الصحابة، المؤلف: الحافظ شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قايماز الذهبي، المتوفى عام: ٧٤٨ هـ، الناشر: دار المعرفة للطباعة والنشر، بيروت، لبنان.

١٣٢. البداية والنهاية، أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى: ٧٧٤هـ)، تحقيق: عبد الله بن عبد المحسن التركي، الناشر: دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان.

١٣٣. الإصابة في تمييز الصحابة، المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: ٨٥٢)، تحقيق: عبد الله بن عبد المحسن التركي بالتعاون مع مركز هجر للبحوث، الناشر: دار هجر، مصر، عدد المجلدات: ١٤ مجلدا.

کتبِ اخلاق ور قاق

١٣٤. الزهد والرقائق لابن المبارك، المؤلف: أبو عبد الرحمن عبد الله بن المبارك بن واضح الحنظلي، التركي ثم المرْوزي (المتوفى: ١٨١هـ)، المحقق: حبيب الرحمن الأعظمي، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت.

١٣٥. الزهد، المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ٢٤١هـ)، وضع حواشيه: محمد عبد السلام شاهين، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان.

١٣٦. الزهد، المؤلف: أبو السَّرِي هَنَّاد بن السَّرِي بن مصعب بن أبي بكر بن شبر بن صعفوق بن عمرو بن زرارة بن عدس بن زيد التميمي الدارمي الكوفي (المتوفى: ٢٤٣هـ)، المحقق: عبد الرحمن عبد الجبار الفريوائي، الناشر: دار الخلفاء للكتاب الإسلامي – الكويت.

١٣٧. المتمنين، المؤلف: أبو بكر عبد الله بن محمد بن عبيد بن سفيان البغدادي الأموي القرشي المعروف بابن أبي الدنيا (المتوفى: ٢٨١هـ)، المحقق: محمد خير رمضان يوسف، الناشر: دار ابن حزم - بيروت – لبنان.

١٣٨. المجالسة وجواهر العلم، المؤلف : أبو بكر أحمد بن مروان الدينوري المالكي (المتوفى : ٣٣٣هـ)، المحقق : أبو عبيدة مشهور بن حسن آل سلمان، الناشر : جمعية التربية الإسلامية، ودار ابن حزم (بيروت - لبنان).

١٣٩. مكارم الأخلاق للطبراني (مطبوع مع مكارم الأخلاق لابن أبي الدنيا)، المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: ٣٦٠هـ)، كتب هوامشه: أحمد شمس الدين، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان.

١٤٠. المنهاج في شعب الإيمان، المؤلف: الحسين بن الحسن بن محمد بن حليم البخاري الجرجاني، أبو عبد الله الحَلِيمي (المتوفى: ٤٠٣ هـ)، المحقق: حلمي محمد فودة، الناشر: دار الفكر.

١٤١. شعب الإيمان، المؤلف: أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخسروجردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى: ٤٥٨هـ)، حققه وراجع نصوصه وخرج أحاديثه: الدكتور عبد العلي عبد الحميد حامد، أشرف على تحقيقه وتخريج أحاديثه: مختار أحمد الندوي، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية ببومباي بالهند.

١٤٢. دلائل النبوة، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخسروجردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى: ٤٥٨هـ)، تحقيق: د. عبد المعطي قلعجي، الناشر: دار الكتب العلمية، دار الريان للتراث.

١٤٣. إحياء علوم الدين، أبو حامد محمد بن محمد الغزالي الطوسي (المتوفى: ٥٠٥هـ)، الناشر: دار المعرفة، بيروت.

١٤٤. سراج الملوك، المؤلف: أبو بكر محمد بن محمد ابن الوليد الفهري الطرطوشي المالكي (المتوفى: ٥٢٠هـ)، الناشر: من أوائل المطبوعات العربية – مصر.

١٤٥. الترغيب والترهيب، إسماعيل بن محمد بن الفضل بن علي القرشي الطليحي التيمي الأصبهاني، أبو القاسم، الملقب بقوام السنة (المتوفى: ٥٣٥هـ)، المحقق: أيمن بن صالح بن شعبان، الناشر: دار الحديث – القاهرة.

١٤٦. الترغيب والترهيب من الحديث الشريف، عبد العظيم بن عبد القوي بن عبد الله، أبو محمد، زكي الدين المنذري (المتوفى: ٦٥٦هـ)، المحقق: إبراهيم شمس الدين، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت.

١٤٧. رياض الصالحين، المؤلف: أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى: ٦٧٦هـ)، تعليق وتحقيق: الدكتور ماهر ياسين الفحل، الناشر: دار ابن كثير للطباعة والنشر والتوزيع، دمشق – بيروت.

١٤٨. المتجر الرابح في ثواب العمل الصالح، الحافظ أبو محمد شرف الدين عبد المؤمن خلف الدمياطي ٦١٣ - ٧٠٥ هـ، دراسة وتحقيق: أ. د. عبد الملك بن عبد الله بن دهيش، طبعة مزيدة ومنقحة، الناشر: مكتبة دار البيان.

١٤٩. الآداب الشرعية والمنح المرعية، المؤلف: محمد بن مفلح بن محمد بن مفرج، أبو عبد الله، شمس الدين المقدسي الرامينى ثم الصالحي الحنبلي (المتوفى: ٧٦٣هـ)، الناشر: عالم الكتب.

١٥٠. بذل الماعون في فضلِ الطَّاعون، المؤلف: الحَافِظ أَحْمَد بن على بْن حَجَر العَسَقلاني، (٧٧٣ - ٨٦٢ هـ)، الناشر: دار العَاصِمَة. الرياض.

١٥١. الزواجر عن اقتراف الكبائر، أحمد بن محمد بن علي بن حجر الهيتمي السعدي الأنصاري، شهاب الدين شيخ الإسلام، أبو العباس (المتوفى: ٩٧٤هـ)، الناشر: دار الفكر.

****

"مَشَارِعُ الأَشْوَاقِ إِلَى مَصَارِعِ العُشَّاق، وَمُثِيرُ الغَرَامِ إِلَى دَارِ السَّلَام" جہاد فی سبیل اللہ کے فضائل پر لکھی گئی وہ مشہور و معروف کتاب ہے، جس کے مصنف نے اسی راہ میں شہادت پا کر اپنے خون سے اس کی گواہی ثبت کی۔ شہید امام ابن النَّحاس رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب کی تقریظ امام حافظ ولی الدین العراقی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مایہ ناز محدث نے لکھی ہے۔ اسلامی تاریخ میں جہاد فی سبیل اللہ کے فضائل پر اس سے زیادہ جامع تصنیف کی مثال نہیں ملتی۔ بعد ازاں علماء نے جب بھی فضائلِ جہاد پر قلم اٹھایا تو اس کتاب کو ہی بنیاد بنایا۔

جہاد سے دوری کے اس زمانے میں جہاں مسلمانوں کے اندر دین کے چوٹی کے فریضے سے غفلت اور بیزاری در آئی ہے، وہاں اہلِ علم پر یہ ذمہ داری بھی بڑھ گئی ہے کہ وہ اس عمل پر لوگوں کو ابھاریں اور مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی عزت اور سربلندی کے اس راستے کی اہمیت بیان کریں۔ اس کا بہترین طریقہ کار یہ ہے کہ آیاتِ کریمہ اور سیرت و احادیثِ مبارکہ اور پھر اسلافِ کرام کے جہاد سے رہنمائی لی جائے اور شوقِ جہاد کو تازگی بخشی جائے۔ جہاد کا حقیقی جذبہ وہی ہے جو اخلاص اور اتباعِ سنتِ نبوی ﷺ اور دردِ امت سے مزین ہو، بر خلاف اس جذبہ کے جو قومی غیرت، کسی جماعت کی عصبیت، ذاتی انتقام یا دیگر دنیاوی اور غیر شرعی مقاصد کی خاطر ہو، کیونکہ معاذ اللہ، اس جذبے کے حامل فرد کا اجر ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔

اس کتاب میں قرآنِ پاک کی آیات اور نبی کریم ﷺ کی احادیثِ مبارکہ سے لے کر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور اسلاف کے جہاد کی رخشندہ مثالیں موجود ہیں، جن کو پڑھ کر ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ہمارے اسلاف رضوان اللہ علیہم نے جہاد کن مبادی پر کیا؟ اور ان کی ترجیحات کیا تھیں؟

اس کتاب کی اہمیت کا ادراک کرتے ہوئے اور اس کی ضخامت کے پیشِ نظر ہم نے یہ 'مختصر' مرتب کرنے کا ارادہ کیا، تا کہ اس کتاب کا ایسا خلاصہ ہمارے سامنے ہو جس کو پڑھنا آسان ہو، جو مجاہد ساتھیوں کی تعلیم اور یاد دہانی کے لیے موزوں ہو، اس کے ذریعے جہاد کی فضیلت اور اس کی طرف رغبت و محبت دلوں میں راسخ کی جائے، اور مجاہد اپنے جہاد میں ان فضائل کو پانے کی نیت اور ہر ممکن سعی کر کے اللہ کے ہاں اجر و ثواب کا امیدوار رہو۔

ادارۂ حطّین